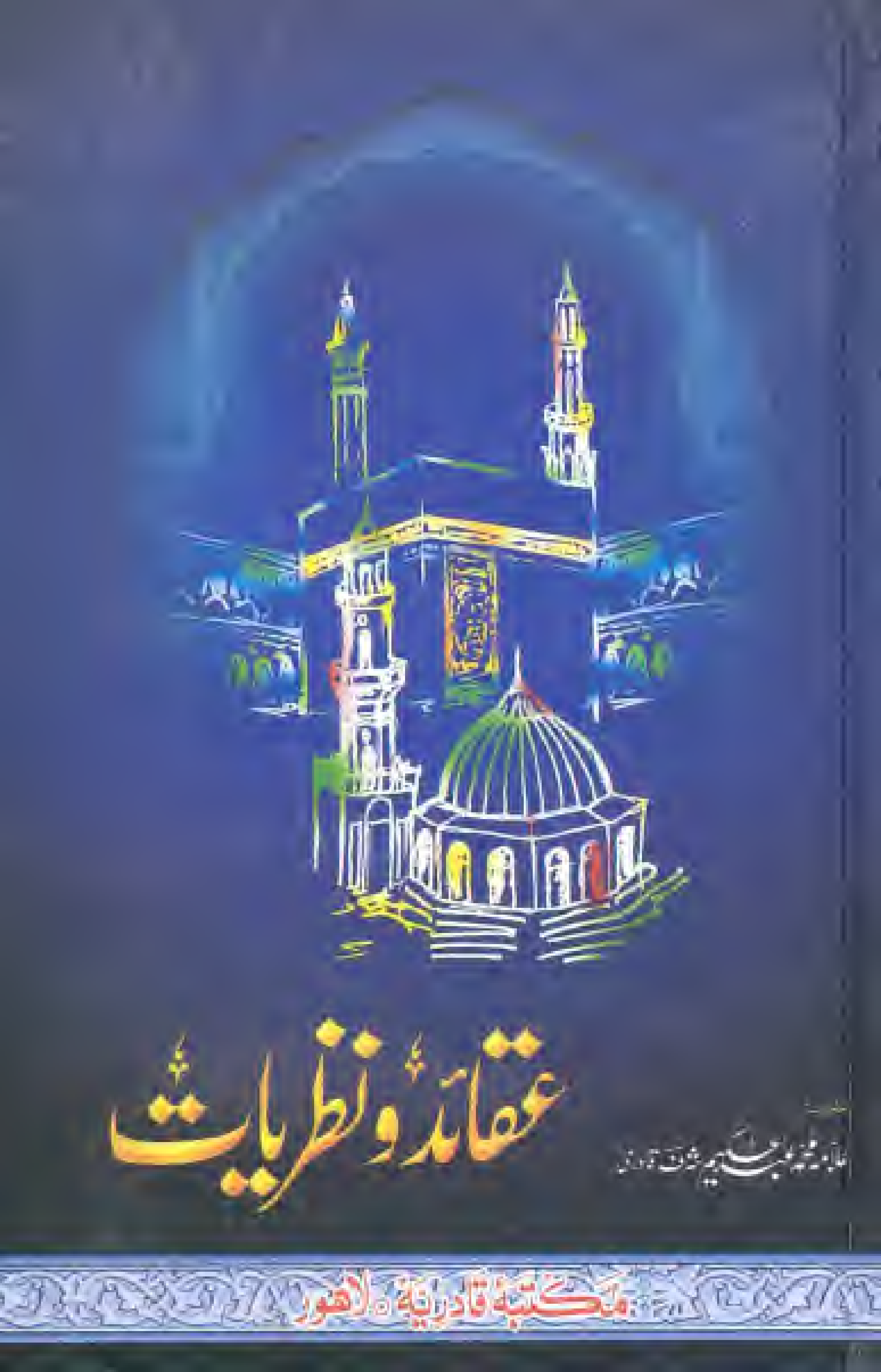


عقائد و نظریات
مکتبہ قادریہ ۔ لاہور




Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM


Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM


عقائد و نظریات


Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM



عقائد و نظریات

مصنف و مترجم۔

علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری برکاتی

مکتبہ قادریہ ۔ لاہور

بانی :بقیۃ السلف شیخ الحدیث علامہ **محمد عبدالحکیم شرف قادری** قدس سرہ

نام کتاب .... من عقائد اھل السنة

اردو ترجمہ .... **عقائد ونظریات**

مصنف .... شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

اشاعت .... صفر المظفر 1426ھ مارچ 2005ء

صفحات 408

باہتمام .... حافظ نثار احمد قادری

کمپوزر .... الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ۔ لاہور

تعداد 1000

قیمت .... روپے

ملنے کا پتا

مکتبہ قادریہ داتا دربار مارکیٹ۔ لاہور 0321-7226193 042-7226193

کاروان اسلام پبلی کیشنز۔ ایچ بی ہاؤسنگ سوسائٹی، ٹھوکر نیاز بیگ۔ لاہور

ضیاء القرآن پبلیکیشنز۔ لاہور **شبیر برادرز** اردو بازار۔ لاہور

مکتبہ اھل سنت جامعہ نظامیہ۔ لاہور **زاویہ پبلشرز** داتا دربار۔ لاہور

مکتبہ ضیاء العلوم۔ راولپنڈی **مکتبہ برکات المدینہ**۔ کراچی

مکتبہ مہریہ کاظمیہ۔ ملتان **مکتبہ اھل سنت**۔ فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ۔ فیصل آباد **مکتبہ اھل سنت**۔ خانیوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر فہرست

عقائد ونظریات


Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

تفصیلی فہرست

حدیث توسل کا تحقیقی جائزہ 117

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم 35

روح اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی کائنات میں جلوہ گری 293


Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی خلق الإنسان وعلمه البیان، والصلاة والسلام علی سید الإنس والجان وعلی آله وأصحابه ما استدار القمران وتعاقب الملوان.

آج جب کہ روس شکست وریخت سے دوچار ہو چکا ہے، سرمایہ دارانہ نظام اور کمیونزم کے تصادم کا خاتمہ ہو چکا ہے، لادینی قوتیں اپنے لئے صرف اسلام کو خطرہ محسوس کر رہی ہیں، کیونکہ اسلام ہی وہ زندہ و پائندہ دین ہے جو ہر قسم کے حالات میں نہ صرف زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے، بلکہ زمانے کے ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کی قوت رکھتا ہے، اسلام ہی وہ دین ہے جو بیک وقت دل اور دماغ دونوں کو اپیل کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام دنیا بھر میں تیزی سے پھیل رہا ہے، اسلام کے اس پھیلاؤ سے خوف زدہ ہو کر یہود، ہنود اور عیسائی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ بنا چکے ہیں، ان حالات میں وقت کی اہم ترین ضرورت عالم اسلام کا اتحاد ہے، دنیا بھر کے مسلمان اگر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں تو دنیائے کفر کی یلغار ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

عالمی سطح پر اسلامی اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ انفرادی سوچ پر اجتماعی فکر کو ترجیح دی جائے، باہمی اختلافات کے سلسلے میں وسعت نظری سے کام لیا جائے، اپنا موقف کسی پر ٹھونسنے اور فریق مخالف کی کردار کشی کی بجائے معقولیت اور دلائل سے گفتگو کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ دوریاں کم نہ ہوں، غنیمت ہے کہ عالمی سطح پر یہ احساس بیدار ہو رہا ہے۔

یکم ربیع الاول ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۸ء کو جدہ میں عالم اسلام کے وزرائے اطلاعات کی ایک اہم کانفرنس موتمر اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی، جس میں خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد نے خطاب کرتے ہوئے یہ وضاحت کی:

یہ بات اگرچہ آپ کے نزدیک زیادہ اہمیت نہیں رکھتی، تاہم اس موقع کو

غنیمت جانتے ہوئے میں وزارت اطلاعات سے متعلق اپنے بھائیوں اور قلم کاروں کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اس جگہ (سعودی عرب میں وہابی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

جب کوئی شخص سعودی عرب اور یہاں کے باشندوں کی توہین کرنا چاہتا ہے تو انہیں وہابی کہہ کر یاد کرتا ہے، اگر ہم اس نام کو قبول کر لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارا مذہب، اسلامی عقیدے سے الگ ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء عظام کی ذوات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا اور محفل میلاد کا منعقد کرنا دنیا بھر کے مسلمانوں کا معمول ہے، بعض متشدد قسم کے علماء اسے شرک اور کفر قرار دیتے ہیں، چند سال قبل سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز کے حوالے سے یہ فتویٰ شائع ہوا کہ محفل میلاد منعقد کرنا کفر ہے، اس کی انہوں نے باقاعدہ تردید کی، جدہ سے شائع ہونے والے روزنامہ ''المدینہ'' میں یہ بیان اس طرح شائع ہوا۔

''بن باز ینفی تکفیر الاحتفال بالمولد النبوی وقال سماحہ ان مقاله الذی نشر و انیع من قبل اجهزة الاعلا م السعودية قبل ایام لم یتضمن هذا الحکم''

بن باز نے محفل میلاد منعقد کرنے کو کفر نہیں قرار دیا، شیخ نے کہا کہ وزارت اطلاعات کی طرف سے چند دن پہلے سعودی ذرائع ابلاغ کی طرف سے نشر کئے جانے والے میرے بیان میں یہ بات (کہ محفل میلاد منانا کفر ہے) نہیں تھی۔

شیخ عبداللہ بن باز نے اپنے ایک اور بیان میں کہا:

''التوسل بحياة فلان او ببركة فلان او بحق فلان هذا بدعه وليس بشرك''

فلاں کی زندگی ،فلاں کی برکت یا بحق فلاں سے توسل بدعت ہے اور شرک نہیں ہے۔

ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تشدد کی بجائے اعتدال کی طرف سفر جاری ہے، جو خوش آئند بھی ہے،اور وقت کا تقاضا بھی۔

بعض لوگوں کا مشغلہ ہی اختلافات کی آگ کو تیز تر کرنا ہے،وہ ملت اسلامیہ کی بھلائی اسی میں تصور کرتے ہیں کہ افتراق کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کر دیا جائے ،اس کی نمایاں ترین مثال لاہور کے احسان الٰہی ظہیر کی تالیف ''البریلویہ'' ہے جو غیر ملکی سرمائے کے بل بوتے پر عربی،اردو اور انگریزی میں شائع کر کے وسیع پیمانے پر دنیا بھر میں مفت تقسیم کی گئی اور غلط بیانی کی بنیاد پر فرقہ واریت کو فروغ دیا گیا۔

احسان الٰہی ظہیر نے نہ صرف امام اہل سنت و جماعت مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی ،بلکہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ ایک نئے فرقے کے بانی تھے،حالانکہ ان کی تصانیف کی کثیر تعداد مطبوعہ حالت میں موجود ہے،جن کے مطالعہ سے کوئی بھی انصاف پسند صاحب قلم اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گا کہ انہوں نے تمام زندگی قرآن وحدیث اور ارشادات آئمہ دین کی روشنی میں مسلک اہل سنت اور مذہب حنفی کی تائید و تبلیغ میں صرف کی۔

امام احمد رضا بریلوی کے علم وفضل اور وسعت نظر کا اعتراف عرب و عجم کے علماء اور دانشوروں نے کیا،احسان الٰہی ظہیر اس امر کے اعتراف اور اظہار کے لئے بھی تیار نہیں ہیں،آئندہ سطور میں چند اہل علم و دانش اور مشاہیر کی آراء پیش کی جاتی ہیں۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی:

> وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے،فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا،ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ

اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے اور پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار تھے، ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ نہایت مشکل سے ملے گا۔

ابوالاعلیٰ مودودی نے (۲۸ مئی ۱۹۶۸ء کو) ایک پیغام میں کہا:

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے، فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے تھے۔

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صدر شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی ایک مقالہ میں لکھتے ہیں:

فاضل بریلوی دیگر مفتیان برصغیر پاک و ہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں اور ان کے یہ فتاویٰ اپنی عظیم افادیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں جو تنوع ایجاد، جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ ایک مصنف کے کمال حسن، وسعت نظر، عمیق بصیرت، ظرافت طبع، اور جزئیات میں کلیات اور کلیات میں جزئیات کو ایک خاص رنگ میں پیش کرنے کی فقیہانہ مہارت سے قاری کی قوت فیصلہ اور قلب و روح کو متاثر کرتی نظر آتی ہے، یہ وہ انفرادیت و امتیاز ہے جو برعظیم پاک و ہند کے مفتیان عظام کے حصے میں بہت کم کم آیا ہے، مگر فتاویٰ رضویہ کے مصنف کے ہاں کثرت و مقدار وافر کے ساتھ میسر ہے۔

فتاویٰ رضویہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ ان کا فاضل مصنف کوئی عام عالم دین یا محض مفتی و فقیہ نہیں، بلکہ ایک کثیر الجوانب عبقری، یعنی ورسٹائل جینئس ہے، اس لئے نہ تو ان کی نظر محض فقہی پہلو پر محدود و مرکوز رہتی ہے اور نہ ان کی بات میں کسی پہلو کی تشنگی یا اسے نظر انداز کرنے کا احساس ہوتا ہے، بلکہ

ان کے انداز بیان سے منقولات اور معقولات کے ہر علم و فن کے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے۔

امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مخالفین نے انصاف و دیانت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غلط بیانی سے بھی گریز نہیں کیا، کبھی کہا گیا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف نور مانتے ہیں بشر نہیں مانتے، حالانکہ یہ بات دین کا معمولی فہم رکھنے والا شخص بھی نہیں کہہ سکتا، شاہ احمد رضا بریلوی تو علوم دینیہ کے یکتائے روزگار فاضل تھے، انہوں نے تصریح کی ہے کہ:

جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے، قال تعالیٰ:

''قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّی هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا''

کبھی یہ کہا گیا کہ وہ قبروں کو سجدہ کرنا جائز قرار دیتے تھے، حالانکہ انہوں نے ایک سو سے زائد صفحات پر مشتمل رسالہ لکھا، جس کا نام ''الزبدة الزكية فی حرمة سجود التحية'' جس میں قرآن پاک کی آیت کریمہ، چالیس احادیث اور ڈیڑھ سو تصریحات فقہاء سے ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی تعظیماً سجدہ کرنا حرام ہے اور مخالفین کے شبہات کی دھجیاں بکھیر دیں۔

قبر کو سجدہ کرنا، اس کے گرد طواف کرنا تو ایک طرف، وہ تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کو ہاتھ لگانے سے بھی منع کرتے ہیں، ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ، یہ ان کی رحمت کیا کم ہے؟ کہ تم کو اپنے حضور بلایا اور اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی۔

احسان الٰہی ظہیر نے اہل سنت و جماعت (بریلویہ) کے چند عقائد بڑے مضحکہ خیز انداز میں اپنی کتاب ''البریلویة'' میں پیش کئے ہیں اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے

کہ معاذ اللہ! ان عقائد کا قرآن و حدیث اور عقل ونقل سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ بریلویوں کے خود ساختہ عقائد ہیں، الحمدللہ! راقم نے یہ مسائل قرآن و حدیث اور ائمہ دین کے ارشادات بلکہ ان کی اور علماء دیوبند کی مسلم شخصیات کے حوالے سے پیش کئے ہیں، ان عقائد کے بارے میں زیادہ سے زیادہ کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں انہیں تسلیم نہیں کرتا، لیکن کوئی بھی صاحب علم اور صاحب انصاف و دیانت ان کے ماننے والے کو کافر اور مشرک قرار نہیں دے سکتا، بشرطیکہ غیر جانبدارانہ سوچ کے ساتھ ان مقالات کا مطالعہ کرے، پیشِ نظر کتاب ''عقائد ونظریات'' کی ابتدا میں دنیائے عرب کے عظیم محقق عالم اور بین الاقوامی دینی و مذہبی سکالر علامہ سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ کا مقالہ شامل کیا جارہا ہے۔

"العلامة الكبير الشيخ احمد رضا خان فی المیزان"

اس کے بعد حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ جسٹس سپریم کورٹ کا ایک مقالہ شامل کیا گیا ہے، نیز محقق رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ کا ایک مقالہ ''امام احمد رضا اور رد بدعات'' شامل کیا گیا ہے۔

عقائد اہل سنت کے سلسلے میں راقم کے درج ذیل مقالات بصورت ابواب شامل کتاب ہیں۔

۱- الحياة الخالدة: انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی بعد از وصال زندگی۔

۲- المعجزة وكرامات الاولياء: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو دی ہوئی قدرت اور تصرفات کی تفصیل۔

۳- حول مبحث التوسل: مسئلہ توسل کی تحقیق اور مدینہ منورہ میں رہنے والے شیخ ابوبکر جابر الجزائری کے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث توسل پر اعتراضات کے جوابات۔

۴- التوسل والاستعانة :اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے توسل اور استعانت کی تحقیق۔

۵- مدینة العلم: نبی اکرم ﷺ کے خداداد علوم غیبیہ اور اولیائے کرام کے علوم کی بحث۔

۶- سید نا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نور الحق واول الخلق:
نبی اکرم ﷺ کی نورانیت اور بشریت اور اول مخلوق ہونے کا بیان، نیز سرکار دوعالم ﷺ کے جسد اقدس کے بے سایہ ہونے کی تحقیق۔

۷- الحبیب فی رحاب الحبیب حاضر و شاھد علی اعمال الامة:
روح اعظم ﷺ کی کائنات میں جلوہ گری۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اہل سنت و جماعت کے مخالفین کے پھیلائے ہوئے پروپیگنڈے اور اختلاف و انتشار کو دور کرنے کا ذریعہ بنائے آمین۔

یادرہے کہ پاک و ہند اور بنگلہ دیش ہی نہیں، دنیا بھر کے مسلمانوں کی اکثریت مسلک اہل سنت و جماعت سے وابستہ ہے، ائمہ اربعہ کے مقلدین کی اسلامی دنیا میں غالب اکثریت ہے، انہیں نظر انداز کر کے اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر اتحاد عالم اسلامی کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا، اور کون نہیں جانتا کہ آج ہم اپنی صفوں کے افتراق اور انتشار کو دور کر کے ہی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دنیائے کفر کی یلغار کو روک سکتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ احسان الٰہی ظہیر ایسے مخالف پر اعتماد کرنے کے بریلویوں کو کافر و مشرک قرار دینے کی بجائے براہ راست ان کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے اور دیانت دارانہ رائے قائم کی جائے۔

احسان الٰہی ظہیر نے ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء میں ''البریلویة'' نامی کتاب لکھی اور اس

کے مقدمہ میں لکھا کہ:

میں بریلویوں کے بارے میں کچھ لکھنا نہیں چاہتا تھا- کیونکہ یہ فرقہ جہالت کی پیداوار ہے، جوں جوں علم پھیلے گا اور جہالت کا خاتمہ ہوگا اور اس فرقے کی کوششیں دم توڑ جائیں گی، لیکن میں نے دیکھا کہ ان کی مستعدی اور کوششوں میں تیزی آرہی ہے اور تین سال قبل انہوں نے ایک بڑی کانفرنس منعقد کی، جس میں دنیا کے اکثر ممالک سے بدعت کے حامیوں نے شرکت کی۔

یہ کانفرنس جمعیت العلماء پاکستان نے ویمبلے ہال، لندن میں منعقد کی تھی، احسان الٰہی ظہیر نے بڑی چابک دستی سے فائدہ اٹھایا اور سعودی عرب کے آل شیخ سے تعلق رکھنے والے شیوخ کو یہ تاثر دیا کہ یہ لوگ تمہارے دشمن ہیں اس طرح مفادات کے حصول کی راہ ہموار کی، علماء اہل سنت و جماعت کی ذمہ داری ہے کہ عربی میں لٹریچر شائع کریں اور انہیں بتائیں کہ تم تو اپنے آپ کو حنبلی کہلواتے ہو اور یہ لوگ تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں، تمہارے اور ان کے درمیان کیا قدر مشترک ہے؟

یکم ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ ــــــ محمد عبدالحکیم شرف قادری

۸ ستمبر ۱۹۹۴ء ــــــ شیخ الحدیث: جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

تعارف مصنف

عربی تحریر: ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی (جامعہ ازہر، قاہرہ، مصر)

نام ------ محمد عبد الحکیم شرف قادری

ولدیت ------ مولوی اللہ دتا بن صوفی نور بخش رحمہما اللہ تعالیٰ

مسلک و مذہب ------ اہل سنت و جماعت، حنفی، ماتریدی

مشرب ------ قادری

تاریخ پیدائش ------ ۲۴ شعبان، ۱۳۶۳ھ/۱۳، اگست ۱۹۴۴ء

جائے پیدائش ------ مرزا پور، ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب، انڈیا)

تعلیم ○

پرائمری ------ ۱۹۵۰ء-۱۹۵۵

ابتدائی کتب علوم دینیہ ------ ۱۹۵۵ء-۱۹۵۷ء- جامعہ رضویہ، فیصل آباد

متوسط کتب درس نظامی ------ ۱۹۵۸ء-۱۹۶۱ء- جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

منتہی کتب درس نظامی ------ ۱۹۶۱ء-۱۹۶۴ء- جامعہ امدادیہ مظہریہ، بندیال ضلع، خوشاب میں مندرجہ ذیل علوم کی تحصیل کی: تفسیر، حدیث، فقہ اصول فقہ، عقائد، منطق، فلسفہ، ہیئت، ہندسہ، نحو۔

اسی دوران ۱۹۶۳ء میں تین ماہ دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں سراجی، حماسہ، اور شرح وقایہ پڑھیں، آئندہ سطور میں ہم حضرت موصوف کے جلیل القدر اساتذہ کرام کی مختصر فہرست پیش کرتے ہیں۔

(۱) استاذ الاساتذہ ملک المدرسین حضرت علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲) استاذ العلماء شارح بخاری حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۳) مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی

(۴) حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۵) حضرت علامہ مولانا حافظ احسان الحق رحمہ اللہ تعالیٰ

(۶) حضرت علامہ مولانا سید منصور حسین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(۷) حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امین نقشبندی مدظلہ العالی

(۸) حضرت علامہ مولانا محمد شمس الزمان قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

علمی خدمات O

صاحب تذکرہ نے متعدد علمی، تاریخی اور ادبی موضوعات پر معرکۃ الآرا تصانیف قلمبند کی ہیں، مثلاً: عقائد، حدیث، اخلاق، سیرت و فضائل، افتاء، نحو، منطق تاریخ، تنقید اور اسلام کی عظیم الشان شخصیات کا تذکرہ، اور مختلف تصانیف----- علاوہ ازیں اردو میں نہایت دل پسند اور عام فہم تراجم بھی تحریر فرمائے ہیں۔

علامہ نبہانی کی کتاب الشرف المؤبد کا ترجمہ" برکات آلِ رسول" علامہ عبدالغنی نابلسی کے رسالہ مبارکہ "کشف النور عن اصحاب القبور" کا ترجمہ "مزارات اولیاء پر چادر چڑھانا" حضرت علامہ سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ العالی (کویت) کی تصنیف "ادلۃ اھل السنۃ والجماعۃ" کا ترجمہ "اسلامی عقائد" کے نام سے کیا ہے۔

شیخ محقق علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف "اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ (فارسی) تیسری، چوتھی جلد کا اردو ترجمہ کیا، حضرت شیخ ہی کی (غیر مطبوعہ تصنیف) تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف کا اردو ترجمہ "تعارف فقہ وتصوف"

کے نام سے کیا، جو المتاز پبلی کیشنز، لاہور کی طرف سے شائع ہو گیا ہے۔ حضرت شیخ محمد صالح فرفور (دمشق) رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف لطیف "من نفحات الخلود" کا اردو ترجمہ "زندہ جاوید خوشبوئیں" کے نام سے کیا ہے اور حال ہی میں حضرت کی ایک دوسری کتاب "من رشحات الخلود" کا اردو ترجمہ "سدابہار خوشبوئیں" اور تیسری کتاب "من نسمات الخلود" کا اردو ترجمہ "**ولولہ انگیز خوشبوئیں**" کے نام سے مکمل کیا ہے، یہ کتابیں مکتبہ قادریہ، لاہور سے شائع ہو چکے ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت علامہ محمد مہدی فاسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عربی تصنیف لطیف "مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات" کا ترجمہ مکمل کرلیا ہے، اس کے علاوہ دلائل الخیرات شریف کا اردو ترجمہ بھی مکمل ہو کر منظر عام پر آ گیا ہے۔

حضرت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی کی تصنیف مبارکہ "تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی" فارسی کا اردو ترجمہ "شفاعت مصطفےٰ علیہ" کے نام سے کیا۔

نیز! آپ نے علامہ فضل امام خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی منطق میں مشہور درسی کتاب "المرقاۃ" پر "المرضاۃ" کے نام سے عربی حاشیہ لکھا۔

ان کے علاوہ فقہ اور اخلاق سے متعلق فارسی کی بعض کتابوں پر اردو میں حواشی لکھے

سید یوسف حسینی راجا کی کتاب "تحفہ نصائح"

شیخ علی رضا کی کتاب "بدائع منظوم"

شیخ شرف الدین سعدی شیرازی کی کتاب "کریما"

شیخ شرف الدین سعدی شیرازی کی کتاب "نام حق"

نحو کی مشہور کتاب "نحو میر" (تصنیف: میر سید شریف جرجانی) پر بھی آپ نے اردو میں حاشیہ لکھا۔

○ پیش نظر کتاب "**عقائد و نظریات**" حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری

دامت برکاتہم العالیہ کی عربی تصنیف "من عقائد اهل السنة" کا اردو ترجمہ ہے۔

مشہور غیر مقلد احسان الٰہی ظہیر نے "البریلویۃ" نامی کتاب لکھی تو ہمارے ممدوح علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی نے اس کے جواب میں اردو تصنیف "اندھیرے سے اجالے تک"، لکھی، جس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر لگائے گئے اتہامات کا علمی اور تحقیقی انداز میں جواب دیا۔ "شیشے کے گھر" لکھ کر بتایا کہ غیر مقلدین کے اکابر کس طرح انگریز نوازی میں غرق تھے۔ اور بعد میں ان دونوں کتابوں کو یکجا کر کے نئے نام سے "البریلویۃ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ" کے نام سے شائع کیا۔

پیش نظر کتاب "عقائد ونظریات" اردو ترجمہ (من عقائد اهل السنة) لکھ کر اہل سنت و جماعت کے ان عقائد کو قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے ارشادات کی روشنی میں مدلل طور پر بیان کیا ہے، جن کو احسان الٰہی ظہیر نے "البریلویۃ" میں تنقید کا نشانہ بنایا تھا، اب اس کتاب "من عقائد اهل السنة" کا اردو ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے اللہ رب العزت اسے عوام وخواص کے لئے باعث نفع اور مخالفین کے لئے باعث ہدایت بنائے روشن اور سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کتاب اور دیگر تصانیف کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

علمی مصروفیات ○

آپ محدث، محقق، مدرس، مصنف، اور شارح کی بلند مسند پر فائز ہیں، تحصیل علوم سے فراغت کے بعد مختلف مدارس میں درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیئے، آخر میں اہل سنت و جماعت کے عظیم الشان دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور تشریف لے آئے، آپ عرصہ تینتیس سال سے درس وتدریس میں ہمہ تن مصروف ہیں اور اس طویل عرصہ میں حدیث، تفسیر، فقہ، عقائد، اصول فقہ، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، ہیئت، بلاغت، قدیم ادب عربی اور فارسی پڑھانے میں مصروف ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی علمی، عملی، ادبی اور مجاہدانہ خدمات سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کا سایہ صحت و تندرستی کے ساتھ ہمارے سروں پر دراز فرمائے، آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم

آپ کے دریائے علم سے فیض حاصل کرنے والا

۲- ربیع الاول ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء ممتاز احمد سدیدی




Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

عظیم المرتبت حضرت علامہ شیخ احمد رضا خاں
کا علمی اور روحانی مقام

عربی تحریر: عالمی مبلغ اسلام فضیلۃ الشیخ سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ العالی (کویت)

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء (بریلی شریف، انڈیا) میں پیدا ہوئے، وہ نوعمری میں ہی علوم دینیہ پڑھنے میں مصروف ہو گئے اور مرتبہ کمال کو پہنچے یہاں تک کہ نوعمری میں ہی فتوی دینے لگے، اور یہ اس لئے تھا کہ آپ ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے، آپ کے والد اور آپ کے دادا، اکابر علماء اور اصحاب زہد و تقویٰ میں سے تھے۔

جائے ولادت

آپ کی پیدائش شہر بریلی، یوپی، ہندوستان میں ہوئی اسی شہر (بریلی) کی نسبت سے آپ کو بریلوی کہا جاتا ہے، جیسے کہ ہندوستان کے شہروں میں علماء اور معروف شخصیات کی عادت ہے۔

دینی خدمات

علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ جب مختلف علوم شرعیہ سے فارغ ہو گئے تو تصنیف و تدریس، وعظ، ارشاد، افتاء اور امت مسلمہ کی اصلاح کے فرائض انجام دینے لگے۔

آپ کو سلسلہ قادریہ کے علاوہ سلسلہ عالیہ چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ میں بھی خلافت حاصل تھی۔

گراں قدر تصانیف

امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے عربی، اردو اور فارسی میں ایک ہزار کے قریب چھوٹی بڑی کتب لکھیں، الحمد للہ! ان میں سے اکثر طبع ہو چکی ہیں، آپ بلند صلاحیت

رکھنے والے، عالی دماغ اور سریع القلم عالم دین تھے، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی امداد اور رسول اللہ ﷺ کی برکت سے آپ پر علوم و معارف کی بارش ہوتی رہتی تھی، اس حقیقت کے بہت سے شواہد ہیں جن کو ان کی کثیر التعداد اور مفید تصانیف کا مطالعہ کرنے والا واضح طور پر محسوس کرتا ہے۔

شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ اخلاق اور معزز آداب کے حامل تھے، وہ اللہ رب العزت کے لئے محبت کرتے تھے اور اللہ رب العزت کے لیے ہی ناراض ہوتے تھے اللہ تعالیٰ کی صفات اور رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات کے بارے میں شدید غیرت رکھتے تھے۔

محبت مصطفےٰ ﷺ

امام احمد رضا بریلوی سرکار دو عالم، نور مجسم ﷺ کے عظیم محبّ تھے، نبی اکرم ﷺ کی شدید محبت اور اتباع کی بنا پر آپ نے اپنا لقب عبد المصطفیٰ قرار دیا، وہ ذکر و فکر اور مواعظ کی مجالس کو نبی اکرم ﷺ کی تعریف اور آپ کے مقام کے بیان پر مشتمل اپنے مشہور سلام پر ختم کرتے تھے:

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام　　　شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

تصوف میں مقام

جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانے کے اکابر مشائخ اور ارباب معرفت کی بیعت کی جنہوں نے اپنی رحلت کے بعد انہیں خلافت، تربیت اور تزکیہ کا مستحق قرار دیا، انہوں نے اس اہم ذمہ داری کو بہترین انداز میں ادا کیا۔

وہ بیک وقت شریعت و طریقت کے بارے میں غیور واقع ہوئے تھے اور ان دونوں کے درمیان تفریق کا رد کرتے تھے، وہ کہتے تھے کہ شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع ہے، شریعت سرچشمہ ہے اور طریقت اس سے پھوٹنے والا دریا ہے۔

وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ شریعت پر چلے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی ممکن نہیں ہے او

جس شخص نے شریعت کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کیا وہ ہلاک ہوگیا اور راہ حق سے بھٹک گیا، حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مسلک ان کے دشمنوں کے جھوٹ اور افتراء کا پردہ چاک کر دیتا ہے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مخالفت کی۔

''اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کرو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو جہالت کی بناء پر نقصان پہنچادو اور اپنے کئے پر شرمسار ہو''

وہ حضور نبی کریم ﷺ کی کامل محبت رکھتے تھے، اور شریعت مبارکہ کی مکمل پیروی کرتے تھے۔

جہاد

جب برطانوی استعمار سے ہندوستان کی آزادی کی تحریک شروع ہوئی تو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہندوؤں اور انگریزوں کی محبت کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا، انہوں نے فتویٰ دیا کہ ہر مشرک کی محبت مطلقاً حرام ہے، اگرچہ وہ فرمانبردار ذمی، باپ، بھائی بیٹا، یا قریبی عزیز ہی ہو۔

تقویٰ اور پرہیزگاری

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ پانچ نمازیں باجماعت ادا کرنے والے متقی اور پرہیزگار تھے، وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

انہوں نے فریضۂ حج اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے مزار پرانوار کی زیارت کرنے کے لیے ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں حرمین وشریفین کا سفر کیا، انہوں نے اس فرصت کو غنیمت جانا اور ان مقدس بلاد میں علماء، عارفین، اور محدثین سے ملاقات کر کے علوم شرعیہ، سلوک، اور تصوف میں اجازتوں کا تبادلہ کیا، اس کے بعد بھی ایک دفعہ ۱۳۲۳ھ میں حج وزیارت اور علمی وروحانی فوائد حاصل کرنے کے لئے حرمین شریفین کا سفر کیا۔

مقام ومرتبہ

بہت سے علماء حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ملت اسلامیہ، خصوصاً ہندوستان میں اپنے زمانے کا مجدد کہتے ہیں، اور انہیں ''مجدد الامۃ'' کا لقب دیتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

بے شک اللہ تعالیٰ ہر صدی کی ابتداء میں اس امت کے لئے ایسا شخص بھیجے گا جو امت مسلمہ کے لئے دین کی تجدید کرے گا۔

پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کے سواد اعظم اہل سنت و جماعت انہیں آج بھی اپنا امام اور مرشد مانتے ہیں اور ان کا ترجمہ قرآن کریم ''کنز الایمان'' ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں اور اپنی مجلسوں اور محفلوں میں خاص طور پر محافل میلاد میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت موصوف کی پیش کی ہوئی پر خلوص اور روح پرور نعتیں پڑھتے ہیں۔

حضرت شیخ دین کی تجدید، اسلامی روح اور غیرت بیدار کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی محبت مسلمانوں کے دل ودماغ میں راسخ کرنے کے بعد اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے، اللہ تعالیٰ انہیں وسیع جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ان کے علوم وفنون اور مخلصانہ فیوض وبرکات سے نفع عطا فرمائے۔ (آمین)

السید یوسف السید ہاشم الرفاعی (کویت)

ص-ب ۴۲۰-الصفاۃ-الکویت

مفسر قرآن حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا پرسوز مقدمہ

تمام تعریفیں پاک پروردگار سب سے بہتر بنانے والے کے لئے اور صلوٰۃ وسلام ہو اس ذات مقدس پر جنہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا، اور آپ کی طیب و طاہر آل پر اور تمام ہدایت کے ستاروں صحابہ کرام پر۔

حمد و ثنا کے بعد! امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے اپنی طویل تاریخ پراگندہ اور پریشان کن حالات میں گزاری ہے، ان خوفناک حالات میں امت مسلمہ شدید حملوں اور تیز آندھیوں کے درمیان مضبوط چٹان کی طرح ثابت قدم رہی ہے، چنانچہ تمام طاغوتی قوتیں اسلام اور مسلمانوں کے قلعہ کی دیواروں کو نقصان نہیں پہنچا سکیں، امت مسلمہ اپنے ایمان کی قوت اور صفوں کے اتحاد کے سبب کامیاب اور کامران رہی، گویا کہ وہ ایک مضبوط عمارت تھی، اختلاف اور دشمنی کو اس کی صفوں کی طرف کوئی راستہ نہیں ملا۔

لیکن آج امت مسلمہ کی حالت بہت تکلیف دہ اور رسوا کن ہو چکی ہے مسلمان تمام دنیا خصوصاً اسرائیل، مقبوضہ کشمیر، بوسنیا، چیچنیا میں مظلوم ہیں، یہاں تک کہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن اخلاق، شرم وحیاء اور انسانیت سے عاری ہو چکے ہیں، ایک طرف وہ مسلمان بیٹیوں اور بہنوں کی عزتوں کو کشمیر اور چیچنیا میں رسوا و پامال کر رہے ہیں اور دوسری طرف ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ترقی یافتہ اور تہذیب وثقافت کے حامل ہیں، کتنے تعجب کی بات ہے کہ وہ ان سب باتوں کے باوجود انسانی حقوق کے دعوے دار اور پاسبان بنے ہوئے ہیں۔

یہ پے در پے مصائب کیوں ہیں؟ دن رات مسلمانوں کو ذبح کرنے کا یہ لامتناہی سلسلہ کیوں اور کب تک جاری رہے گا؟ یہ خطرات، مصائب وآلام مسلمانوں کے شہروں کی سلامتی کے لئے کیوں چیلنج بنے ہوئے ہیں؟ یہ سب کیا ہے؟

شدید افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ امت مسلمہ فرقوں میں بٹ گئی اور آج تک افتراق کا یہ سلسلہ جاری ہے، ان جھگڑوں اور اختلافات نے ملت اسلامیہ کو ریت کا ٹیلہ بنا دیا ہے جو کسی وقت اپنے دشمنوں کے درمیان مضبوط قلعہ کی حیثیت رکھتی تھی، شدید اختلافات ہی ان مصائب وبلیات کا سبب ہیں۔

اس کا علاج صرف اور صرف یہ ہے کہ امت مسلمہ اسلامی جھنڈے کے نیچے متحد ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے۔

یہ حقیقت بڑی تکلیف دہ ہے کہ ایک فرقہ مسلمانوں کے دلوں میں دشمنی اور اختلاف کے بیج بونے میں مصروف ہے، یہ لوگ اپنے رب پر ایمان رکھنے والے اور اپنے خالق کے احکام کو تسلیم کرنے والے فرقوں میں اختلاف کی خلیج کو وسیع کرنے میں مصروف عمل ہیں، ان تکلیف دہ اور پرخطر حالات اور ناسازگار ماحول میں جب کہ امت مسلمہ اپنی سلامتی کی جنگ لڑ رہی ہے اور اسے اتحاد کی سخت ضرورت ہے، اس فرقے نے اسلام کے قلعہ کی فصیلوں میں شگافوں کو وسیع کرنے میں مسلمان دشمنوں کی خدمات سرانجام دی ہیں۔

بدقسمتی یہ ہے کہ یہ فرقہ اس بات پر مصر ہے کہ دوسری جماعت شرک اور بدعات کی مرتکب ہے، اس صورت میں ان کے درمیان اتحاد اور محبت کا رابطہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ لوگ جو اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں، ان کے اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد ناممکن ہے جن پر شرک اور بدعات کی تہمت لگائی گئی ہے۔

جیسے اندھیرے اور اجالے، رات اور دن میں اتحاد نہیں ہوسکتا، اسی طرح ان حالات میں ان غلط رجحانات کے ہوتے ہوئے دونوں گروہوں کے درمیان اتحاد کی کوششیں وقت ضائع کرنے کے مترادف ہیں وہ لوگ جو واقعی دل کی گہرائی سے اس بات کی آرزو رکھتے ہیں کہ امت کے اختلاف کو اسلامی بھائی چارے میں تبدیل کر دیں ان کے

لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے دیانت داری سے اس بات کی تحقیق کریں کہ مسلمانوں پر جو شرک و بدعت کی تہمت لگائی گئی ہے وہ سچی ہے یا جھوٹی؟ جن لوگوں پر شرک کی تہمت لگائی گئی ہے اگر انہیں واقعی مشرک پائیں تو پہلے انہیں کفر اور شرک کے اندھیروں سے نکالیں، پھر انہیں اخوت اور محبت کی لڑی میں پروئیں اور اگر وہ محسوس کریں کہ ہم نے غلط بیانیوں پر اعتماد کیا تھا، تو انہیں اتحاد اسلامی کی دعوت دینے سے پہلے دوسرے فرقے پر شرک، کفر اور بدعتوں کی تہمت واپس لینا ہوگی۔

ہمیں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وہ واقعہ نہیں بھولنا چاہیے جو حدیث شریف میں واقع ہے اور وہ صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ کتب حدیث کے مطابق اس طرح ہے: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ:

> ہمیں رسول اللہ ﷺ نے قوم ''جھینہ'' کی طرف بھیجا، ہم نے ان کے ساتھ جنگ کی اور انہیں شکست دی، ان میں سے ایک شخص ایسا بھی تھا جو مسلمانوں میں سے جسے چاہتا اسے قتل کر دیتا، میں نے اور ایک انصاری صحابی نے اس کا تعاقب کیا جب ہم اس کے سر پر پہنچے، تو اس نے کہا: ''لا الٰہ الا اللہ'' انصاری نے تو اپنے ہاتھ روک لیا لیکن میں نے اس پر نیزے کا وار کیا اور اسے قتل کر دیا، جب ہم واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی آپ نے فرمایا: اے اسامہ! کیا تو نے اسے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے کے باوجود قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے ہتھیار کے خوف سے کلمہ طیبہ پڑھا تھا، آپ نے فرمایا: کیا تو نے اس کے دل کو چیرا تھا؟

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اس شخص کی توحید کی شہادت تلوار کے سائے میں بھی مقبول تھی، تو ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو اپنے آپ کو علوم قرآنیہ اور معارف نبویہ کے حامل

گمان کرتے ہیں اور مسلمانوں پر شرک کی تہمت لگاتے ہیں اور اس تہمت میں غلو بھی کرتے ہیں، حالانکہ ان مسلمانوں نے مسلمان ماؤں اور مسلمان آباء کی آغوش میں پرورش پائی ہے، ارکان اسلام پر عمل پیرا ہیں اور دینی فرائض باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔

ہم شک وشبہ کے مریضوں کے سامنے بار بار اپنے عقائد کا اعلان کرتے ہیں لیکن وہ ہمارے اقرار اور اعلان کو نظر انداز کر دیتے ہیں، ہم نہیں جانتے کہ کافر اور مشرک قرار دینے کا اختیار جو جلیل القدر صحابی اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حاصل نہیں تھا، وہ ان لوگوں کو کہاں سے حاصل ہو گیا؟

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور تمام اہل سنت و جماعت کی طرف سے حضرت فاضل علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کو انصاف پسند لوگوں کے سامنے اہل سنت و جماعت کے عقائد کی وضاحت اور تشہیر پر جزائے خیر عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے کس پناہ میں ہماری دعا ہے کہ ہماری ناگفتہ بہ حالت زار پر رحم فرمائے، اور ہمیں اتحاد کی دولت نصیب فرمائے، اور ہمیں اتحاد اسلامی کے لئے اخلاص عطا فرمائے یہاں تک کہ شکوک وشبہات دور ہو جائیں اور امت مسلم دور سعادت وخوش بختی طرف لوٹ جائے۔

۲۰ر رمضان ۱۴۱۱ھ خادم العلماء: محمد کرم شاہ

۲۱ر فروری ۱۹۹۱ء

بسم الله الرحمن الرحیم

مقالہ: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی حفظہ اللہ تعالیٰ

سابق سیکرٹری وزارت تعلیم سندھ، پاکستان

ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں----اور درود وسلام بھیجتے ہیں اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم----آپ کی آل اور تمام اصحاب پر----

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ محقق عالم دین تھے----جیسے کہ پروفیسر ڈاکٹر محی الدین الوائی نے اشارہ کیا۔[1]----(ڈاکٹر صاحب نے جامعہ ازہر، مصر سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی) اسی طرح اس حقیقت کی طرف ابوالحسن علی ندوی (جنہیں پندرھویں صدی کی ابتداء میں حکومت سعودیہ کی طرف سے شاہ فیصل ایوارڈ دیا گیا) نے فقہ حنفی میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بلند مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

> شیخ (امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اپنے والد سے علم حاصل کیا اور طویل مدت تک ان سے اکتساب علم کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ نے علم میں بلند مرتبہ حاصل کیا، اور بہت سے فنون خصوصاً فقہ اسلامی میں اپنے معاصرین پر فوقیت لے گئے، انہوں نے کئی مرتبہ حرمین شریفین کا سفر کیا اور بعض علمی اور اعتقادی مسائل میں علماء حجاز سے مذاکرہ کیا، حرمین شریفین میں قیام کے دوران بعض رسائل لکھے اور حرمین شریفین کے علماء کے سامنے پیش کئے گئے، بعض مسائل کا جواب دیا تو علماء حرمین شریفین ان کے علم کی فراوانی، متون فقیہہ اور اختلافی مسائل پر ان کی وسیع نظر، ان کی تحریر کی تیزی اور ذکاوت پر حیران رہ گئے۔[2]

---

[1] صوت الشرق (قاہرہ): شمارہ فروری ۱۹۷۰ء ص ۱۲

[2] ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر، ۸/۴۲

استاد ندوی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وہ وسیع مطالعہ اور اطلاع والے متبحر عالم دین تھے، تصنیف و تالیف میں ان کا قلم تیز رفتار اور فکر بلند ہے، بعض سوانح نگاروں کے مطابق ان کی تصنیفات کی تعداد پانچ سو ہے، ان کی سب سے بڑی تصنیف فتاویٰ رضویہ ہے۔

فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں ان کے زمانے میں ان کی نظیر شائد ہی ملے، اس پر ان کا فتاویٰ اور ان کی تصنیف ''کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم '' شاہد ہے، یہ کتاب انہوں نے مکہ معظمہ میں ۱۳۲۳ھ میں لکھی، ان کی نظر بہت گہری، علوم ریاضیہ، ہیئت، نجوم اور توقیت میں نہایت وسیع تھی۔[۱]

ایک اختلافی مسئلہ کی نشاندہی مدینہ منورہ کے ایک عالم دین سید احمد علی کے مکتوب سے ہوتی ہے، انہوں نے مجلہ البیان (طرابلس) کے ایڈیٹر کو ارسال کیا، انہوں نے اپنے مکتوب میں تحریر کیا۔

اس زمانے میں نبی اکرم ﷺ کے علم شریف کے مسئلہ میں بحث بکثرت ہو رہی ہے اور اقوال مختلف ہیں، اس لئے علماء اسلام کھڑے ہوگئے اور انہوں نے اس مسئلہ کی تحقیق میں رسائل لکھے، ان میں سے ایک امام علامہ فاضل مقتدا ہمارے شیخ مولانا احمد رضا خاں قادری ہندی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں امام علامہ کی درازئ عمر کے ساتھ نفع کثیر عطا فرمائے آپ نے ایک خوبصورت رسالہ لکھا ''الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ '' پھر اسے عرب و عجم کے علماء کے سامنے پیش کیا اور مشرق و مغرب کے علماء سے اس پر تصدیقات طلب کیں، چنانچہ حرمین شریفین، مشرق و مغرب، شام اور ازہر شریف کے اکثر علماء نے اسے قبول کیا اور اس پر تصدیقات لکھیں جن کی تعداد پچاس سے زائد ہے۔[۲]

---

[۱] ابوالحسن علی ندوی نزہۃ الخواطر، ۸/۴۴

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی نے ''الدولة المکیة بالمادة الغیبة ''پر تقریظ لکھتے ہوئے جو گفتگو کی ہے وہ ابوالحسن علی ندوی کی رائے کی تصدیق کرتی ہے۔
علامہ نبہانی فرماتے ہیں:

میں جب اس سال (۱۳۳۱ھ) کو مدینہ منورہ حضور سید المرسلین ﷺ کے قدموں میں مجاور ہونے کے شرف سے مشرف ہوا تو مجھے مدینہ منورہ کے اہل بیت میں سے بعض افاضل علماء اہل سنت نے مطالبہ کیا کہ میں اس کتاب پر تقریظ لکھوں----جس کا نام ''الدولة المکیة بالمادة الغیبیة ''اور امام علامہ شیخ احمد رضا خاں ہندی کی تالیف ہے۔

اس سے پہلے شیخ فاضل، عالم کامل، شیخ کریم اللہ ہندی نے اسی مقصد کے لئے مجھے بیروت مکتوب ارسال کیا تھا، اس دفعہ جب وہ کتاب سید عبدالباری حفظ اللہ تعالیٰ نے ارسال کی تو میں نے اسے اول تا آخر پڑھا، اسے دینی کتب میں مفید ترین پایا۔

اللہ تعالیٰ ان کی درازی عمر کے ساتھ ہمیں نفع عطا فرمائے، اس کا لہجہ بہت سچا اور دلیل نہایت مضبوط پائی، ایسی کتاب بڑے امام اور متبحر عالم ہی کی تحریر ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف سے راضی ہو، اسے راضی کرے اور ہر خیر سے ان کا مقصد پورا کرے۔[۲]

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں استاذ ندوی کا یہ قول گزر چکا ہے کہ فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہ ہونے میں ان کے زمانے میں ان کی نظیر شائد ہی ملے، تو جو فقہ میں باکمال ہوگا وہ ضرور حدیث شریف کا بھی بڑا عالم ہوگا۔

---

[۱] المجلة البیان شمارہ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ ص ۹۱

[۲] ایضاً شمارہ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ ص ۹۲

شیخ خالد حامدی نے ''نور الهند فی نشر الحدیث ''کے عنوان سے ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا اور امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتب، رسائل، حواشی اور تعلیقات کی بنیاد پر علم حدیث میں ان کی خدمات بیان کرنے کے لئے ایک باب مخصوص کیا، اس باب کے چالیس سے زیادہ مآخذ ہیں۔

ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین بہاری نے (۱۳۰۳ھ-۱۳۸۰ھ) ان احادیث کو ابواب کی صورت میں ترتیب دیا جن کا ذکر امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیفات میں کیا ہے، اس مجموعے کا نام ''صحیح البهاری ''رکھا، جو چھ ضخیم جلدوں میں ہے، اس کی دوسری جلد نو ہزار دو سو چھیاسی (۹۲۸۶) احادیث پر مشتمل ہے اور حیدر آباد سندھ سے دوبارہ چھپ چکی ہے، اس کی پہلی جلد انشاء اللہ العزیز رضا فاؤنڈیشن، لاہور کی طرف سے چھپے گی۔

علم حدیث میں اتنا بلند مقام رکھنے والا عالم بدعات کی تائید نہیں کر سکتا، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ بدعات و منکرات کے شدید مخالف تھے، فاضل علامہ سید محمد فاروق القادری (پاکستان) اور حضرت علامہ محمد یاسین مصباحی (انڈیا) نے ''امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات'' کے عنوان پر مشتمل کتاب لکھی ہے، نہ معلوم بعض اہل علم کیوں اس شبہہ میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بدعات کے پھیلانے میں کوشش کی ہے، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (چیرمین شعبہ عربی اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور) نے ایک مجلّہ کے مدیر کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ مکہ معظمہ میں ایک سعودی پروفیسر سے ملاقات ہوئی، تو سعودی پروفیسر نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے کہ وہ قبروں کو سجدہ کرنے کا حکم دیتے ہیں! ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے کہ ہرگز نہیں، بلکہ وہ تو قبر کو بوسہ دینے سے بھی منع کرتے تھے، سعودی پروفیسر نے حیران ہوتے ہوئے کہا، ہمیں تو اسی طرح بتایا گیا ہے[1] اور یہ بات شک و شبہہ سے بالا ہے کہ امام احمد

رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبروں کو بوسہ دینے سے منع کیا ہے اولیاء کرام اور ان کی قبروں کو سجدہ کرنے کی حرمت پر ایک مبسوط رسالہ لکھا ہے---

ابوالحسن علی ندوی اس رسالہ پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انہوں نے اولیاء اللہ اور اہل قبور سے استعانت اور استمداد کے بارے میں رسائل لکھے، لیکن اس کے باوجود وہ سجدہ تعظیمی کو حرام قرار دیتے ہیں اور انہوں نے اس بارے میں ایک رسالہ ''الزبدة الزكية لتحريم سجود التحية '' لکھا، یہ ایک جامع رسالہ ہے جو ان کے علم کی وسعت اور استدلال کی قوت پر دلالت کرتا ہے-[2]

عظیم اسلامی شاعر ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ:

وہ (امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ) بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے، ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بہ مشکل ملے گا-[3]

شیخ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد علی مونگیری کو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ارسال کیا:

بدعتی کی صحبت سو کافروں سے زیادہ بری ہے-[4]

یہ تکلیف دہ حقیقت ہے کہ بعض جاہل جو اپنے آپ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے محبین قرار دیتے ہیں وہی ان بدعتوں کا ارتکاب کرتے ہیں

---

[1] ندائے اہل سنت، لاہور ۳۱ رجنوری ۱۹۹۴ء

[2] ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر، ۳۰/۸

[3] عبدالنبی کوکب، علامہ: مقالات یوم رضا (طبع، لاہور) ۱۰/۳

[4] محمود احمد قادری، علامہ: مکتوبات امام احمد رضا (طبع، لاہور) ص ۹۱

اور وہی شبہات کو ہوا دیتے ہیں، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے سچے پیروکار ایسے لوگوں سے بَری ہیں، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دور کے اکابر مصلحین اور مفکرین میں سے تھے، موجودہ تشویشناک حالات میں دنیائے اسلام، ان کی آراء اور افکار سے استفادہ کر سکتی ہے۔

محمد مسعود احمد

۱۹؍جنوری ۱۹۹۴ء



تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہل سنت، پاکستان

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا، درود و سلام ہو اولادِ آدم کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر، آپ کی آل، اور تمام صحابہ کرام پر۔

زمانہ ماضی میں مسلمانوں نے علمی اور قلمی کتابوں کے ذریعے عظیم الشان دینی خدمات انجام دیں، ان کے کارنامے یکے بعد دیگرے علماء کی جماعتوں کے ذریعے ہم تک پہنچے، ہمارا یہ دور پریس کی بدولت علمی تحقیقات کے میدان میں اس مشقت سے بے نیاز ہے، کتابیں بکثرت شائع کی جاتی ہیں اور علماء تک پہنچائی جاتی ہیں، آج علم کے مصادر و مراجع تک پہنچنا آسان ہوگیا ہے، لیکن شدید افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بعض اہل علم اصل کتابوں کی طرف رجوع نہیں کرتے، اسی لیے محض سنی سنائی باتوں کی بنا پر حق کو باطل اور باطل کو حق قرار دیتے ہیں، جیسے کہ یہ معاملہ علماء اہل سنت کی عظیم شخصیت یعنی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں پیش آیا ہے۔

بعض لوگوں نے انہیں نئے فرقے کا بانی قرار دیا اور ان کی طرف باطل عقائد منسوب کئے، انہوں نے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف کا گہرا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی، اس لئے ضروری ہے کہ ہم ایسے لوگوں کی رائے پر اعتماد نہ کریں، اور اصل کتابوں کا مطالعہ کر کے باطل کو باطل اور حق کو حق قرار دیں۔

استاذ فاضل مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور) نے "من عقائد اهل السنة" لکھ کر اہل سنت و جماعت کے بعض ان عقائد کی وضاحت کی ہے جن میں بہت جھگڑا اور اختلاف پایا جاتا ہے، فاضل علامہ نے یہ عقائد قرآن و حدیث کے دلائل اور اکابر علماء کے اقوال سے ثابت کئے ہیں، جس سے قارئین پر

یہ واضح ہو جائے گا کہ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہ عقائد نہیں جو بطور افتراء ان کی طرف منسوب کیے گئے ہیں، وہ اپنے عقائد میں اسلاف کے نقش قدم پر چلے ہیں۔

موجودہ دور کے مسلمان اس افتراق اور انتشار کی بنا پر تمام دنیا میں اغیار کے مظالم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اور کفار کلمہ گو مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ اختلافات سے خوش ہیں، کیونکہ یہ فرقہ وارانہ اختلاف اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے مفاد میں جاتا ہے۔

افسوس! ہمارے دشمن کفار پوری آزادی کے ساتھ مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں، اور کلمہ گو مسلمانوں کو فرقہ وارانہ اختلافات میں مشغول ہونے کے سبب ان کی طرف توجہ کی فرصت ہی نہیں ملتی، اس لئے ضروری ہے کہ ہم موجودہ نامساعد حالات میں کھلی آنکھوں اور انصاف کی نظر سے دیکھیں، اور ہم تعصب یا سنی سنائی باتوں کی بنا پر باطل کو حق اور حق کو باطل قرار نہ دیں، موجودہ پریشان کن حالات میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم سنے سنائے شکوک وشبہات مسلمانوں میں نہ پھیلائیں، بلکہ ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ ہم حق اور ثواب تک پہنچنے اور اتحاد اسلامی کے مقصد تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کریں، تاکہ ہم اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے مظالم سے اپنے آپ کو اور اپنے مسلمان بھائیوں کو بچا سکیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ فاضل علامہ کی کوشش کو قبول فرمائے اور ان کی کوششوں پر جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی کوشش کو مسلمانوں کے درمیان پھیلائے گئے شکوک وشبہات دور کرنے کا وسیلہ بنائے۔ (آمین)

محمد عبدالقیوم قادری غفرلہ

۲۳ رشعبان المعظم ۱۴۱۵ھ

۲۵ رجنوری ۱۹۹۵ء

باب نمبر1



حیات جاودانی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

موت کے بعد زندگی

ارشادِ ربانی ہے:

''كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' (ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے۔)[1]

یہ قطعی اور یقینی حقیقت ہے اس میں کسی شک وشبہہ کی گنجائش نہیں ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ موت کے بعد انسان میں ثواب کی لذت اور عذاب کی تلخی کے ادراک کی صلاحیت ہوتی ہے یا نہیں، بعض معتزلہ اور روافض کہتے ہیں کہ انسانی جسم ادراک سے محروم اور بے جان لاشہ سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

بعض معتزلہ اور روافض نے عذابِ قبر کا انکار کیا ہے، کیونکہ میت زندگی اور ادراک سے عاری محض بے جان جسم ہے لہٰذا اسے عذاب دینا محال ہے۔[2]

اہل سنت کے نزدیک اسے ایک قسم کی زندگی دی جاتی ہے، جس کے ذریعے وہ ثواب وعقاب کا ادراک کرتا ہے۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ سوال کے وقت رُوح بدن کی طرف لوٹتی ہے، ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ بے روح جسم سے سوال کیا جاتا ہے لیکن جمہور نے اس کا انکار کیا ہے۔[3]

---

[1] القرآن: ۳/۱۸۵

[2] مسعود بن عمر تفتازانی، علامہ: شرح العقائد (مطبع شرکۃ الاسلام لکھنؤ) ص ۷۷

[3] محمد بن القیم، الجوزیہ: کتاب الروح، عربی (حیدرآباد، دکن) ص ۸۴

علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں:

میّت کا قراءت وغیرہ آوازوں کو سننا حق ہے، امام احمد بن حنبل کے اصحاب اور دیگر علماء نے کہا کہ میّت کے پاس جو گناہ کئے جاتے ہیں، اُن سے اسے اذیت ہوتی ہے، یہی قول انہوں نے امام احمد سے نقل کیا اور اس بارے میں متعدد آثار روایت کئے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میّت کو تلاوت قرآن اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سننے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔[1]

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

مطلق ادراک، علم اور سننا تمام مُردوں کے لیے ثابت ہے۔[2]

انہوں نے ہر میّت کے لیے علم اور سننے کے ثبوت کو تسلیم کیا ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

علامہ ابن قیّم سماعِ موتیٰ پر احادیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ جب لوگ میّت کو دفن کر کے واپس جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے کہ وہ اہلِ قبور کو خطاب کرتے ہوئے سلام دیں اور کہیں: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ'' ''تم پر سلام ہو اے مومن قوم کے گھر والو! اور یہ اس شخص [illegible] ہے اور اگر ایسا نہ ہو، تو یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کسی [illegible] ایسے شخص کو خطاب کیا جائے جو موجود ہی نہ ہو۔[3]

---

[1] ابن تیمیہ حرانی، علامہ: اقتضاء الصراط المستقیم (مکتبہ سلفیہ، لاہور) ص ۳۷۹

[2] محمد بن علی شوکانی، قاضی: نیل الاوطار (مصطفےٰ البابی، مصر) ۲۸۲/۳

[3] محمد بن القیم الجوزیہ: کتاب الروح (حیدر آباد، دکن) ص ۴

نوٹ: اس دلیل پر اعتراض کرتے ہوئے ---- احسان الٰہی ظہیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل نہیں بنتی کیونکہ بسا اوقات ایسی چیزوں کو خطاب کیا جاتا ہے جو سنتی نہیں، جیسے رسول اللہ ﷺ نے چاند کو دیکھ کر اسے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''میرا اور تیرا رب اللہ ہے'' ترمذی (البریلویہ، ص ۸۷) اب قارئین خود ہی فیصلہ کر لیں کہ ظہیر صاحب کی بات مانی جائے یا ان کے امام ابن قیم کی؟ (۱۲- شرف قادری)

ان عبارات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ جاننا اور سننا تمام اموات کے لیے ثابت ہے اور یہ کہ صاحبِ قبر، تلاوت اور سلام کہنے والے کی آواز سنتا ہے، ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ہر میّت کی زندگی دنیا جیسی ہے، حتیٰ کہ اسے کھانے اور پینے کی ضرورت ہو کیوں کہ جسم کے ساتھ رُوح کے تعلقات کئی قسم کے ہیں۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

> روح کے جسم کے ساتھ پانچ قسم کے تعلقات ہیں اور ان کے احکام الگ الگ ہیں (تین تعلقات بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں) جسم کے ساتھ روح کا چوتھا تعلق، برزخ میں ہے کیونکہ روح اگر چہ جسم سے الگ ہو چکی ہے لیکن وہ بالکل ہی جُدا نہیں ہوگئی یہاں تک کہ اس کی توجہ ہی جسم کی طرف نہ رہے، ہم نے جواب کی ابتداء میں وہ احادیث اور آثار ذکر کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ جب سلام کہنے والا اسلام کہتا ہے تو روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے، یہ خاص قسم کا لوٹانا ہے جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسم قیامت سے پہلے (مکمل طور پر) زندہ ہو جائے گا۔[1]

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اصحابِ قبور، زندوں کی زیارت اور اُن کے سلام کو جانتے ہیں یا نہیں؟

پھر جواب میں متعدد ایسی حدیثیں لائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحابِ قبور زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں انہوں نے یہاں تک تصریح کی ہے:

> سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے اور ان سے تواتر کے ساتھ ایسے اقوال مروی ہیں کہ میّت کو زیارت کرنے والے کا علم بھی ہوتا ہے اور وہ اس سے خوش

---

[1] محمد بن قیم جوزیہ: کتاب الروح، ص ۷۲-۷۱

بھی ہوتا ہے۔[1]

اولیاء کاملین کے دیکھنے اور سننے کی قوت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جس نے میرے ولی سے دشمنی رکھی میری طرف سے اس کے لیے اعلان جنگ ہے ، میرے بندے نے فرائض سے زیادہ محبوب کسی بھی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کیا، اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں، تو میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دوں گا اور اگر مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔[2]

امام رازی آیہ کریمہ '' اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ '' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اسی طرح انسان جب نیکیوں کا پابند ہو جاتا ہے تو اس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کان اور اس کی آنکھیں ہوتا ہوں پس جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کا کان ہوتا ہے تو وہ دور اور نزدیک سے سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہوتا ہے تو وہ مشکل اور آسان قریب اور بعید میں تصرف پر قادر ہوتا ہے۔[3]

---

[1] محمد بن قیم جوزیہ: کتاب الروح، ص ۴
[2] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، کراچی، ۹۶۳/۲
[3] فخر الدین رازی، امام: تفسیر کبیر (عبد الرحمن محمد، مصر) ۸۹/۲۱

فاضل محقق ملا علی قاری، حدیث شریف "ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تأکل أجساد الانبیاء" کی شرح میں فرماتے ہیں:

اسی لیے کہا گیا ہے کہ اولیاء اللہ، مرتے نہیں بلکہ ایک دار سے دوسرے دار (دنیا سے برزخ) کی طرف انتقال کرتے ہیں۔[1]

نیز حدیث شریف "وصلوا علیَّ فانَّ صلوتکم تبلغنی" کی شرح میں فرماتے ہیں:

قاضی عیاض فرماتے ہیں: یہ اس لیے کہ جب پاکیزہ اور مقدس نفوس جسمانی تعلقات سے جدا ہوتے ہیں تو انہیں عروج حاصل ہوتا ہے اور وہ عالم بالا سے جا ملتے ہیں اور ان کے لیے کوئی پردہ باقی نہیں رہتا، تو وہ سب کو دیکھتے ہیں جیسے وہ سب چیزیں ان کے سامنے ہوں یا فرشتے انہیں خبر دیتے ہیں اور اس میں ایک راز ہے جسے حاصل ہوتا ہے وہی اسے جانتا ہے۔[2]

ایسی ہی تصریح محدث جلیل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تفہیمات الٰہیہ کی دوسری جلد میں کی ہے، فرماتے ہیں:

شیخ عبدالقادر جیلانی کو تمام جہان میں سرایت کرنے کا شعبہ حاصل ہے اور یہ اس لیے کہ جب ان کا وصال ہو گیا تو ملاء اعلیٰ کی صفت کے ساتھ موصوف ہو گئے اور تمام جہان میں سرایت کرنے والا وجود ان میں منقش ہو گیا، اس بناء پر ان کے طریقے میں روح پیدا ہو گئی۔[3]

اہل حدیث کے پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی کہتے ہیں:

اولیاء کو دنیا میں معزول کئے جانے اور خاتمے کا خوف دامن گیر رہتا ہے

---

[1] علی بن سلطان القاری، علامہ: مرقاۃ المفاتیح (طبع ملتان) ۳/۲۴۱

[2] علی بن سلطان القاری، علامہ: مرقاۃ المفاتیح (طبع ملتان) ۲/۳۴۲

[3] محمد نورالحق علوی: حاشیہ ہمعات (مطبوعہ حیدرآباد، سندھ) ص ۶۲

لیکن جب وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو صاحبِ ایمان بھی ہوتے ہیں اور صاحبِ ولایت بھی۔[1]

ان علماء کے اقوال سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کو جو قوتیں عطا فرمائی تھیں، وہ دنیا کی زندگی کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتیں بلکہ وصال کے بعد حاصل رہتی ہیں کیونکہ جب ان کی ولایت باقی ہے تو اس کے آثار بھی باقی ہوں گے۔

حیاتِ شہداء

حیاتِ شہداء قرآن پاک کی نص سے ثابت ہے، ارشادِ ربانی ہے:

''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ''[2]

وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے انہیں ہرگز مُردہ گمان نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں۔

قاضی شوکانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جمہور کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ شہداء حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، پھر ان میں اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ قبروں میں اُن کی روحیں اُن کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں تو وہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، حضرت مجاہد (تابعی) فرماتے ہیں انہیں جنت کے پھل دیے جاتے ہیں یعنی انہیں اُن کی خوشبو محسوس ہوتی ہے حالانکہ وہ جنت میں نہیں ہوتے، جمہور کے علاوہ بعض علماء نے کہا کہ یہ زندگی مجازی ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں جنت کی نعمتوں سے متمتع ہونے کے مستحق ہیں، پہلا قول صحیح ہے کہ اور مجاز کی

---

[1] صدیق حسن خان بھوپالی: بغیۃ الرائد فی شرح العقائد (گوجرانوالہ) ص ۸۸-۸۷

[2] القرآن: ۱۶۹/۳

طرف رجوع کا کوئی باعث نہیں ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کے فرمان ''عِندَ رَبِّهِم يُرزَقُونَ '' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس جگہ رزق سے مراد وہی رزق ہے جو عادۃً معروف ہے یہی جمہور کا مذہب ہے جیسے اس سے پہلے بیان ہوا، جمہور کے علاوہ بعض علماء کہتے ہیں اس سے مراد اچھی تعریف ہے حالانکہ کتاب اللہ میں واقع عربی کلمات میں تحریف اور بغیر کسی سبب مقتضی کے بعید مجازات پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔[2]

حیاتِ انبیاء علیہم السلام

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''بَل اَحيَاءٌ عِندَ رَبِّهِم يُرزَقُونَ '' (الآیہ) کا مطلب یہ ہے کہ شہدائے کرام حقیقۃً زندہ ہیں اور انہیں معروف رزق دیا جاتا ہے، ماننا پڑے گا کہ انبیاء کرام بھی حقیقۃً زندہ ہیں اور انہیں معروف رزق دیا جاتا ہے کیونکہ شہید اس بلند مقام اور دائمی زندگی تک اُن کی پیروی کے سبب ہی پہنچا ہے لہذا انبیاء کرام اس زندگی کے زیادہ حقدار ہیں بلکہ ان کی زندگی تو شہداء سے بھی ارفع واعلیٰ ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ یہ زندگی شہداء کے ساتھ خاص ہے، میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ زندگی ان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ انبیاء کرام کی زندگی ان سے زیادہ قوی ہے اور خارج میں اس کے آثار زیادہ ظاہر ہیں، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح جائز نہیں ہے، جب کہ شہید کی بیوہ سے (اس کی عدت کے بعد) نکاح کیا جا سکتا ہے، صدیقین بھی شہداء سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں اور صالحین

---

[1] محمد بن علی شوکانی، قاضی: تفسیر فتح القدیر (دار المعرفۃ، بیروت) ۳۹۹/۱

[2] ایضاً: ۳۹۹/۱

یعنی اولیاء کرام ان کے ساتھ ملحق ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ترتیب دلالت کررہی ہے" مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ "اسی لیے صوفیاء کرام فرماتے ہیں ہماری روحیں، ہمارے جسم ہیں اور ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں، بہت سے اولیاء کرام سے بتواتر منقول ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو خائب و خاسر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اسے ہدایت دیتے ہیں۔[1]

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس عبارت میں وصال کے بعد انبیاء کرام صدیقین اور اولیاء کی حیات بھی ثابت کی ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان حضرات کی نصرت واعانت، اللہ تعالیٰ کے اذن سے جاری ہے۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

شہداء کے بارے میں قرآن پاک کی نص وارد ہے کہ وہ زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں اور ان کی زندگی جسمانی ہے، انبیاء و مرسلین کا کیا مقام ہو گا؟ حدیث میں ثابت ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، یہ حدیث امام منذری نے روایت کی اور امام بیہقی نے اسے صحیح قرار دیا۔[2]

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو معنوی شہادت سے نوازا ہے کیونکہ آپ کا وصال اس زہر کے اثر سے ہوا جو خیبر کی یہودی عورت نے آپ کو کھلائی تھی۔

امام بخاری اور امام بیہقی، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مرضِ وصال میں فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو کھانا خیبر میں کھایا تھا اس کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں اور اس وقت اس زہر کے اثر سے میری

---

1 محمد ثناء اللہ پانی پتی، قاضی: تفسیر مظہری (ندوۃ المصنفین، دہلی) ۱۵۱/۱

2 محمد بن علی شوکانی، قاضی: نیل الاوطار (مصطفی البابی، مصر) ۲۸۴/۳

انتڑیاں کٹ گئی ہیں۔[1]

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا قبر انور میں زندہ ہونا نص قرآن سے ثابت ہے یا تو لفظ کے عموم سے یا مفہوم موافقت سے۔[2]

یعنی اگر شہادت معنویہ کا اعتبار کیا جائے تو آپ کی حیاتِ اقدس عموم قرآن سے ثابت ہوگی کیونکہ آپ بھی شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتے ہیں اور اگر شہادت معنویہ کا اعتبار نہ کیا جائے تو مفہوم موافقت سے حیات ثابت ہوگی، کہ جب شہید زندہ ہوتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔

امام علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ ابن عقیل حنبلی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ نبی اکرم ﷺ قبر انور میں ازواج مطہرات کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں اس پر علامہ زرقانی نے فرمایا: یہ ظاہر ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔[3] یاد رہے کہ ابن عقیل حنبلی ان ائمہ میں سے ہیں جن کے اقوال علامہ ابن تیمیہ بطور حوالہ نقل کرتے ہیں۔

حیرت ہے کہ بعض لوگ اس قول پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ قبر، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا، قرآن پاک میں ہے" وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ " (۲/۲۵)" اور ان کے لیے ان باغوں میں ستھری بیویاں ہیں" نبی اکرم ﷺ کے روضۂ مقدسہ سے بڑھ کر کس کی قبر جنت کا باغ ہوگی۔؟

---

[1] عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (دار الکتب العلمیہ، بیروت) ۲/۱۴۹

[2] ایضاً ۲/۱۴۹

[3] محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ: شرح مواہب لدنیہ (طبع ۱۲۹۲ھ) ۶/۱۹۶

احادیث مبارکہ

قاضی شوکانی کہتے ہیں: حدیث صحیح میں ہے۔ ''اَلانبِیَاءُ اَحیَاءٌ فِی قُبُورِھِم'' انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور اس مسئلے پر ایک رسالہ (حیات الانبیاء) تصنیف کیا ہے۔[1]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کہ یہ وہ دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر جو بھی درود بھیجے گا اس کا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو جائے، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا کہ وصال کے بعد بھی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

''فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرزَقُ'' اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔[2]

اس حدیث کو امام ابنِ ماجہ نے کتاب الجنائز کے آخری باب میں روایت کیا ابن قیم، امام طبرانی کے حوالے سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی حدیث نقل کرنے کے بعد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لَیسَ مِن عَبدٍ یُصَلِّی عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِی صَوتُہ حَیثُ کَانَ''[3]

جو بندہ مجھ پر درود بھیجے گا اس کی آواز مجھے پہنچے گی چاہے وہ کہیں بھی ہو۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے

---

[1] محمد بن علی شوکانی، قاضی: نیل الاوطار (مصطفےٰ البابی، مصر) ۱۰۸/۵

[2] محمد بن یزید بن ماجہ، امام: سنن ابن ماجہ (نور محمد، کراچی) ص ۱۱۸

[3] محمد بن القیم جوزیہ: جلاء الافہام (نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۶۳

درود بھیجنا چاہیے اور درود شریف آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہیں۔[1]

مزید کہتے ہیں:

محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وصال کے بعد زندہ ہیں اور اپنی اُمت کی نیکیوں سے مسرور ہوتے ہیں اور یہ کہ انبیاء کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی، جب کہ مطلق ادراک مثلاً علم اور سننا تمام مُردوں کے لیے ثابت ہے۔[2]

حضرت ملا علی قاری حدیث شریف ''فَنَبِيَّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

نبی اللہ سے جنس انبیاء بھی مُراد ہو سکتی ہے (جو تمام انبیاء کو شامل ہے) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف کامل ترین فرد (نبی اکرم ﷺ) مراد ہوں، پہلا احتمال متعین ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو، جیسے کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں، امام بیہقی نے فرمایا: انبیاء کرام کا مختلف اوقات میں متعدد جگہوں میں تشریف لے جانا عقلاً جائز ہے جیسے کہ نبی صادق ﷺ کی حدیث وارد ہے۔[3]

یہ حدیث معراج کی طرف اشارہ ہے، جس میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا، پھر انہیں بیت المقدس اور اس کے بعد آسمانوں میں دیکھا۔

---

[1] محمد بن علی شوکانی، قاضی: نیل الاوطار (مصطفیٰ البابی، مصر) ۳/۲۸۳

[2] ایضاً: ۳/۲۸۳

[3] علی بن سلطان محمد القاری: مرقاۃ المفاتیح (مطبوعہ ملتان) ۳/۲۴۱

شواہد

حدیث، تفسیر اور سیرت کی کتابوں میں اس حقیقت کے بکثرت شواہد ملتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

(تدفین کے وقت) نبی اکرم ﷺ کی قبر انور سے، سب سے آخر میں نکلنے والے صحابی نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو قبر میں دیکھا کہ آپ ہونٹ ہلا رہے تھے، میں نے سننے کے لیے کان قریب کیا تو آپ فرما رہے تھے ''رَبِّ اُمَّتِیْ رَبِّ اُمَّتِیْ'' یا اللہ! میری امت کو بخش دے، یا اللہ میری امت کو بخش دے۔[1]

امام ابونعیم اصبہانی (م ۴۳۰ھ) حضرت سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں:

واقعہ حرہ (جب یزید کی فوجوں نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی) کے موقع پر مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی نہیں تھا، جب بھی نماز کا وقت آتا تو میں قبر انور سے اذان کی آواز سنتا تھا، پھر میں تکبیر کہہ کر نماز پڑھتا تھا، اہل شام گروہ در گروہ مسجد میں داخل ہوتے اور کہتے اس بوڑھے مجنون کو دیکھو۔[2]

امام دارمی (م ۲۵۵ھ) حضرت سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں:

حرہ کے زمانے میں تین دِن تک مسجدِ نبوی میں اذان اور تکبیر نہیں کہی گئی، حضرت سعید بن مسیب مسجد میں ہی رہے انہیں نبی اکرم ﷺ کے روضہ انور سے اذان کی آواز سن کر ہی نماز کے وقت کا پتہ چلتا تھا۔[3]

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ، فارسی (مطبوعہ سکھر) ۲/۴۴۲

[2] ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی، امام: دلائل النبوۃ (عالم الکتب، بیروت) ص ۲۰۶

[3] عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی، امام: سنن الدارمی (دار المحاسن، قاہرہ) ۱/۴۳

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

ایک جماعت نے نبی اکرم ﷺ یا دیگر اولیاء کی قبروں سے سلام کا جواب سنا اور سعید بن مسیب، حرہ کی راتوں میں قبر سے اذان سنا کرتے تھے یہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات یہ سب حق ہیں، ہماری ان میں بحث نہیں ہے اور معاملہ اس سے کہیں بڑا اور برتر ہے۔[1]

امام علامہ نسفی فرماتے ہیں:

ایک بدوی نبی اکرم ﷺ کی تدفین کے بعد حاضر ہوا اور اس نے اپنے آپ کو آپ کی قبر انور پر گرا دیا اور روضہ اقدس کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا اور ہم نے سنا اور آپ پر جو نازل ہوا اس میں یہ بھی تھا'' وَلَو اَنَّهُم اِذ ظَّلَمُوا اَنفُسَهُم '' (الآیہ) اور میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے میری مغفرت کی دُعا فرمائیں اسے قبر انور سے ندا دی گئی کہ تمہیں بخش دیا گیا۔[2]

یہی روایت امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں معمولی اختلاف کے ساتھ بیان کی۔[3]

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ کا جنازہ روضۂ نبوی کے دروازے پر لایا گیا اور عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ پر سلام ہو! یہ ابوبکر دروازے پر حاضر ہیں اچانک دروازہ کھل گیا اور قبر انور سے آواز آئی:'' اَدخِلُوا الحَبِيبَ اِلَى الحَبِيبِ ''حبیب کو حبیب کو

---

[1] ابن تیمیہ الحرانی، علامہ: اقتضاء الصراط المستقیم (مکتبہ سلفیہ، لاہور) ص ۳۷۱

[2] عبداللہ بن احمد نسفی، امام: تفسیر نسفی (دار الکتاب العربی، بیروت) ۱/۲۳۴

[3] محمد بن احمد القرطبی، امام: الجامع الاحکام القرآن (دار احیاء التراث العربی، بیروت) ۵/۲۶۵

کے پاس لے آؤ۔[1]

ائمہ اسلام کے ارشادات

نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں ائمہ اسلام کے ارشادات اتنے زیادہ ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا، ذیل میں چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

امام علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں:

ہمارے علماء فرماتے ہیں: روضۂ رسول کی زیارت کرنے والا یہ خیال کرے کہ نبی اکرم ﷺ حیات ہیں اور میں آپ کے سامنے حاضر ہوں، کیونکہ آپ کی حیاتِ طیبہ اور وصال فرمانے میں فرق نہیں ہے یعنی اُمت کے مشاہدہ کرنے، ان کے احوال، نیتوں، عزائم اور خیالات کے پہچاننے میں، یہ سب آپ کے نزدیک ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔[2]

علامہ قسطلانی (شارح بخاری) نے بھی بعینہٖ یہی تصریح فرمائی ہے۔[3]

علامہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

ان عبارات اور احادیث کے مجموعے سے ثابت ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ جسمانی اور رُوحانی طور پر زندہ ہیں اور آپ تصرف فرماتے ہیں اور اطرافِ زمین اور عالمِ بالا میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں اور آپ اسی حالت میں ہیں جو آپ کے وصال سے پہلے تھی اور آپ کی کسی چیز میں تبدیلی نہیں آئی اور آپ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، جیسے فرشتے جسمانی طور پر زندہ ہونے کے باوجود نظروں سے پوشیدہ کیے گئے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو آپ کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہتا ہے تو اسکے لیے پردے اُٹھا دیتا

---

[1] محمد بن عمر، ابو عبداللہ، فخر الدین رازی۔ التفسیر الکبیر (عبدالرحمٰن محمد، مصر) ۳۱/۸۶

[2] ابن الحاج، امام: المدخل (دار الکتاب العربی، بیروت) ۱/۲۵۲

[3] احمد بن القسطلانی، امام: مواہب لدنیہ مع شرح الزرقانی (مطبوعہ مصر ۱۲۹۱ھ) ۸/۳۴۸

ہے تو وہ آپ کی ہو بہو اسی حالت میں زیارت کرتا ہے جو آپ کو حاصل ہے، اس سے کوئی امر مانع نہیں ہے اور یہ کہنے کا بھی کوئی سبب نہیں ہے کہ مثال کی زیارت ہوتی ہے۔[1]

حضرت علامہ ملا علی قاری، حدیث شریف ''مَامِنْ مُسْلِمٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ (اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کے مشاہدہ میں) محو ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی روح شریف کو متوجہ فرماتا ہے، تاکہ آپ سلام عرض کرنے والے کے دلِ ناتواں کی پاسداری کے لیے سلام کا جواب عنایت فرمائیں، ورنہ معتمد عقیدہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں جیسے کہ دیگر انبیاء کرام اپنی قبروں میں اپنے رب کی بارگاہ میں زندہ ہیں، اور ان کی ارواح مقدسہ کا دُنیا اور عالمِ بالا سے تعلق ہے جیسے کہ دنیاوی زندگی میں تھا وہ قلب کے اعتبار سے عرشی ہیں اور جسمانی طور پر زمین پر تشریف فرما ہیں۔[2]

علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

مکمل حدیث امام طبرانی نے روایت کی ہے کہ جو نبی بھی رحلت فرماتے ہیں، وہ چالیس صبح اپنی قبر میں ٹھہرتے ہیں یہاں تک کہ ان کی روح ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور میں شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے ------- اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنی قبر میں مقیم نہیں رہتے بلکہ وہاں سے چلے جاتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء دوسرے مردوں کی طرح چالیس صبح سے

---

[1] عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (بیروت) ۲/۲۶۵

[2] علی بن سلطان محمد القاری، امام: شرح شفاء (دار الفکر، بیروت) ۳/۳۹۹

زیادہ بحالت میت نہیں رہتے بلکہ اُن کی رُوح ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور وہ زندہ ہوتے ہیں، اس مطلب کا چالیس دن کے بعد قبر سے نکلنے کے دعوے کے ساتھ کیا تعلق؟ قبر میں زندہ ہونے کو باہر نکلنا لازم نہیں ہے ------ میں انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات کا قائل ہوں۔[1]

اس مدت کے سلسلے میں مختلف روایات ہیں۔

علامہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

امام الحرمین نے نہایہ میں پھر امام رافعی نے اس کی شرح میں فرمایا: مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کی بارگاہ میں اس سے زیادہ عزت والا ہوں کہ مجھے تین دن کے بعد قبر میں چھوڑ دے، امام الحرمین نے اضافہ فرمایا ------ ایک روایت میں ہے کہ دو دن سے زیادہ، ابوالحسن ابن زاغونی حنبلی نے اپنی بعض کتابوں میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کو ان کی قبر میں آدھ دن سے زیادہ نہیں چھوڑتا۔[2]

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

انبیاء کرام کی زندگی اتفاقی مسئلہ ہے، کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے اور یہ جسمانی، دنیاوی اور حقیقی زندگی ہے، شہداء کی طرح معنوی اور روحانی نہیں ہے۔[3]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

میں نے محسوس کیا کہ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ اپنی روح کو اپنے جسم کی صورت میں قائم کر سکتے ہیں، اسی طرف نبی اکرم ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ

---

[1] سید محمود آلوسی، علامہ: روح المعانی (مطبوعہ ایران) ۲۲/۳۶

[2] عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (بیروت) ۲/۲۶۴

[3] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: اشعۃ اللمعات، فارسی (مطبوعہ سکھر) ۱/۶۱۳

انبیاء کرام کو (حقیقی) موت نہیں آتی، وہ اپنی قبروں میں ہوتے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ وغیر ذلک۔[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

فقیر غفرلہٗ المولی القدیر نے اس رسالہ (حیات المواۃ) میں یہ التزام بھی رکھا کہ جو آثار واحادیث واقوال علمائے قدیم وحدیث خاص حضور پر نور سید عالم حی، باقی، روح مجسم ﷺ کی حیات عالی وعلم عظیم وسمع جلیل وبصر کریم میں وارد، انہیں ذکر نہ کرے، تین وجہ سے:

اولاً: مسلمانوں پر نیک گمان کہ خاص حضور اقدس ﷺ کو، کوئی کلمہ گو مثل سائر اموات نہ جانے گا۔

ثانیاً: واللہ! فقیر کو حیا آئی کہ حضور پر نور ﷺ کا نام ایسی بحث لا ونعم میں بطور خود شامل کرے، ہاں دوسرے کی طرف سے ابتدا ہو تو اظہار حق میں مجبوری ہے۔

ثالثاً: وہاں دلائل کی وہ کثرت کہ نطاقِ نطق، بیان سے عاجز، پھر انہیں اقوال پر قناعت بس کہ جس سرکار کے غلام ایسے، العظمۃ للہ! اس کا پوچھنا ہی کیا ہے؟ آخر انہیں یہ مدارج ومعارج کس نے عطا کیے؟ اسی سرکار ابد قرار نے ﷺ۔[2]

مکہ معظّمہ سے

مکہ معظّمہ کے جلیل القدر عالم، عظیم محدث، علامہ سید محمد علوی مالکی فرماتے ہیں:

برزخی زندگی، حقیقی زندگی ہے، اس پر واضح آیات اور احادیث صحیحہ مشہورہ دلالت کرتی ہیں۔

---

[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ: فیض الحرمین (طبع کراچی) ص ۸۴

[2] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ، (سنی دار الاشاعت، مبارکپور، انڈیا) ۴/ ۳۰۵

یہ حقیقی زندگی اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انہیں موت کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے، جیسے کہ قرآن پاک میں ہے:

''وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ''[1]

اے حبیب! ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی۔

''اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ''[2]

بے شک آپ پر موت آنے والی ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔

(منافات اس لیے نہیں کہ ہر ذی روح پر ایک دفعہ موت آتی ہے، اس کے بعد اسے زندگی دی جاتی ہے ۱۲۔ شرف قادری)

ہم نے جو کہا ہے کہ برزخی زندگی، حقیقی زندگی ہے، تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ زندگی خیالی یا مثالی نہیں ہے، جیسے کہ بعض ملحدین گمان کرتے ہیں، جن کی عقلوں میں صرف چشم دید چیزوں پر ایمان لانے کی گنجائش ہے، انسانی تصور سے ماورا اُمورِ غیبیہ پر ایمان لانے کے لیے وہ تیار نہیں ہوتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کیفیت کو ماننے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں۔

ہم جو کہتے ہیں کہ، برزخی زندگی حقیقی ہے، اس کے مطلب میں معمولی سوجھ بوجھ والا آدمی بھی چند لمحے غور کرے تو اسے ذرہ برابر اشکال نہیں رہے گا، حقیقی زندگی کا مطلب اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ زندگی باطل اور وہمی نہیں ہے، جیسے کہ بعض اوقات عالمِ برزخ اور عالمِ آخرت اور دوسرے جہانوں کے احوال، مثلاً حشر و نشر اور حساب و کتاب کے احوال کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے ------- احادیث اور آثار کثیرہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مردہ خواہ وہ مومن ہو یا کافر، سنتا ہے، محسوس کرتا ہے اور پہچانتا ہے۔[3]

۱؎ القرآن: الانبیاء ۲۱/۳۴ ۲؎ القرآن: الزمر ۳۹/۳۰

۳؎ سید محمد علوی مالکی، علامہ: مفاهيم يجب ان تصحح (مطبوعہ دبئی) ص ۱۵۹

عظیم محدث علامہ سید محمد علوی مالکی تصریح فرماتے ہیں:

انبیاء کرام کی زندگی بلند و بالا ہے اور ہمیں اس کے ثابت کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ برزخی زندگی، حقیقی زندگی ہے اور نصوص ثابتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میت، مومن ہو یا کافر سنتا، محسوس کرتا ہے اور جانتا ہے اور یہ کہ زندگی، رزق اور روحوں کا جنت میں داخل ہونا شہید کے ساتھ خاص نہیں ہے، یہی وہ صحیح مذہب ہے جس کے ائمہ دین اور جمہور اہل سنت قائل ہیں، اس لیے انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی کا بیان کرنا ضروری نہیں ہے، یہ آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے اور محتاج اثبات نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ بیان کیا جائے کہ ان کی زندگی بلند و بالا اور کامل و مکمل ہے جیسے کہ روئے زمین پر رہنے والے لوگوں کی زندگیوں کے مراتب، مقامات اور درجات مختلف ہیں۔[1]

حیات انبیاء علیہم السلام پر دلالت کرنے والی متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

احادیث مذکورہ اور دیگر احادیث سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کی وفات کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب کر دیے گئے ہیں اور ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے، اگر چہ وہ موجود اور زندہ ہیں، جیسے کہ فرشتے زندہ اور موجود ہیں لیکن ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔[2]

علماء دیو بند

المہند ایک مختصر رسالہ ہے جس پر مولوی اشرف علی تھانوی مولوی محمود حسن وغیرہ

۱۔ سید محمد علوی مالکی، علامہ: مفاهيم يجب ان تصحح (مطبوعہ دبئی) ص ۱۶۵

۲۔ ایضاً

چوبیس اکابر علماء دیو بند کے تائیدی دستخط ہیں، اس میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کی زندگی دنیاوی ہے لیکن آپ مکلّف نہیں ہیں اور یہ زندگی نبی اکرم ﷺ، تمام انبیاء صلوٰت اللہ علیہم اور شہدا کے ساتھ مختص ہے اور برزخی نہیں ہے جو کہ تمام مومنوں بلکہ تمام انسانوں کو حاصل ہے۔[1]

مولوی محمد قاسم نانوتوی، بانی دار العلوم دیو بند، اپنی منفرد تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حیاتِ نبوی بوجہ ذاتیت، قابلِ زوال نہیں اور حیات مؤمنین بوجہ عرضیت قابلِ زوال ہے، اس لیے وقتِ موت حیاتِ نبوی صلعم[2] زائل نہیں ہوگی ہاں مستور ہو جائے گی اور حیاتِ مؤمنین ساری یا آدھی، تہائی زائل ہو جاوے گی، سو درصورت تقابل عدم و ملکہ اس استتار حیات میں رسول اللہ صلعم کو تو مثلِ آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوفِ قمر بے اوٹ میں حسب مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا۔[3]

حرفِ آخر

بعض معاندین یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام پر موت طاری ہی نہیں ہوتی، یہ محض افتراء ہے، حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جو شخص انبیاء علیہم السلام کے حق میں موت اور قبض روح کا مطلقاً انکار کرے وہ

---

[1] خلیل احمد انبیٹھوی   المہند (کتب خانہ رحیمیہ، دیو بند) ص ۱۳

[2] (نوٹ: نبی اکرم ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ پورا درود شریف لکھنا یا پڑھنا چاہیے، اختصار کے طور پر ص یا صلعم لکھنا جائز نہیں ہے۔ ۱۲، شرف قادری)

[3] محمد قاسم نانوتوی، مولوی: آب حیات (مکتبہ مجتبائی، پاکستان) ص ۲۰۸-۲۰۹

نصوص قرآنیہ اوراحادیث متواترہ کا منکراوردائرہ اسلام سے خارج ہے۔[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

انبیاء کو بھی اَجل آنی ہے ― لیکن ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اُسی آن کے بعد ان کی حیات ― مثل سابق وہی جسمانی ہے
رُوح تو سب کی ہے زندہ ان کا ― جسم پُرنور بھی روحانی ہے
اُس کی ازواج کو جائز ہے نکاح ― اُس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ ہیں حی ابدی ان کو رضا
صدق وعدہ کی قضا مانی ہے۔[2]

---

[1] احمد سعید کاظمی، علامہ سید: حیات النبی (مکتبہ فریدیہ ساہیوال) ص ۷۸

[2] احمد رضا بریلوی، امام: حدائق بخشش (حامد اینڈ کمپنی، لاہور) ۲/۵۲



باب نمبر2



معجزات وکرامات


Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہر شے کو پیدا کیا، پھر ہدایت عطا فرمائی، اور کائنات میں وہی حقیقی متصرف ہے، صلوٰۃ وسلام ہو تمام مخلوق سے افضل اور رسولوں کے سردار پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے روشن معجزے اور غالب دلائل عطا فرمائے اور آپ کی آل پاک، صحابہ کرام اور اولیائے امت پر جو برکتوں اور بلند کرامتوں والے ہیں۔

انسانی اختیار

بندوں کے اختیاری افعال کے بارے میں مختلف مذاہب ہیں، ان میں تین مشہور مذاہب یہ ہیں:

۱- معتزلہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے اختیاری افعال کا خالق ہے۔

۲- جبریہ کہتے ہیں کہ یہ افعال محض اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہیں، بندوں کا ان میں دخل ہے اور نہ اختیار، ان کے نزدیک بندہ پتھر کی حیثیت رکھتا ہے۔

۳- امام اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ بندے کا فعل اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے، بندے کو اللہ تعالیٰ نے قدرت عطا فرمائی ہے، جب وہ اس قدرت کو فعل کی طرف پھیر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا فرماتا ہے، لہذا اللہ تعالیٰ اس فعل کا خالق اور بندہ کاسب ہے۔[1]

خلق اور کسب

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ خلق اور کسب میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> بندے کا اپنے ارادہ اور قدرت کو فعل کی طرف پھیرنا کسب ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فعل کو پیدا کرنا خلق ہے، ایک مقدور دو قدرتوں کے تحت داخل

---

[1] عبدالعزیز پرہاروی، علامہ: نبراس (ہندیانی) ص ۲۰

ہے، لیکن دو مختلف جہتوں سے، پس فعل اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہے، ایجاد کے اعتبار سے اور بندے کی قدرت کے تحت داخل ہے کسب کے اعتبار سے[1]

اگر کسی کو وہم ہو کہ یہ تو شرک ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی اس فعل پر قادر ہے اور بندہ بھی قادر ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ دونوں قدرتوں میں فرق ظاہر ہے (اللہ تعالیٰ کی قدرت ایجاد سے متعلق ہے اور بندے کی قدرت کسب سے) نیز بندے کی قدرت اللہ تعالیٰ کی عطا اور تخلیق سے ہے، تو شرک کس طرح لازم آیا؟ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب بندے کی قدرت اور اس کا اختیار تسلیم کر لیا گیا تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ!) معزول اور معطل ہو جائے، تو اس کا یہ قول قابل توجہ نہیں ہے، اس لئے کہ اگر ہم انسان کی قدرت کا سرے سے انکار کر دیں تو ہمیں جبریہ کا مذہب اور یہ قول اختیار کرنا پڑے گا کہ انسان محض پتھر ہے (اور یہ مذہب باطل محض بلکہ کفر ہے)

خلاف عادت افعال کی قسمیں

انسان سے اکثر و بیشتر افعال معمول کے مطابق صادر ہوتے ہیں، لیکن بعض افعال معمول کے خلاف ہوتے ہیں، جنہیں خوارق کہا جاتا ہے، ان کی متعدد قسمیں ہیں، یہ افعال کس مدعی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں؟ اور ان افعال کی کتنی قسمیں ہیں اس کی تفصیل امام فخر الدین رازی سے سنئے! وہ فرماتے ہیں:

۱- کوئی شخص الٰہ (خدا) ہونے کا دعویٰ کرے، ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اس کے ہاتھ پر بلا مقابلہ خوارق ظاہر ہو سکتے ہیں، جیسے منقول ہے کہ فرعون الوہیت کا دعویدار تھا، اس کے ہاتھ پر خوارق ظاہر ہوتے تھے، اسی طرح دجال کے بارے میں بھی منقول ہے، ہمارے اصحاب نے فرمایا: یہ اس لئے جائز

---

[1] مسعود بن عمر تفتازانی، علامہ: شرح عقائد (لکھنؤ) ص ۶۲-۶۵

ہے کہ اس کی شکل اور اس کا مخلوق ہونا اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے، لہذا اس کے ہاتھ پر خوارق کا ظاہر ہونا کسی التباس کا باعث نہیں ہوگا (یعنی اس سے اس کی سچائی کا شبہہ پیدا نہیں ہوگا، کیونکہ اس کا جھوٹا ہونا آفتاب سے زیادہ روشن ہے)۔

۲- کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے، اگر وہ سچا ہے تو اس کے ہاتھ پر خوارق کا ظاہر ہونا واجب ہے، انبیاء کرام کی نبوت کا اقرار کرنے والے جتنے علماء ہیں وہ سب اس پر متفق ہیں۔

۳- اگر وہ دعوائے نبوت میں جھوٹا ہے تو اس کے ہاتھ پر خوارق کا ظاہر ہونا جائز نہیں ہے اور اگر بالفرض ظاہر ہوں تو اس کا مقابلہ ضرور کیا جائے گا۔

۴- کوئی شخص ولایت کا دعویٰ کرے تو کرامات اولیاء کے قائلین کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ جائز ہے کہ کرامتوں کا دعویٰ کیا جائے اور دعوے کے مطابق کرامتیں ظاہر ہوں یا نہیں؟۔

۵- ایک شخص جادو اور شیطان کی اطاعت کا دعویٰ کرے، تو ہمارے اصحاب (اہل سنت و جماعت) کے نزدیک اس کے ہاتھ پر خوارق کا ظاہر ہونا جائز ہے، معتزلہ کے نزدیک جائز نہیں۔

۶- ایک عام آدمی جو کوئی بھی دعویٰ نہیں کرتا اس کے ہاتھ پر خوارق ظاہر ہوں تو اگر وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ (متبع شریف اور ولی) ہے تو یہ کرامات اولیاء کی صورت ہے، تو ہمارے اصحاب (اہل سنت و جماعت) اسے جائز قرار دیتے ہیں، ابوالحسین بصری اور اس کے شاگرد محمود خوارزمی کے علاوہ معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں (معتزلہ کرامات اولیاء کو نہیں مانتے)۔

۷- اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منحرف شخص کے ہاتھ پر خلاف معمول افعال

ظاہر ہوں تو اسے استدراج کہا جاتا ہے۔[1]

علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے خوارق کی تقسیم ایک دوسرے انداز میں کی ہے وہ فرماتے ہیں:

خوارق کی سات قسمیں ہیں، (۱) معجزہ: اولیاء کرام کے لئے۔ (۲) کرامت: اولیاء کرام کے لئے (۳) معونت: عام مومن کے لئے جو فاسق ہے اور نہ ہی ولی (۴) ارہاص: نبی کے لئے اعلانِ نبوت سے پہلے، جیسے پتھر نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا کرتے تھے، بعض نے اسے کرامت میں شامل کیا ہے اور بعض نے اسے مجازاً معجزہ میں داخل کیا ہے (۵) استدراج: کافر اور نافرمان فاسق کے لئے جب کہ اس کی غرض کے مطابق ہو، اسے استدراج اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ اس شخص کو آہستہ آہستہ آگ تک پہنچاتا ہے (۶) اہانت: کافر کے لئے، جب کہ اس کی غرض کے خلاف ہو، جیسے مسیلمہ کذاب سے ظاہر ہوا، اس نے پانی میں کلی کی تو وہ کھاری ہو گیا اور بھینگے کی آنکھ کو چھوا تو وہ اندھا ہو گیا (۷) جادو: شریف نفس شیطانوں کی مدد سے مخصوص کام کرتا ہے۔[2]

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اور رسول ہو گا بنی سرائیل کی طرف (اور یہ کہے گا کہ) میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لایا ہوں کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے ایسی صورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اڑنے لگے گا اور میں مادر زاد اندھے اور برص والے کو تندرست کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔[3]

---

[1] فخر الدین رازی، امام: تفسیر کبیر، ۸۵/۲۱

[2] عبدالعزیز پرہاروی، علامہ: نبراس، ص ۴۳۰

[3] القرآن: آل عمران ۴۹/۳

موت کے فرشتے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آجائے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اسے قبض کرتے ہیں۔[1]

منتظم فرشتے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قسم ہے ان فرشتوں کی جو سختی کے ساتھ (کافر کی) جان کھینچیں، اور جو نرمی سے بند کھولیں اور (زمین و آسمان کے درمیان) تیریں اور (اطاعت کے لئے) تیزی سے آگے بڑھیں اور جو کام کی تدبیر کریں۔[2]

جبرائیل علیہ السلام نے بیٹا عطا کیا

حضرت جبرائیل علیہ السلام صحت مند انسان کی صورت میں حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے آئے اور فرمایا:

میں صرف تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، تاکہ تمہیں پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔[3]

ان آیات میں غور کیجئے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پرندے کے پیدا کرنے کی نسبت کی گئی، انہوں نے پھونک ماری اور وہ اڑنے لگا، مادرزاد نابینے، اور برص کے بیمار کو شفا دینے کی نسبت ان کی طرف کی گئی، ساتھ ہی یہ تصریح فرمادی کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا۔ اسی طرح روح کے قبض کرنے، مارنے اور نظام عالم کی تدبیر کی نسبت فرشتوں کی طرف اور بیٹا دینے کی نسبت حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف کی گئی۔

حالانکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کے فعل کی نسبت

---

[1] القرآن، الانعام ۶/ ۶۱ [2] القرآن، النازعات ۷۹/ ۱-۵ [3] القرآن، النازعات، ۲۶/ ۱۹

مخلوق کی طرف مطلقاً شرک ہو تو کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے؟ کہ قرآن پاک شرک پر مشتمل ہے، واللہ! ہرگز نہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ افعال مجازاً مخلوق کی طرف منسوب ہیں اور اس کے ساتھ اذن الٰہی کی قید بھی ہے تو یہ نسبت ہرگز شرک نہیں ہو سکتی۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

اس آیت اور دوسری آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ دونوں حق لازم وملزوم ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول گرامی کی عزت وحرمت کی وجہ ایک ہے، پس جس نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دی، اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی، جس نے آپ کی اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، کیونکہ امت اپنے اور اپنے رب کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے واسطے کے بغیر تعلق قائم نہیں کر سکتی، آپ کے علاوہ کسی امتی کے لئے کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے امر، نہی، خبر اور بیان میں آپ کو اپنا قائم مقام بنایا، لہذا ان امور میں سے کسی امر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم کے درمیان فرق نہ کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

یہ بھی لکھتے ہیں:

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے ہدایت عطا فرمائی، اور آپ کی بدولت اندھیروں سے نور کی طرف نکالا، آپ کی رسالت وسفارت کی برکت سے ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا فرمائی، اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کا وہ بلند مرتبہ ہے جس کو پہچاننے اور بیان کرنے سے عقلیں اور زبانیں قاصر ہیں۔[2]

---

[1] ابن تیمیہ: الصارم المسلول (دار الفکر) ص ۴۱

[2] ایضاً: .... ص ۲

احسان الٰہی ظہیر کہتے ہیں:

جب تک شیخ عبدالقادر ماذون ومختار، متصرف، محیی، ممیت (زندگی اور موت دینے والے) معطی اور موصل رہیں گے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں مانگی جائے گی اور اس سے استمداد، استعانت اور اس پر توکل کیوں ہوگا؟ انسان نے جو کچھ مانگنا ہے، شیخ عبدالقادر جیلانی سے مانگ لے گا، معاذ اللہ!-[1]

اس منطق کے مطابق تو کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیماریوں سے شفا دینے والے، مردوں کو زندہ کرنے والے اور فرشتہ موت دینے والا، روح قبض کرنے والا، کائنات کی تدبیر کرنے والا اور جبرائیل امین علیہ السلام بیٹا دینے والے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ سے دعا اور استعانت کی ضرورت ہی نہیں رہے گی، انسان جو کچھ مانگنا چاہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا فرشتوں سے مانگ لے، کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے؟ کہ معاذ اللہ قرآن پاک بھی شرک سے بھرا ہوا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بیٹا عطا فرمایا، لیکن حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطے سے، جیسے غزوۂ بدر میں صحابہ کرام کی امداد فرشتوں کے واسطے سے فرمائی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو اور دشمن تم پر فوری طور پر حملہ آور ہو جائیں تو تمہارا رب تمہیں پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کے ذریعے امداد دے گا۔[2]

پس حقیقت میں امداد کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اس کی امداد فرشتوں کے ہاتھوں ظاہر ہوئی ---- کیا کوئی عقل مند یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے لئے فرشتوں کی امداد

---

[1] ظہیر — البریلویۃ، ص ۴۳
[2] القرآن — آل عمران، ۳/۱۲۵

کافی ہے، اللہ تعالیٰ کی امداد کی کیا ضرورت ہے؟

اسی طرح اگر کسی انسان کا مقصد اللہ کے ولی کی دعا یا اس کے ہاتھوں پورا ہو جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی امداد ہے، لیکن ولی کے واسطے سے، اور اگر ولی کے "قُم بِاِذنِ اللّٰه" کہنے سے کوئی مردہ زندہ ہو جائے یا کوئی گستاخ، سراپا عناد ولی کے قہر و غضب کا نشانہ بن کر ہلاک ہو جائے، تو حقیقۃً زندہ کرنے والا اور مارنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، ولی تو اس کی زندگی یا موت کا سبب بنا ہے اور سبب کی طرف نسبت مجاز عقلی ہے، جو قرآن پاک میں بکثرت واقع ہے۔

اس بحث کی ابتدا میں گزر چکا ہے کہ بندہ اپنے افعال اختیاریہ کا، کاسب ہے اور کسب یہ ہے کہ بندہ اپنے ارادہ اور قدرت کو فعل کی طرف پھیر دیتا ہے، اس کے بعد وہ فعل اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے موجود ہوتا ہے، اسی لئے درحقیقت التجاء، استعانت اور استمداد اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتی ہے، اگرچہ بظاہر اس کی مخلوق اور بندوں سے ہو، یہ وہ گہرا راز ہے، جس تک ناقص عقل والوں کی رسائی نہیں ہوتی۔

سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں، ان کی فارسی عبارت کا خلاصہ یہ ہے:

اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے اس طرح مدد طلب کرنا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ سمجھا جائے حرام ہے، اور اگر توجہ محض اللہ تعالیٰ کی امداد کی طرف ہو، نظام اسباب اور اللہ تعالیٰ کی حکمت پر نظر کرتے ہوئے اس غیر کو اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر قرار دیا جائے اور اس سے ظاہر کے اعتبار سے مدد طلب کی جائے تو راہ عرفان سے بعید نہیں ہے اور شریعت میں جائز ہے، مخلوق سے ایسی استعانت انبیاء اور اولیاء نے کی ہے، اور حقیقت میں یہ استعانت اللہ تعالیٰ سے ہے، نہ کہ اس کے غیر سے۔[1]

---

[1] عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: تفسیر عزیزی (دہلی) ۸/۱

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اگر کوئی پاکستانی اپنے حقوق اور مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کے وزیراعظم سے مدد طلب کرے تو وہ سزا کے لائق ہے اور اسے ملک کا غدار قرار دیا جائے گا، لیکن اگر کسی صوبے کے وزیراعلیٰ یا گورنر سے مدد طلب کرے تو یہ حکومت پاکستان ہی کی طرف رجوع ہوگا، کوئی سچا پاکستانی اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پاکستان کے دشمنوں کی طرف رجوع کرے، پس اللہ واحد قہار بھی اس بات کو پسند نہیں فرمائے گا کہ اس کا کوئی بندہ شیطانوں یا بتوں سے مدد طلب کرے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں، لیکن اگر کوئی شخص اس کے انبیاء اور اولیاء سے مدد طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض نہیں ہوگا کیونکہ وہ شخص درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا اعجاز اور تصرف واختیار

نبی اکرم ﷺ کے معجزات حد شمار سے باہر ہیں، علماء اسلام نے آپ کے معجزات کے بیان کے لئے کثیر کتابیں لکھی ہیں، ان میں سے بعض تو کئی کئی جلدوں میں ہیں، ان معجزات کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے، ہم چند معجزات کا ذکر کرتے ہیں۔

چار وزیر

امام ابونعیم ''حلیۃ الاولیاء'' میں اور امام طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

> بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں چار وزیروں سے تقویت عطا فرمائی ہے، دو آسمان والوں میں سے ہیں، جبرائیل اور میکائیل اور دو ابوبکر اور عمر زمین والوں میں سے ہیں۔[1]

وزراء تو بادشاہوں کے ہوتے ہیں، تو یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ

---

[1] احمد بن حجر مکی، علامہ: الصواعق المحرقۃ (مکتبۃ القاہرۃ) ص ۸۷

نے نبی اکرم ﷺ کو آسمانوں اور زمینوں کا بادشاہ بنایا ہے، کیوں نہ ہو، جب کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں۔

امام بیہقی حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اس کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ابوالقاسم ﷺ ہیں۔[1]

امام حاکم نیشاپوری نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔[2]

چابیاں عطا کی گئیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہمیں جوامع الکلم (جن کے الفاظ مختصر لیکن معانی بہت وسیع) کے ساتھ بھیجا گیا، ہمیں رعب کے ساتھ مدد دی گئی، ہم محو خواب تھے کہ زمین کی چابیاں لا کر ہمارے ہاتھ میں دے دی گئیں۔[3]

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برسر منبر ارشاد فرمایا:

بے شک ہمیں زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں (بخاری و مسلم)[4]

امام ترمذی اور دارمی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن عزت و کرامت اور چابیاں ہمارے ہاتھ میں ہوں گی اور اس دن لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔[5]

---

1. عبدالرحمٰن بن ابو سیوطی، امام: الخصائص الکبری (فیصل آباد) ۲/۱۹۸
2. حاکم نیشاپوری، امام: المستدرک (بیروت) ۳/۵۶۸
3. مسلم بن حجاج قشیری، امام: مسلم شریف، عربی (دہلی) ۱/۱۹۹
4. ولی الدین محمد بن عبداللہ، امام: مشکوٰۃ شریف، عربی (کراچی) ص ۵۴۸
5. محمد بن عبداللہ الخطیب، امام: مشکوٰۃ شریف، ص ۵۱۴

رسول اللہ ﷺ کو تین دعائیں عطا کی گئیں، جو یقیناً قبول ہوں گی، آپ ﷺ فرماتے ہیں:

میں نے عرض کیا: اے اللہ! میری امت کو بخش دے، اے اللہ! میری امت کو بخش دے اور تیسری دعا ہم نے اس دن کے لئے محفوظ کر لی جس دن تمام مخلوق یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام ہماری طرف رجوع کریں گے۔[1]

حدیث شریف میں ہے: ''اللہ کی قسم! ہم کسی کو عطا نہیں کرتے اور ہم کسی کو انکار نہیں کرتے، ہم تو صرف تقسیم کرنے والے ہیں، ہم اس جگہ مال رکھتے ہیں، جہاں ہمیں حکم دیا گیا ہے'' اس حدیث کی شرح میں ابن قیم لکھتے ہیں:

پس آپ ان خزانوں میں خالص امر کے تحت تصرف کرتے ہیں، اس خالص عبد کی طرح جس کا وظیفہ اپنے آقا کے احکام کو نافذ کرنا ہے۔[2]

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ہمیں زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں، اس حدیث کی شرح میں علامہ مناوی فرماتے ہیں:

یا تمام جہان کے خزانے مراد ہیں، لوگ جتنی مقدار کے مستحق ہیں، انہیں عطا فرماتے ہیں، پس جہان میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہ عطا فرماتے ہیں جن کے ہاتھ میں چابی ہے، جس طرح علم غیب کلی کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں، انہیں وہی جانتا ہے، اس نے اپنے حبیب ﷺ کو خاص طور پر عطیات کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی ہیں، لہذا ان میں سے جو چیز بھی ملتی ہے، آپ ہی کے ہاتھ سے ملتی ہے۔[3]

---

[1] مسلم بن حجاج قشیری، امام: صحیح مسلم، ۱/۲۷۳

[2] ابن قیم جوزیہ: طریق الہجرتین (قطر) ص ۱۷

[3] محمد عبدالرؤف مناوی، امام: فیض القدیر شرح جامع صغیر، ۱/۵۶۴

یہ بھی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اختیار دیا کہ نبی عبد بنیں یا بادشاہ نبی بنیں، آپ نے پہلے مرتبے کو اختیار کیا اور زمین کے خزانوں میں تصرف کو ترک فرمایا، اس کے عوض آپ کو آسمان کے خزانوں میں تصرف عطا کیا گیا، غروب کے بعد سورج لوٹا دیا گیا، چاند دو ٹکڑے کیا گیا، شیطانوں کو شہاب مارے گئے، آسمانوں کے دروازے کھل گئے، بارش عطا کی گئی اور روک دی گئی، ہوائیں چلائی گئیں، اور روک دی گئیں، بادل نے سایہ کیا اور دیگر خوارق ظاہر ہوئے۔[1]

امام ابو نعیم حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

ہمارے پاس جبرائیل امین تشریف لائے، انہوں نے ہمیں خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرشتوں سے امداد دی، ہمیں فتح و نصرت عطا فرمائی، ہمارے آگے رعب رکھ دیا، اور ہمیں سلطنت اور حکومت عطا فرمائی۔[2]

نبی اکرم ﷺ کے مقام شریف کے یہی لائق ہے، کیونکہ آپ دنیا اور آخرت میں تمام مخلوق کے ملجا و ماویٰ ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ ہم قیامت کے دن تمام لوگوں کے سید (سردار) ہیں، اس کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ کہا گیا ہے: سید وہ ہے جو اپنی قوم پر فائق (بلند و بالا) ہو اور جس کی طرف مشکلات میں رجوع کیا جائے، نبی اکرم ﷺ دنیا و آخرت میں تمام انسانوں کے سید (ملجا و ماویٰ) ہیں، قیامت کے دن کی

---

[1] محمد عبد الرؤف مناوی، امام: فیض القدیر شرح جامع صغیر، ۱/۱۴۸

[2] عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام: الخصائص الکبریٰ (فیصل آباد) ۲/۱۹۴

تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ اس دن آپ کے علاوہ کسی کی سرداری نہیں ہوگی اور سب آپ کو تسلیم کریں گے۔[1]

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو اگرچہ منکرین نے نبی اکرم ﷺ کی سیادت کا انکار کیا ہے، لیکن قیامت کے دن انکار نہیں کر سکیں گے، اس دن آپ ہی سب کے مرجع اور ماویٰ ہوں گے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

آج لے ان کی پناہ، آج مدد مانگ اُن سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

قصیدہ بردہ میں ہے:

نَبِیُّنَا الْاٰمِرُ النَّاهِیْ فَلَا اَحَدٌ
اَبَرَّ فِیْ قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمِ

ہمارے نبی ﷺ آمر (حکم دینے والے) بھی ہیں اور ناہی (منع کرنے والے) بھی، پس کوئی شخص ہاں یا نہیں کہنے میں آپ سے زیادہ سچا نہیں ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح میں کہتے ہیں

اس شعر کا معنی یہ ہے کہ (مخلوق میں) آپ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے پس آپ ہی حاکم ہیں، آپ پر (مخلوق میں سے) کوئی حاکم نہیں ہے، پس جب آپ کسی معاملے میں ہاں یا نہیں فرما دیں، اور آپ جو بھی فرمائیں گے وہ درست اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے موافق ہی ہوگا، اس وقت آپ کی مخالفت کوئی مانع ہی کر سکتا ہے، حالانکہ آپ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے جو آپ کے حکم کو روک سکے اور آپ کے حکم کو رد کر سکے، لہٰذا آپ جو فرماتے ہیں اس میں سب

---

[1] یحییٰ ابن شرف نووی، امام — شرح مسلم (کراچی) ۱/۲۴۵

سے زیادہ سچے ہیں۔[1]

محدث جلیل علامہ احمد بن حجر مکی فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے وہ خلیفہ ہیں کہ اس نے اپنے کرم کے خزانے اور نعمتوں کے دستر خوان آپ کے ہاتھ میں دے دئے ہیں، اور آپ کے ارادے کے ماتحت بنا دئے ہیں، آپ ان میں سے جسے چاہیں عطا فرمائیں اور جسے چاہیں منع فرمادیں۔[2]

علامہ قسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں:

آپ راز کا خزانہ اور امر کے نافذ کرنے کا مرکز ہیں، لہذا جو امر نافذ ہوگا آپ ہی سے ہوگا اور بھلائی بھی نقل کی جائے گی آپ ہی سے منقول ہوگی۔[3]

امام علامہ زرقانی مالکی فرماتے ہیں:

جب آپ کسی امر کا ارادہ فرمائیں تو اس کے خلاف نہیں ہوگا کائنات میں اس امر کو روکنے والا کوئی نہیں۔[4]

یہ بھی فرماتے ہیں:

مسلم شریف میں نبی اکرم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں شافی بھی آیا ہے، یعنی آپ بیماری اور تکلیف کو دور کرنے والے اور امت پر نازل ہونے والی ہر مصیبت کو دور کرنے والے ہیں۔[5]

غالباً اسی حدیث شریف کے پیش نظر درود تاج میں کہا گیا ہے:

''دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَم''

---

[1] احمد بن شہاب الدین خفاجی، علامہ: نسیم الریاض (بیروت) ۲/۳۵

[2] احمد بن حجر مکی، امام: الجوھر المنظم (مکتبہ قادریہ، لاہور) ص ۴۲

[3] احمد بن محمد قسطلانی، امام: مواہب لدنیہ مع شرح، ۱/۴۴

[4] محمد بن عبد الباقی زرقانی، علامہ: شرح زرقانی علی المواہب، ۱/۳۵

[5] ایضاً: ''''''' ۳/۱۵۲

ان احادیث اور اقوال ائمہ سے اہل ایمان موحدین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور حضور سید المرسلین ﷺ کے محب مسلمانوں کے دل راحت کی خنکی محسوس کرتے ہیں، بعض لوگ شان مصطفےٰ ﷺ کی رفعت سے متعلق ان تصریحات سے چیں بہ چیں ہوتے ہیں اور انہیں عقیدۂ توحید اور اسلام کے منافی قرار دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی پناہ! ایسی فکر سے۔

یہ ہیں ان کے امام مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی جو کائنات میں اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم کے اختیار اور آپ کی قدرت کی سرے سے نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔[1]

ان کا خیال ہے کہ وہ پرچم توحید بلند کر رہے ہیں، انہیں خبر نہیں کہ رسالت کی تنقیص کرنے سے پرچم توحید قائم ہی نہیں رہتا۔

آیئے! آپ کو سرکار دو عالم ﷺ کے اختیار کی وسعت دکھائیں، اگر آپ سنی حنفی ہیں تو امام علامہ ملا علی قاری اور شیخ محقق کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں اور اگر آپ غیر مقلد ہیں تو اہل حدیث کے سردار نواب صدیق حسن بھوپالی کی عبارت پڑھیں۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: سَلْ (مانگو) اس کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

یعنی ہم سے کوئی سی حاجت طلب کرو، کیونکہ یہی سخیوں کی شان ہے، نبی اکرم ﷺ سے زیادہ سخی کوئی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے انہیں بغیر کسی قید کے مطلقاً مانگنے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قدرت عطا فرمائی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے جو چاہیں عطا فرمائیں، اسی لئے ہمارے ائمہ نے نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ شمار کی ہے، کہ آپ جیسے چاہیں جس چیز کے ساتھ چاہیں مخصوص فرما دیں،

---

[1] محمد اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان ص ۴۷

جیسے آپ نے تنہا حضرت خزیمہ ابن ثابت کی گواہی دو گواہوں کے برابر قرار دی، اسے امام بخاری نے روایت کیا اور آپ نے ام عطیہ کو خاص طور پر آل فلاں کے بارے میں نوحہ کرنے کی اجازت عطا فرمائی، اسے امام مسلم نے روایت کیا۔

امام نووی فرماتے ہیں: شارع علیہ السلام کے لئے جائز ہے یہ عموم میں سے جو چاہیں خاص فرما دیں، جیسے ابو بردہ ابن نیار کو بکری کے چھ ماہ کے بچے کی قربانی کی اجازت عطا فرمائی۔

ابن سبع وغیرہ نے آپ کی یہ خصوصیت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین آپ کو عطا فرما دی ہے، آپ اس میں سے جتنی چاہیں اور جسے چاہیں عطا فرما دیں۔[1]

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جو حضرت ربیعہ کو فرمایا: سَلْ (مانگو) تو اس کا مطلب یہ ہے:

دنیا اور آخرت کی جو بھلائی چاہو، مانگ لو! نبی اکرم ﷺ نے جو مطلقاً فرمایا کہ مانگو! اور کسی خاص مطلوب کی قید نہیں لگائی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ نبی اکرم ﷺ کے دستِ ہمت وکرامت میں ہے، جو چاہیں اور جسے چاہیں اپنے رب کی اجازت سے عطا فرمائیں، شعر

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

دنیا اور آخرت آپ کی سخاوت کا ایک حصہ ہے
اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا بعض ہے

---

[1] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ — المرقاۃ شرح مشکوۃ (ملتان) ۲، ۳۲۳

اگر خیریت دنیا وعقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیاد ہر چہ می خواہی تمنا کن
اگر تم دنیا اور آخرت کی خیریت کی آرزو رکھتے ہو
تو آپ کی بارگاہ میں آؤ اور جو چاہو آرزو کرو[1]

یہ بعینہ وہی عبارت ہے جو شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں بیان کی ہے[2]

باطن میں تصرف

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف کی روشن ترین مثال وہ ہے جو امام مسلم نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

کہ میں مسجد میں تھا ایک شخص مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا، اس نے قراءت کی جو میرے لیے اجنبی تھی، پھر ایک دوسرا شخص داخل ہوا، اس نے پہلے شخص کی نسبت مختلف قراءت کی، جب میں نے نماز پوری کر لی تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے جو قراءت کی وہ مجھے اجنبی محسوس ہوئی، پھر دوسرا شخص آیا اس نے پہلے سے مختلف قراءت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حکم دیا، انہوں نے قراءت کی، آپ نے ان دونوں کے حال کی تحسین فرمائی میرے دل میں ایسا انکار پیدا ہوا جو دور جاہلیت میں بھی کبھی پیدا نہ ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر طاری ہونے والی کیفیت ملاحظہ فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر دست اقدس رکھ دیا، میں پسینے میں نہا گیا، اور میری حالت یہ ہو گئی کہ گویا میں اللہ

---

[1] صدیق حسن بھوپالی، نواب: مسک الختام (کانپور) ۱/ ۲۰۶
[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: اشعۃ اللمعات (سکھر) ۱/ ۲۰۶

اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔[1]

ایک دوسری روایت ملاحظہ کیجئے! ابن ہشام روایت کرتے ہیں:

کہ فضالہ ابن عمیر لیثی فتح مکہ کے سال بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا (وہ تو مسلم تھے اور ابھی باطن کا مکمل تزکیہ نہیں ہوا تھا) جب رسول اللہ ﷺ ان کے قریب ہوئے تو آپ نے فرمایا: کیا تم فضالہ ہو؟ عرض کیا: جی ہاں فضالہ ہوں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم دل میں کیا سوچ رہے تھے؟ عرض کیا: کچھ نہیں، میں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا، نبی اکرم ﷺ نے ہنستے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرو، پھر اپنا دستِ اقدس ان کے سینے پر رکھ دیا، تو ان کا دل پُرسکون ہو گیا، حضرت فضالہ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! میرے سینے سے دست مبارک اٹھانے سے پہلے یہ حالت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے کوئی چیز مجھے آپ سے زیادہ محبوب نہ تھی۔[2]

ایسی بہت سی مثالیں ہیں جو تھوڑی سی تلاش سے جمع کی جا سکتی ہیں۔

کلمۂ کن سے تصرف

یہ نبی اکرم ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ آپ نے کسی شخص کو فرمایا کہ تو اس طرح ہو جا! تو وہ اسی طرح ہو گیا۔

امام حاکم نے یہ حدیث روایت کی اور اسے صحیح قرار دیا، امام بیہقی اور طبرانی حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق سے روایت کرتے ہیں کہ حکم بن ابی العاص، حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا کرتا تھا، جب آپ گفتگو فرماتے تو وہ نقل اتارا کرتا تھا، حضور نبی

1۔ مسلم بن حجاج قشیری امام: مسلم شریف عربی، ۱/۳۷۲

2۔ عبدالملک بن ہشام، امام: السیرۃ النبویۃ مع الروض الانف (ملتان) ۲/۲۷۶

(ب) محمد سعید رمضان البوطی، ڈاکٹر: فقہ السیرۃ (بیروت) ص ۲۶۳

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح ہو جا! تو اس کا چہرہ مرنے تک اسی طرح بگڑا رہا۔[1]

امام بیہقی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، ایک شخص آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا منہ بگاڑ کر نقلیں اتار رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> تو اسی طرح ہو جا! (تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا) اس کے گھر والے اسے اٹھا کر لے گئے، دو ماہ اس کی یہی حالت رہی، جب بھی اسے افاقہ ہوا تو اس کا چہرہ اسی حالت میں تھا جس حالت میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نقلیں اتارتا تھا۔[2]

امام علامہ شعرانی فرماتے ہیں:

> نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے غزوۂ تبوک میں کلمۂ کن استعمال فرمایا، ایک تو جواز کے بیان کرنے کے لئے، دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ کو معجزات کے ظاہر کرنے کی اجازت تھی، یہ مسئلہ اسی قبیلے سے ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ابوذر ہو جا! تو وہ ابوذر ہو گئے، کھجور کی شاخ کو فرمایا: تو تلوار ہو جا! تو وہ تلوار بن گئی۔[3]

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

> پھر تجھ پر تکوین وارد ہوگی، تو یہ صریح اور بے غبار اذن سے ہوگی، راہنمایاں سورج کی طرح ظاہر ہوں گی، اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہوگی جو ہر لذیذ سے زیادہ لذیذ ہے اور ایسے سچے الہام سے ہوگی جو تلبیس سے خالی، نفس کے خیالات فاسدہ اور شیطان لعین کے وسوسوں سے پاک ہوگا۔
>
> اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا: اے ابن آدم! میں اللہ ہوں

---

[1] عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی، امام: الخصائص الکبریٰ (فیصل آباد) ۲/ ۹۷

[2] ایضاً ۲/ ۹۷

[3] عبد الوہاب شعرانی، علامہ: الیواقیت والجواہر (مصر) ۱/ ۱۴۷

میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں کسی چیز کو کہتا ہوں کہ ہو جا تو وہ پیدا ہو جاتی ہے، تو میری اطاعت کر، میں تجھے یہ مرتبہ عطا کر دوں گا کہ تو کسی چیز کو کہے گا کہ ہو جا تو وہ پیدا ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ نے یہ مرتبہ اپنے بہت سے انبیاء، اولیاء، اور خاص انسانوں کو عطا فرمایا۔[1]

علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا: آصف بن برخیا نے تختِ بلقیس میں تصرف کیا، اسے اس کی جگہ معدوم کیا، اور اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اسے موجود کیا کہ کسی کو اس کا احساس نہ ہو سکا، سوائے اس کے جو ہر آن میں حاصل ہونے والی جدید تخلیق کو جانتا تھا، اس کے وجود کا بعینہ وہی زمانہ تھا، جو اس کے عدم کا زمانہ تھا، اور ان میں سے ہر ایک، ایک آن میں تھا، آصف کا قول اور فعل زمانے کے اعتبار سے ایک ہی تھا، اس لئے کہ کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے کُن کے منزلہ میں ہے۔[2]

قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ کا تصرف

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سنو! ہم اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتے۔ اس حدیث کو امام ترمذی اور دارمی نے روایت کیا۔[3]

- نبی اکرم ﷺ کی محبوبیت کا مظاہرہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا: ہمارے حبیب کے پاس جاؤ اور انہیں کہو:

۱۔ عبد الوہاب شعرانی، سید امام: الیواقیت والجواہر (مصر) ۱/۱۰۳

۲۔ آلوسی، سید علامہ: روح المعانی (تہران) ۱۹/۲۰۵

۳۔ محمد بن عبد اللہ، شیخ ولی الدین: مشکوۃ شریف (کراچی) ص ۵۱۳

ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور آپ کو غمگین
نہیں کریں گے۔[1]

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

اللہ کی قسم! میں یہی دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کو جلد پورا فرما
دیتا ہے۔[2]

مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ طویل حدیث ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگ قیامت کے دن حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش فرمائیں، سب یہی فرمائیں گے یہ سفارش ہمارا کام نہیں ہے، آخر میں تمام لوگ سیدنا ومولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم فرمائیں گے:

ہم اس شفاعت کے لئے ہیں۔[3]

یہ شفاعت کبریٰ ہے جو ہمارے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہم روانہ ہو کر عرش مجید کے نیچے آئیں گے اور اپنے رب کریم کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی وہ حمدیں اور عمدہ ثنا کھول دے گا اور الہام فرمائے گا جو ہم سے پہلے کسی پر منکشف نہیں فرمائی، پھر فرمائے گا: اے حبیب! اپنا سر اٹھایئے، آپ مانگئے! آپ کو دیا جائے گا، آپ شفاعت کیجئے! آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، ہم سر اٹھائیں گے اور عرض کریں

---

[1] مسلم بن حجاج قشیری، امام: مسلم شریف، ۱/۱۱۳
[2] ایضاً: " ۱/۴۷۳
[3] ایضاً: " ۱/۱۱۰

گے: اے میرے رب، میری امت کو بخش دے، میری امت کو بخش دے، تو کہا جائے گا:

اے حبیب! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں ہے جنت کے دائیں دروازے سے جنت میں داخل کریں، آپ کے امتی دوسرے دروازوں میں دوسرے لوگوں کے شریک ہیں۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہم نے اپنی دعا اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ کر رکھی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ یہ دعا ہماری امت کے ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہراتے۔[2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

قیامت کے دن ہم جنت کے دروازے پر آئیں گے اور دروازہ کھولنے کا حکم دیں گے، خازنِ جنت کہے گا: آپ کون ہیں؟ ہم کہیں گے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو وہ کہے گا: مجھے آپ ہی کے لئے دروازہ کھولنے کا حکم دیا گیا ہے اور میں آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہیں کھولوں گا۔[3]

ایک روایت میں ہے:

پھر ہم شفاعت کریں گے، تو اللہ تعالیٰ ہمارے لئے حد مقرر فرما دے گا، ہم انہیں آگ سے نکال کر جنت میں داخل کریں گے۔[4]

یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرفات کی ایک جھلک ہے، قیامت کے دن

---

[1] مسلم بن حجاج قشیری، امام: مسلم شریف، ۱/۱۱۱

[2] ایضاً " ۱/۱۱۳

[3] ایضاً " ۱/۱۱۲

[4] ایضاً " ۱/۱۰۹

آپ کی سیادت اس طرح ظاہر ہوگی کہ کسی کے لئے آپ کی قدرت اور تصرف، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے مقام و مرتبہ کے انکار کی جرأت نہیں رہے گی، یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا، اس کے اذن اور اختیار دینے سے ہوگا، اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کو خرق عادت بہت سے تصرفات عطا فرمائے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی قدرت اور تصرف

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ '' یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب، حکم اور نبوت دی، اس کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

یاد رہے کہ مخلوق کے احکام کی تین قسمیں ہیں (دو قسمیں بیان کرنے کے بعد فرمایا) تیسری قسم انبیاء ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم و معارف عطا فرمائے جن کی بناء پر وہ مخلوق کے باطنوں اور روحوں میں تصرف کرتے ہیں، نیز انہیں وہ قدرت اور اختیار عطا فرمایا جس کی بنا پر وہ مخلوق کے ظواہر میں تصرف کرتے ہیں، چونکہ وہ ان دونوں صفتوں کے جامع ہیں، اس لئے وہ حاکم علی الاطلاق ہیں (یعنی ظاہر و باطن میں تصرف کرتے ہیں)۔[1]

امام محدث علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

پھر میں نے دیکھا کہ ابن عربی نے وہی تصریح کی جو ہم نے بیان کیا، کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کی زیارت روح اور جسم کے ساتھ ناممکن نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام زندہ ہیں، رحلت کے بعد ان کی روحیں ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں، اور انہیں (قبروں سے نکلنے اور عالم بالا و اسفل میں تصرف کی اجازت دی گئی ہے اور اس بات سے کوئی مانع نہیں

[1] فخر الدین رازی، امام: تفسیر کبیر، ۱۳/ ۶۸-۶۷

ہے کہ بہت سے لوگ ایک وقت میں آپ کی زیارت کریں، کیونکہ آپ سورج کی طرح ہیں (سورج کو بیک وقت بہت سے لوگ دیکھتے ہیں)۔[1]

انور شاہ کشمیری دیوبندی کہتے ہیں:

قوله ففقاعينه (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عزرائیل کی آنکھ پھوڑ دی) ان کی صرف آنکھ نکل گئی تھی، کیونکہ وہ ملک الموت تھے، ورنہ آپ کے غضب کے تھپڑ سے ساتوں آسمان پارہ پارہ ہو جاتے۔[2]

کرامات کے بارے میں مذاہب

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

جمہور مسلمانوں کے نزدیک اولیاء کی کرامت جائز ہے، اکثر معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں، استاذ ابو اسحاق کا میلان بھی ان کے مذہب کے قریب ہے، اسی طرح امام الحرمین نے فرمایا:

کرامات کو جائز قرار دینے والوں کے کئی مذاہب ہیں (۱) کرامت ولی کے قصد اور اختیار سے نہیں ہو سکتی (۲) کرامت دعوے کے مقتضا کے مطابق نہیں ہو سکتی، یہاں تک کہ اگر ولی ولایت کا دعویٰ کرے اور خرق عادت امور (کرامات) کا عقیدہ رکھے تو جائز نہیں اور کرامت واقع بھی نہیں ہو گی، بلکہ بعض اوقات مرتبہ ولایت ہی ساقط ہو جاتا ہے۔

(۳) کرامت نبی کے معجزے کی جنس سے نہیں ہو سکتی، جیسے دریا کا پھٹ جانا، عصا کا سانپ بن جانا اور مردوں کو زندہ کرنا، ان علماء نے کہا کہ اس اعتبار سے کرامت معجزات سے جدا ہوتی ہے۔

---

[1] (ا) احمد بن حجر مکی، امام: فتاویٰ حدیثیہ (مصر) ص ۲۵۶

(ب) عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاویٰ، ۲/۲۶۳

[2] محمد انور شاہ کشمیری: فیض الباری (قاہرہ) ۴/۲۷۶

امام الحرمین نے فرمایا: یہ سب مذاہب ناپسندیدہ ہیں، ہمارے نزدیک پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ کرامات کے میدان میں تمام خوارق عادت جائز ہیں، معجزات سے کرامات کا فرق یہ ہے کہ وہ نبوت کے دعوے سے خالی ہوتی ہیں، یہاں تک کہ اگر ولی نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہو جائے گا اور کرامت کا نہیں بلکہ لعنت اور اہانت کا مستحق ہوگا۔[1]

علامہ تفتازانی نے یہ بھی فرمایا:

ہاں کبھی بعض معجزات کے بارے میں نص قطعی وارد ہو جاتی ہے کہ کوئی شخص اس کی مثل نہیں لا سکتا، جیسے کہ قرآن پاک، لیکن یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ نبی کا ہر معجزہ ولی کی کرامت بن سکتا ہے۔[2]

اولیاء سابقین کی کرامات

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

کرامت کے واقع ہونے پر ہمارے پاس دو قسم کی دلیلیں ہیں، پہلی دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت مریم کا واقعہ نص سے ثابت ہے، اور یہ کہ جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام ان کے پاس عبادت گاہ میں جاتے تو ان کے پاس رزق پاتے، انہوں نے فرمایا: ''قَالَ يَا مَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا'' اے مریم! یہ تمہارے لئے کہاں سے ہے؟ حضرت مریم نے کہا: ''قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اسی طرح اصحاب کہف کا واقعہ اور ان کا غار میں کئی سال کھانے پینے کے بغیر ٹھہرنا اور آصف بن برخیا کا واقعہ اور ان کا تختِ بلقیس کو آنکھ جھپکنے سے پہلے لانا ہے۔[3]

---

[1] مسعود بن عمر تفتازانی، علامہ: شرح مقاصد (لاہور) ۲/۲۰۳

[2] ایضاً ۲/۲۰۳

[3] ایضاً ۲/۴-۲۰۳

کرامات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

صحابۂ کرام کی کرامات بہت ہیں، ان کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ انہیں ایمان کے ساتھ حضور سید عالم ﷺ کی صحبت میسر ہوئی، انہوں نے ہر ممکن طریقے سے دین متین کی خدمت اور اشاعت کی اور سید المرسلین ﷺ کے نقش قدم پر چلے، آیندہ سطور میں ان کی چند کرامات بیان کی جاتی ہیں۔

امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی فرماتے ہیں:

کرامات کے ثابت کرنے کی دلیل وہ آثار ہیں جو صحابۂ کرام، تابعین اور ان کے بعد والے اولیاء سے منقول ہیں، صحابۂ کرام میں سے امام ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا: (تمہارے علاوہ) میرے وارث تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، ام المؤمنین نے فرمایا: میرے دو بھائی تو محمد اور عبدالرحمٰن ہیں، دو بہنیں کونسی ہیں؟ میری تو ایک ہی بہن اسماء ہیں، فرمایا: دوسری بنتِ خارجہ (حضرت صدیق اکبر کی اہلیہ) کے پیٹ میں ہے، میرے دل میں القا کیا گیا ہے کہ وہ لڑکی ہے، تو ام کلثوم پیدا ہوئیں، صحابہ میں سے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''یَاسَارِیَۃُ الْجَبَلَ الْجَبَلَ'' اے ساریہ! پہاڑ کی طرف توجہ دو، پہاڑ کی طرف توجہ دو! اللہ تعالیٰ نے نہاوند میں ان کا کلام حضرت ساریہ کو سنا دیا، ان کا ایک واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے مصر کے دریائے نیل کے نام مکتوب ارسال کیا، تو وہ بند ہو جانے کے بعد جاری ہو گیا۔

صحابہ میں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، عبداللہ ابن سلام فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا میں انہیں سلام کرنے کے لئے حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا: بھائی! خوش آمدید، میں نے

اس کھڑکی میں رسول اللہ کی زیارت کی، آپ ﷺ نے فرمایا: عثمان! ان لوگوں نے تمہارا محاصرہ کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: انہوں نے تمہیں پیاس سے دوچار کر دیا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں، آپ نے ایک ڈول لٹکایا جس میں پانی تھا، میں نے سیر ہو کر پانی پیا، یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دو پستانوں اور کندھوں کے درمیان محسوس کی، پھر فرمایا: اگر چاہو تو تمہیں امداد دی جائے اور اگر چاہو تو ہمارے پاس افطار کرو، میں نے آپ کے پاس افطار کرنے کو پسند کیا، تو اسی دن آپ کو شہید کر دیا گیا۔[1]

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

کرامت کے واقع ہونے کی دوسری دلیل صحابۂ کرام، تابعین اور بعد کے اولیاء کی کرامات ہیں، جن کا (قدر مشترک) معنی متواتر ہے، اگرچہ تفصیلات خبر واحد کے ساتھ مروی ہیں، مثلاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر تشریف فرما ہوتے ہوئے نہاوند میں اپنا لشکر ملاحظہ فرمایا، یہاں تک کہ دو دفعہ ارشاد فرمایا: اے ساریہ! پہاڑ کی طرف توجہ دو، حضرت ساریہ نے ان کا کلام سنا، اسی طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زہر پی لیا اور زہر نے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا، حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات تو ان گنت ہیں۔

مختصر یہ کہ کرامات اولیاء کا ظہور انبیاء کرام کے معجزات کے ظہور کے قریب ہے، خواہش نفس کے بندے اہل بدعت اگر کرامات کا انکار کرتے ہیں، تو کوئی عجیب بات نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی ذوات سے کبھی کرامت کا صدور نہیں دیکھا اور نہ ہی اپنے پیشواؤں سے کرامت کا صادر ہونا سنا، جن کے

---

[1] عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (بیروت) ۲/۲۶۲

بارے میں ان کا گمان ہے کہ وہ کسی مرتبے پر فائز ہیں، حالانکہ یہ لوگ عبادتوں کے ادا کرنے اور گناہوں سے اجتناب کرنے میں کوشاں رہتے ہیں، یہ لوگ اصحاب کرامت اولیاء اللہ پر اعتراض کرتے ہیں، ان کی کھال ادھیڑتے ہیں، اور ان کے گوشت کھاتے (غیبت کرتے) ہیں، انہیں جاہل صوفیہ کا نام دیتے ہیں اور انہیں بدعتیوں کی صف میں شمار کرتے ہیں۔[1]

حضرات گرامی! آپ اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر ہرگز اعتراض نہ کریں، کیونکہ یہ زہر قاتل ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ!

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

مشائخ عارفین اور وارثانِ نبی اکرم ﷺ ائمہ نے فرمایا: اولیاء کرام کے منکر کی پہلی سزا یہ ہے کہ ان کی برکت سے محروم کیا جاتا ہے، یہ بھی فرمایا: اس بات کا خوف ہے کہ اس کا خاتمہ برا ہو، ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، برے خاتمے سے۔[2]

امام ابوسعید عبدالملک بن ابی عثمان حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کرامت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہمیں یہ روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو نور کے دو منبر لائے جائیں گے، ایک عرش مجید کی دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب رکھا جائے گا، اور اس پر دو شخص کھڑے ہوں گے، عرش کی دائیں جانب والا اعلان کرے گا: اے مخلوق کے گروہ! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو مجھے نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں جنت کا خازن رضوان

---

[1] سعود بن عمر تفتازانی، علامہ: شرح مقاصد (لاہور) ۲/۲۰۳

[2] محمد امین بن عابدین شامی، سید: رسائل ابن عابدین (لاہور) ۲/۳۱۷

ہوں ، بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جنت کی چابیاں ابوبکر اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے سپرد کردوں تا کہ وہ اپنے محبین کو جنت میں داخل کریں ،خبردار! سن لو۔

پھر عرش کی بائیں جانب والا پکارے گا: اے گروہ مخلوقات! جس نے مجھے پہچان لیا، اس نے پہچان لیا اور جو مجھے نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں جہنم کا داروغہ مالک ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں دوزخ کی چابیاں محمد مصطفےٰ ﷺ کے سپرد کردوں اور حضور نے مجھے حکم دیا کہ میں یہ چابیاں ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے سپرد کردوں ،سنو! تم گواہ ہو جاؤ۔[1]

یہ وہ امام ابوسعید نیشاپوری ہیں جن سے امام حافظ حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری اور ابومحمد حسن بن محمد خلال، ابوالقاسم ازہری اور ابوالقاسم تنوخی وغیرہم روایت کرتے ہیں۔[2]

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی امام ابوسعید کی اس کتاب کے حوالے سے ۔ ہیں:

ابوسعید ''شرف النبوۃ'' میں عبدالعزیز سے اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم اور ہمارے اہل بیت دنیا میں جنتی درخت اور اس کی شاخیں ہیں، جس نے انہیں تھام لیا اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا راستہ حاصل کرلیا۔[3]

ابوسعید ملا نے اپنی سیرت میں ، دیلمی اور ان کے صاحبزادے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

---

[1] عبدالملک ابوسعید، امام، شرف النبی (تہران) ص ۲۹۶-۹۷

[2] محمد روشن، پیش گفتار شرف النبی ص ۱۵

[3] ابن عابدین شامی، علامہ، رسائل ابن عابدین، ۱/۴

سے مروی ہے کہ میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میرے اہل بیت
میں سے کسی کو آگ میں داخل نہ فرمائے، تو اللہ تعالیٰ نے میری درخواست قبول
فرمالی۔[1]

کیا صحابۂ کرام کی کرامات کے منکر کے لئے ممکن ہے کہ زور زبان سے امام
ابوسعید عبدالملک کی روایت کو موضوع قرار دے جیسے احسان الٰہی ظہیر نے کیا
ہے؟[2]

واللہ ایسا نہیں کیا جا سکتا، یہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے بارے میں قبیح جرأت
ہے اور انکار حدیث کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے، ان پر لازم تھا کہ حدیث کے
ماہرین اور مستند ائمہ سے اس کا موضوع ہونا نقل کرتے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
ان چھ (بلکہ پانچ) حضرات صحابہ کو فرمایا جنہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے مجلس شوریٰ کے طور پر مقرر فرمایا تھا، انہوں نے اپنی طویل گفتگو
میں فرمایا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں؟ کہ آپ حضرات
میں کوئی ایسا ہے جسے میرے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو: اے علی! تم
قیامت کے دن جنت اور نار کے تقسیم کرنے والے ہو، ان سب حضرات نے
کہا: اے اللہ! نہیں، اور اس کے ہم معنی وہ روایت ہے جسے عنترہ نے حضرت
علی رضا سے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی مرتضی کو فرمایا: تم جنت اور
نار کے تقسیم کرنے والے ہو، قیامت کے دن دوزخ کہے گی: یہ میرے لئے اور
یہ آپ کے لئے ہے، ابن السماک روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق

---

[1] ابن عابدین شامی، علامہ: رسائل ابن عابدین، ۱/۴
[2] ظہیر: البریلویۃ ص ۷۰

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ پل صراط سے وہی گزرے گا جسے علی مرتضی (اجازت نامہ) لکھ کر دیں گے۔[1]

امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

احادیث صحیحہ کے راویوں اور ائمہ نے وہ کچھ روایت کیا جو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو بتایا، آپ نے ان سے وعدہ کیا کہ ہم اپنے دشمنوں پر غالب آئیں گے۔ اور یہ بھی بتایا کہ اس امت کا بدبخت ترین آدمی علی مرتضی کو شہید کرے گا، جو اس جگہ سے اس جگہ تک یعنی سر مبارک سے لے کر داڑھی مبارک تک خون سے رنگ دے گا اور یہ علی مرتضی آگ کے قسیم ہیں اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو جہنم میں داخل کریں گے۔[2]

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ابن اثیر نے نہایہ میں کہا کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں آگ کا قسیم (مقابل) ہوں، یعنی لوگ دو گروہ میں ہوں گے ایک گروہ میرے ساتھ ہوگا وہ ہدایت پر ہوں گے، دوسرا گروہ میرے مخالف ہوگا، وہ گمراہ ہوں گے، آدھے میرے ساتھ جنت میں ہوں گے، اور آدھے میرے مخالف آگ میں ہوں گے (انتھی) میں کہتا ہوں کہ ابن اثیر ثقہ ہیں، اور جو کچھ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے، وہ اپنی رائے سے نہیں کہا جا سکتا، لہذا یہ مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں ہے۔[3]

---

[1] احمد بن حجر مکی، امام: الصواعق المحرقہ (مصر) ۱۲۶

[2] عیاض مالکی، امام قاضی: شفا شریف (ملتان) ۱/۲۲۳

[3] احمد خفاجی، شہاب الدین: نسیم الریاض (مدینہ منورہ) ۳/۱۶۳

امام احمد رضا قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

شاذان فضلی نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ''جزء رد الشمس'' میں روایت کیا۔[1]

جو شخص یہ کہے کہ یہ روایت موضوع ہے، اس کا قول دلیل اور مستند ائمہ سے نقل کے بغیر اس لائق نہیں کہ اس کی طرف توجہ کی جائے۔

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تمام امت مسلمہ سیدنا علی مرتضی اور ان کی طیب وطاہر اولاد کو پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتی ہے اور امور تکوینیہ کو ان سے متعلق مانتی ہے، فاتحہ، صدقات اور نذریں ان کے نام سے رائج اور معمول ہیں، جیسے یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے لئے جاری ہے۔[2]

امت مسلمہ کے اولیاء کی کرامات

اس سے پہلے آصف بن برخیا کی کرامت کا ذکر ہو چکا ہے، وہ ملکۂ بلقیس کا تخت ملک سبا سے پلک جھپکنے میں لے آئے، جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ.''[3]

جس کے پاس کتاب کا علم تھا، اس نے کہا میں آپ کے پاس تخت بلقیس آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔

وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ولی تھے، آپ کا سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کے اولیاء کے بارے میں کیا گمان ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] احمد رضا قادری بریلوی، امام: الامن والعلی (لاہور) ص ۵۹

[2] عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: تحفۂ اثنا عشریہ فارسی (لاہور) ص ۲۱۴

[3] القرآن: ۲۷،۴۰

''کنتم خیر امۃ اخرجت للناس ''[1]

تم بہترین امت ہو جسے تمام انسانوں کے لئے پیش کیا گیا۔

ملت اسلامیہ کے اولیاء کرام کی کرامات گنتی شمار سے باہر ہیں، خصوصاً غوث صمدانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کی کرامات بکثرت ہیں۔

ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات کی کثرت پر مورخین متفق ہیں، شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام اور امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ شیخ کی کرامات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔[2]

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جب معاملہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تک پہنچا تو یہ منصب (قطبیت) آپ کے سپرد کر دیا گیا، اور یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اقطاب اور نجباء تک فیض و برکات قرب ولایت کے راستے میں آپ کے واسطے سے پہنچتے ہیں، کیونکہ یہ مرکزیت کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوئی، اسی لئے آپ نے فرمایا:

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا
اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

پہلوں کے سورج ڈوب گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے افق پر رہے گا اور کبھی غروب نہیں ہوگا۔

شمس سے مراد ہدایت وارشاد کے فیض کا سورج ہے اور ڈوبنے سے مراد فیض مذکور کا معدوم ہونا ہے، وہ معاملہ جو پہلے حضرات سے متعلق تھا آپ کے جلوہ گر ہونے پر آپ سے متعلق ہو گیا اور آپ رشد و ہدایت کے پہنچنے کا واسطہ

---

[1] القرآن ۳/۱۱۰

[2] ابوالحسن علی ندوی تاریخ دعوت وعزیمت (کراچی) ۱/۲۵۸

بن گئے، جیسے کہ آپ سے پہلے متقدمین واسطہ تھے، نیز جب تک فیض کا واسطہ ہونے کا معاملہ جاری رہے گا، وہ آپ ہی کے وسیلے اور واسطے سے ہوگا، اس لئے یہ فرمان صحیح ہے کہ اگلوں کے سورج ڈوب گئے اور ہمارا سورج نصف النہار پر رہے گا۔[1]

یہ بھی فرماتے ہیں:

مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کے قائم مقام ہیں، اور حضرت شیخ کے نائب ہونے کی حیثیت سے ان کے ساتھ معاملہ وابستہ ہے جیسے کہا گیا ہے کہ چاند سورج کے نور سے مستفاد ہے۔[2]

ایک اعتراض

بعض منکرین سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ غوثیہ کے بعض اشعار پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ درج ذیل اشعار ان کی طرف غلط منسوب کردئے گئے ہیں، ان اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:

۱- اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اقطاب پر حکمران بنایا ہے اور میرا حکم ہر حال میں نافذ ہے۔

۲- میرے مرید! کسی نکتہ چیں سے نہ ڈر، کیونکہ میں جنگ کے وقت پختہ عزم والا اور دشمن کو قتل کرنے والا ہوں۔

۳- زمین و آسمان میں میرے ڈنکے بجائے گئے ہیں اور سعادت کے نقیب میرے لئے ظاہر ہوئے ہیں۔

۴- اللہ تعالیٰ کے شہر میرا ملک اور میرے حکم کے ماتحت ہیں اور میرے اوقات میرے دل کے لئے صاف اور شفاف ہیں۔

۵- میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو اس طرح دیکھا جیسے میری ہتھیلی پر رائی کا نذرانہ ہو۔

---

[1] احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات فارسی (ترکیا) ۲/۵۸۵ مکتوب ۱۲۳

[2] ایضاً ۲/۵۸۵

۶- میں جیلان کا رہنے والا ہوں اور میرا لقب محی الدین ہے اور میرے جھنڈے پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں۔[1]

جواب

یہ قصیدۂ مبارکہ مشرق ومغرب میں بغیر کسی انکار کے مشہور ہے، مصر میں ''بھجة الاسرار'' کے حاشیہ پر چھپا ہوا ہے، پاکستان، ہندوستان اور ایران میں بار بار چھپ چکا ہے، جلیل القدر علماء کی ایک جماعت نے اس کی شروحات لکھی ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

اسی لئے حضرت غوث اعظم نے ایسے کلمات لکھے ہیں جن سے فخر اور عظمت کا اظہار ہوتا ہے اور ان سے جہان کو مسخر کرنے کا عمل ظاہر ہوا۔[2]

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی حضرت شیخ زروق کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

قصیدۂ غوثیہ کے انداز پر ان کا بھی ایک قصیدہ ہے۔[3]

قصیدۂ غوثیہ کے اشعار کی تکذیب کسی دوسرے کی طرف نہیں بلکہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف راجع ہے اور یہ نا قابل معافی جسارت ہے، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح کی ہے کہ انہیں یہ تمام فضائل اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی قدرت سے حاصل ہوئے ہیں، تو شرک کا شائبہ کہاں رہا۔؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں اور یہ ان کی فارسی عبارت کا ترجمہ ہے:

امت مسلمہ کے اولیائے کرام میں سے راہ جذب کو مکمل کرنے کے بعد جس ہستی نے نسبت اویسیہ کی طرف قوی اور مضبوط طریقے سے رجوع کیا ہے وہ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی ہیں، اسی لئے اولیاء کرام فرماتے ہیں کہ وہ

---

[1] ظہیر — البریلویہ، ص ۷۲

[2] ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: ہمعات فارسی (حیدرآباد) ص ۸۲-۸۳

[3] عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: بستان المحدثین (کراچی) ص ۳۲۲

اپنی قبر انور میں زندوں کی طرف تصرف فرماتے ہیں۔[1]

یہ بھی ان ہی کا ارشاد ہے:

مشائخ نقشبندیہ کے عجیب تصرفات ہیں، وہ اپنی توجہ کسی مقصد پر مرکوز کر دیتے ہیں، تو وہ مقصد ان کی توجہ کے مطابق بر آتا ہے، وہ طالب پر اثر انداز ہوتے ہیں، بیمار کی بیماری دور ہو جاتی ہے، گنہگار کو توبہ کی توفیق مل جاتی ہے، وہ لوگوں کے دلوں میں تصرف کرتے ہیں تو لوگ ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں اور ان کی تعظیم کرتے ہیں، ان کی عقلوں میں تصرف کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کی عقلوں میں عظیم واقعات نقش ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے زندہ اور اہل قبور اولیاء کی نسبت پر آگاہی حاصل ہوتی ہے، لوگوں کے خیالات، دلوں کے خطرات اور آنے والے واقعات منکشف ہو جاتے ہیں، اور آنے والی مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں اور اسی طرح کے دیگر فوائد حاصل ہوتے ہیں۔[2]

شاہ صاحب میر سید ابوالعلیٰ اکبر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وہ ایک دن خواجہ غریب نواز شیخ سید معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پُر انوار کی طرف متوجہ تھے، انہوں نے مزار کے اندر سے آواز سنی کہ آپ کے گھر والوں کی طرف سے اتنا نذرانہ آیا ہے اور انہوں نے آپ کی اولاد کی عافیت کی اور ایک دوسرے بیٹے کی درخواست کی ہے اور ان کی فرمائش پوری کر دی گئی ہے۔[3]

بعض مبتدعین کہتے ہیں:

---

[1] ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: ہمعات فارسی (حیدرآباد) ص ۶۱

[2] ایضاً ...... ص ۶۱

[3] ایضاً انفاس العارفین (ملتان) ص ۲۰

ان لوگوں کے یہ عقائد ہیں اولیاء، صالحین اور انبیاء و مرسلین کے بارے میں جس طرح نصاریٰ اور یہودیوں کے عقائد ہیں، حضرت عیسیٰ، عزیر اور موسیٰ (علیہم السلام) کے بارے میں، اور جس طرح مشرکین اور پرانے بت پرستوں کا عقیدہ ہے لات، ہبل، عزیٰ، مناۃ، یغوث، یعوق، نسر وغیرہ اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں کے بارے میں جنہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیا۔[1]

دیکھئے یہ کس طرح بے دھڑک اہل سنت کو سب وشتم کرتے ہیں؟ کونسی گالی ہے جسے یہ روا نہیں رکھتے؟ کیا غیر مقلدین ایسے ظالمانہ اور مجرمانہ فتوے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی دیں گے؟ کیونکہ وہ ہمعات، القول الجمیل اور ''انفاس العارفین'' میں وہ کچھ کہہ گئے ہیں جو ان لوگوں کے نزدیک شرک جلی ہے، اگر شاہ صاحب کو مشرک قرار دیا جائے تو غیر مقلدین سب کے سب مشرک قرار پائیں گے، کیونکہ وہ انہیں اپنا امام اور مقتدا مانتے ہیں، اور اگر وہ شاہ صاحب کو مشرک قرار نہ دیں اور انہیں مومن موحد تسلیم کریں، تو انہیں بتانا پڑے گا کہ شاہ صاحب اور عام اہل سنت و جماعت میں کیا فرق ہے؟ جب کہ شاہ صاحب بھی وہی کچھ کہتے ہیں جو اہل سنت کہتے ہیں۔

برکات ابدال

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں، یہ چالیس مرد ہیں، جب ان میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کسی دوسرے مرد کو مقرر فرما دیتا ہے، ان کے صدقے میں بارش عطا کی جاتی ہے، دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے، اور ان کی بدولت شام والوں سے عذاب

---

[1] ظہیر: البریلویہ، ص ۷۵-۷۴

دور کیا جاتا ہے، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تین سو بندے ہیں، جن کے دل آدم علیہ السلام کے دل کے مشابہ ہیں۔۔۔۔۔۔ جب ان تین سو میں سے کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عوام میں سے کسی کو اس کی جگہ مقرر فرما دیتا ہے، ان ہی کی بدولت اللہ تعالیٰ زندگی اور موت عطا فرماتا ہے اور بلائیں دفع فرماتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی بدولت کس طرح زندگی اور موت عطا فرماتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ بندوں کی کثرت فرما، اللہ تعالیٰ انہیں کثرت عطا فرماتا ہے، وہ ظالموں اور جابروں کے خلاف دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک فرما دیتا ہے، وہ بارش کی دعا مانگتے ہیں تو انہیں بارش عطا کی جاتی ہے، وہ دعا کرتے ہیں تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے، وہ دعا کرتے ہیں تو ان کے طفیل طرح طرح کی بلائیں دور کی جاتی ہیں، اس حدیث کو ابن عساکر نے روایت کیا۔[2]

ایک روایت میں ہے کہ ان کے طفیل زمین والوں سے بلائیں دور کی جاتی ہیں، ایک روایت میں ہے کہ ان میں ابدال ہیں جن کی بدولت تمہیں فتح و نصرت عطا کی جاتی ہے اور ان کے طفیل تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے صدقے تمہیں امداد دی جاتی ہے اور ان کے طفیل تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور ان کے وسیلے سے تمہیں بارش عطا کی جاتی ہے۔[3]

---

[1] محمد بن عبداللہ، ولی الدین: مشکوۃ شریف، ص ۵۸۳

[2] عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی، ۲/ ۲۴۷

[3] ایضاً: ۲/ ۲۴۸-۲۴۷

علامہ ابن عابدین شامی حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ابدال میں سے ہے، جن کی بدولت دنیا اور اہل دنیا کی بقا ہے (۱) اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا (۲) اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے باز رہنا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے لئے ناراض ہونا۔[1]

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

انبیاء اور مومنوں کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سچا وعدہ فرمایا، نیز اس کے کلمات تامہ اور ان پر رحمت کی بدولت، اور وہ حق یہ ہے کہ ان کی امداد فرمائے گا، انہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا، انہیں نعمتیں عطا فرمائے گا، انہیں عذاب نہیں دے گا، اور وہ اس کی بارگاہ میں معزز ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت اور دعا اس قدر قبول فرماتا ہے جس قدر دوسروں کی دعا قبول نہیں فرماتا۔[2]

یہ ہے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ، اور ان ہی میں سے امام احمد رضا قادری افغانی بریلوی بھی ہیں، اس گفتگو کی ابتدا میں بیان کیا جا چکا ہے کہ خلق اور ایجاد اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، بندے کے لائق صرف کسب ہے اور توجہ کا صرف کرنا، اہل سنت و جماعت انبیاء و اولیاء سے صرف دعا، توجہ کا صرف کرنا اور مقصد پورا کرنے کا ارادہ طلب کرتے ہیں، حقیقت میں حاجتوں کا پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کے باوجود اگر کوئی شخص انہیں شرک اکبر کا مرتکب قرار دیتا ہے، تو وہ ایمان و اسلام اور توحید سے بے خبر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان اور صراطِ مستقیم پر قائم و دائم رکھے، آمین۔

---

[1] محمد امین ابن عابدین شامی، علامہ: رسائل ابن عابدین (لاہور) ۲/ ۲۷۴

[2] ابن تیمیہ حرانی حنبلی: اقتضاء الصراط المستقیم (لاہور) ص ۴۱۰


Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

باب نمبر3



حدیث توسل کا تحقیقی جائزہ


Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

حدیث توسل کا
تحقیقی جائزہ

اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں سے توسل ابتداء سے آج تک امت مسلمہ کا معمول رہا ہے، توسل کی دو صورتیں ایسی ہیں، جنہیں ابن تیمیہ نے بھی جائز قرار دیا ہے:

۱- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کو وسیلہ بنانا، یہ ایسا فرض ہے جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا-

۲- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ظاہرہ میں اور قیامت کے دن آپ کی دعا اور شفاعت کو وسیلہ بنانا-

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

''ان دو قسموں کے جائز ہونے پر امت مسلمہ کا اجماع ہے''-[۱]

تیسری قسم یہ ہے کہ وصال کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا اور شفاعت کی درخواست کی جائے، اس قسم کے جائز یا ناجائز ہونے میں اختلاف تو کیا جا سکتا ہے، لیکن اسے شرک اور اصولِ توحید کے مخالف قرار دینے کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے، کیونکہ شرک بہر حال شرک ہے، اگر کسی ہستی کو وصال کے بعد اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بنایا جا سکتا تو اس ہستی کو دنیا یا آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بنایا جا سکتا- کہنا یہ ہے کہ کسی ہستی سے دعا اور شفاعت کی درخواست کرنا اگر وصال کے بعد شرک ہے تو دنیا کی زندگی میں بھی شرک ہوگا اور آخرت میں بھی شرک ہوگا، دراصل کسی سے دعا اور شفاعت طلب کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا گیا ہے، کیونکہ دعا کرنا بندے ہی کی شان ہے، اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان کسی طرح بھی دعا کرنا نہیں ہے-

ہاں اس پر غور کیا جا سکتا ہے کہ شفاعت اور دعا کی بعد از وصال درخواست کرنا

---

[۱] ابن تیمیہ، علامہ. مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام (مطبوعہ ۱۳۹۸ھ) ۱/۲۰۱

جائز ہے یا نہیں-جلیل القدر محدث حافظ ابن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) کی ایک روایت ملاحظہ ہو:

''ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی اعمش سے، انہوں نے ابو صالح سے، انہوں نے مالک الدار سے، ابو صالح نے فرمایا کہ مالک الدار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازنِ طعام تھے، انہوں نے فرمایا: لوگ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہو گئے تو ایک شخص (حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی اکرم ﷺ کے روضۂ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپکی امت ہلاک ہوا چاہتی ہے، آپ اس کے لیے بارش کی دعا فرمائیں، اس صحابی کو خواب میں کہا گیا کہ عمر کو جا کر سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ تمہیں بارش عطا کی جائے گی، اور یہ بھی کہو کہ (امورِ خلافت ادا کرنے میں مزید) بیدار مغزی سے کام لو، اس صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع دی، تو آپ رو پڑے، اور عرض کیا: اے میرے رب! جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے، میں اس میں کوتاہی نہیں کرتا-''[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ سیف بن عمر نے فتوح میں فرمایا کہ خواب دیکھنے والے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں، نیز علامہ عسقلانی نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے:

وروی ابن ابی شیبة باسناد صحیح[2]

انہی الفاظ میں علامہ احمد بن محمد قسطلانی نے اس سند کی تصحیح کی ہے-[3]

علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اس تصحیح کو برقرار رکھا-

---

[1] ابن ابی شیبہ، حافظ امام: مصنف (ادارۃ القرآن، کراچی) ۱۲/۳۲-۳۱

[2] ابن حجر عسقلانی، علامہ: فتح الباری (دار المعرفۃ، بیروت) ۲/۴۱۲

[3] احمد بن محمد القسطلانی، علامہ: المواہب اللدنیہ مع الزرقانی (۱۳۹۱ھ) ۸/۷۷

حافظ ابن کثیر نے بھی اس سند کو صحیح کہا ہے، ان کی سند ملاحظہ ہو:

'' وَقَالَ الْحَافِظُ اَبُوبَكْرِنِ الْبَيْهَقِيَ :اَخْبَرَنَا اَبُونَصْرِ بْنُ قَتَادَةَ وَاَبُوبَكْرِ نِ الْفَارِسِيَ قَالَا: حَدَّثَنَا اَبُوعَمَرَ بْنُ مَطَرٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَلِيِ نِ الذُّهَلِيَ حَدَّثَنَا يَحيىَ بْنُ يَحيىَ حَدَّثَنَا اَبُومُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ مَالِكٍ قَالَ اَصَابَ النَّاسَ قَحطٌ ''

البتہ ان کی روایت میں یہ تصریح ہے :فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) فِي الْمَنَامِ '' کہ رسول اللہ ﷺ خواب میں اس صحابی کے پاس تشریف لائے۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں :وَهذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ[1]

علامہ ابن کثیر ایک دوسری سند سے راوی ہیں:

''سیف بن عمر، مبشر بن فضیل سے راوی ہیں، انہوں نے جبیر ابن صخر سے انہوں نے عاصم بن عمر سے روایت کی، عام رمادہ (۱۸ھ) میں قبیلۂ مُزَینَہ کے ایک شخص سے ان کے گھر والوں نے بکری ذبح کرنے کا مطالبہ کیا، انہوں نے فرمایا: بکریوں میں کچھ نہیں ہے، ان کے اصرار پر انہوں نے بکری ذبح کی، تو دیکھا کہ اس کی ہڈیاں سرخ ہیں، تو انہوں نے کہا: یا محمداہ! رات کو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ انہیں فرما رہے ہیں کہ تمہیں زندگی مبارک ہو، تم عمر کے پاس جاؤ اور انہیں میری طرف سے سلام کہو۔''[2]

یہی علامہ ایک تیسری سند سے راوی ہیں کہ سن سترہ کے آخر اور سن اٹھارہ کی ابتدا میں مدینہ طیبہ میں سخت قحط واقع ہوا، جس سے بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے، یہاں تک

---

[1] ابن کثیر، حافظ: البدایہ والنہایہ (مکتبۃ المعارف، بیروت) ۷/۹۲-۹۱

[2] ایضاً: ''''''' ۷/۹۱

کہ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں نبی اکرم ﷺ کا پیغام دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے، دو رکعت نماز پڑھائی، اور اس کے بعد لوگوں سے پوچھا کہ میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تم مجھ سے کوئی ایسا معاملہ دیکھتے ہو؟ کہ اس کا غیر اس سے بہتر ہو، حاضرین نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا:

بلال بن حارث اس اس طرح کہتے ہیں، حاضرین نے کہا انہوں نے سچ کہا۔[1]

ان احادیث مبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ایک صحابی حضرت بلال بن حارث مُزَنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آپ کے وصال مبارک کے بعد فریاد پیش کی اور بارش کی دعا کی درخواست کی، نبی اکرم ﷺ نے انہیں خواب میں بشارت دی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پیغام دیا۔ حضرت عمر نے صحابہ اور تابعین کے مجمع عام اس واقعہ کا تذکرہ کیا، حاضرین میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ تو شرک ہے، بلکہ انہوں نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق کی اور فرمایا: صَدَقَ بِلَالٌ، صحابہ کرام اور تابعین کا یہ وہ اجماع ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا، حاضرین نے بالاتفاق نبی اکرم ﷺ سے آپ کے وصال کے بعد استعانت و استغاثہ اور دعا کی درخواست کو جائز قرار دیا۔

ابوبکر جابر الجزائری، واعظ مسجدِ نبوی جو توسل کو جائز قرار دینے والے علماء پر زبانِ طعن دراز کرنے میں احتیاط کی حدوں سے گزر گئے ہیں، کہتے ہیں:

''حضرت بلال بن حارث کی روایت جسے امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں، امام بخاری نے تاریخ کبیر میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے، اس نے مجھے واقعی حیران کر دیا۔[2]

[1] ابن کثیر، حافظ: البدایہ والنہایہ (مکتبۃ المعارف، بیروت) ۷/۹۱

[2] ابوبکر جابر الجزائری: وجاؤا ایرکضون، ص ۳۳

پھر باعث حیرت یوں بیان کرتے ہیں:

یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ جب کہ یہ دین کے سب سے بڑے اصل کے مخالف ہے اور وہ اصل یہ ہے کہ قصد اور طلب کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہونا چاہیے اور اس روایت میں نبی اکرم ﷺ سے جبکہ آپ قبر میں ہیں، سوال کیا گیا کہ امت کے لیے بارش کی دعا فرمائیں۔[1]

جواب:

اللہ اکبر! اگر یہی توحید ہے تو نبی اکرم ﷺ سے آپ کی حیات میں دعا اور شفاعت کی درخواست کرنا بھی اصولِ دین کے مخالف ہوگا، کیونکہ بیان مذکور کے مطابق دین کی سب سے بڑی اصل یہ ہے کہ جو مانگنا ہے، اللہ تعالیٰ سے مانگو اور مخلوق سے مانگنا توحید کے منافی ہے، اب اگر کسی ہستی سے وصال کے بعد مانگیں، تو بھی توحید کے منافی اور اگر ان کی زندگی میں مانگیں تو بھی توحید کے منافی، یہ کیسی توحید ہے؟ کہ کسی مخلوق سے وفات کے بعد سوال کیا جائے، تو اس کے تقاضے مجروح ہو جاتے ہیں اور زندگی میں مانگیں تو جائز ہے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کی دعا اور شفاعت کو وسیلہ بنانا جیسے کہ قیامت کے دن لوگ آپ سے درخواست کریں گے کہ ہمارے لیے شفاعت فرمائیں اور جیسے کہ صحابہ، استسقاء وغیرہ میں آپ کی شفاعت کو وسیلہ بناتے تھے------تو یہ تیسری قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں آپ کی عزت و کرامت کے سبب آپ کی دعا اور شفاعت قبول فرماتا ہے، لہذا جس کے لیے رسول اللہ ﷺ شفاعت اور دعا فرمائیں، وہ اس شخص سے مختلف ہے جس کے لیے آپ دعا اور

---

[1] ابوبکر جابر الجزائری: وجاؤا یرکضون، ص ۲۳

شفاعت نہ فرمائیں۔[1]

یہ امر بھی لائقِ توجہ ہے کہ بقولِ جزائری اس حدیث کو امام بخاری، امام بیہقی اور حافظ ابن حجر نے بیان کیا اور اس سے پہلے گزر چکا کہ اس حدیث کو حافظ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، سیف بن عمر نے فتوح میں روایت کیا اور حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں، اس کی سند کو صحیح قرار دیا، علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اس سند کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے۔

اس سے پہلے حافظ ابن کثیر کی ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ اس شخص نے بکری ذبح کی، تو کھال اتارتے پر سرخ ہڈیاں نمودار ہوئیں، یہ حدیث اسی سند کے ساتھ علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے۔[2]

یہی روایت ابن اثیر نے الکامل میں بیان کی ہے۔[3]

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، حدیث کے چند حوالے مزید ملاحظہ ہوں:

ابن ابی خیثمہ نے یہ حدیث روایت کی جسے علامہ ابن حجر نے الاصابہ میں نقل کیا۔

ابن عبدالبر نے استیعاب ج ۲، ص ۶۴۴ حرف عمر میں بیان کیا۔

امام تقی الدین سبکی نے شفاء السقام میں ص ۱۷۴ میں نقل کیا۔

عالمِ اسلام کے ان جلیل القدر محدثین کرام کی روایت، تصحیح اور استناد کے باوجود اگر اس قسم کی تنقیدات کا دروازہ کھول دیا جائے کہ یہ حدیث تو اصولِ دین ہی کے خلاف ہے، تو کہنے دیجئے کہ دنیا کا اعتماد صرف ان ائمہ دین ہی سے نہیں، دین سے بھی اٹھ جائے گا۔

---

[1] احمد بن تیمیہ، علامہ: مجموعہ فتاویٰ، ۱/ ۲۴۸

[2] محمد بن جریر طبری: تاریخ الامم والملوک (دار القلم، بیروت) ۴/ ۲۲۴

[3] ابن الاثیر: الکامل فی التاریخ (دار صادر، بیروت) ۲/ ۵۵۶

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

وَالْبُخَارِیُّ مِنْ اَعْرَفِ خَلْقِ اللّٰہِ بِالْحَدِیْثِ وَعِلَلِہٖ مَعَ فِقْھِہٖ فِیْہِ[1]

امام بخاری حدیث اور اس کی علل کی معرفت، مخلوقِ خدا میں سب سے زیادہ معرفت رکھنے والوں میں سے ہیں، اور حدیث کی فقاہت بھی رکھتے ہیں۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنا جلیل القدر امام اور دیگر ائمہ ایسی حدیث روایت کر جائیں، جو اصولِ دین کے منافی ہو اور وہ کنایۃً اور اشارۃً بھی اس کی تضعیف نہ کریں۔

ابو بکر جزائری نے دوسرا اعتراض یہ کیا کہ یہ روایت خواب سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتی اور خوابوں سے احکامِ شرعیہ ثابت نہیں کیے جا سکتے، ہاں انبیاء کی خوابیں دلیل بن سکتی ہیں کہ وہ وحی ہیں۔[2]

جواب: اس روایت سے استدلال اس بناء پر ہے کہ ایک صحابی بیداری میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں دعا کی درخواست کرتے ہیں، آپ نے انہیں خواب میں بارش کی بشارت دی، انہوں نے یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بیان کیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ اور تابعین کے سامنے اسے بیان کیا۔ اگر حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی بارگاہ میں دعا کی درخواست کرنا شرک ہوتا، تو حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے صحابی اس کا ارتکاب کیوں کرتے؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ تو شرک تھا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ گویا صحابہ کرام کا یہ واضح ترین اجماع تھا، کہ ان کا عمل نہ شرک تھا اور نہ ہی حرام، بلکہ آج تک مسلم ائمہ دین میں سے کسی نے بھی اسے شرک قرار نہیں دیا، تو اگر آج کوئی شخص صحابی کے اس عمل کو شرک یا حرام قرار دیتا ہے، تو اس کا قول اجماعِ صحابہ اور ائمہ دین کے مقابل کیا حیثیت رکھتا ہے؟

---

[1] احمد بن تیمیہ، علامہ: مجموعۃ الفتاویٰ، ۲۵۶/۱

[2] ابو بکر جابر الجزائری: وجاؤا یرکضون، ص ۳۳

ابوبکر جزائری کا تیسرا اعتراض اس حدیث کی سند پر جرح ہے، ان کا کہنا ہے کہ اس سند میں اعمش ہیں جو مُدلِس ہیں، لہذا جب تک سماع کی تصریح نہ کریں، ان کی روایت قابلِ استدلال نہیں ہے۔[1]

جواب: ائمہ محدثین سے پوچھیے کہ اعمش کون ہیں؟ وہ جلیل القدر تابعی اور ائمہ فقہ وحدیث کے اُستاذ ہیں، امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امیر المومنین فی الحدیث حضرت شعبہ کے استاذِ حدیث ہیں۔ صحیحین، بلکہ صحاحِ ستہ کے راویوں میں سے ہیں۔

امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

جب تو ان مذکورہ حضرات، عطاء، یزید اور لیث کا منصور بن معتمر، سلیمان اعمش اور اسماعیل ابن ابی خالد سے حدیث کے ضبط اور استقامت میں موازنہ کرے، تو پہلے تین حضرات کو مؤخر الذکر حضرات سے الگ پائے گا، یہ ان کے مقام کے قریب بھی نہیں ہیں، علماءِ حدیث کے نزدیک یہ حقیقت بلاشک وشبہہ ثابت ہے، کیونکہ منصور، اعمش اور اسماعیل کے حافظہ کی صحت اور ان کا حدیث کو محفوظ کرنا مشہور ومعروف ہے۔[2]

غور کیجئے اول الذکر تین حضرات مستور العیب ہیں، صادق اور صاحب علم ہیں، اس کے باوجود وہ امام مسلم کے نزدیک مؤخر الذکر حضرات کے مقام کو نہیں پہنچتے، جن میں امام اعمش بھی ہیں، اس سے اندازہ کیجئے کہ امام مسلم کے نزدیک امام اعمش کا مقام کیا ہے؟

ابن ابی حاتم، امام اعمش کے بارے میں فرماتے ہیں:

ان سے سفیان ثوری اور شعبہ نے روایت کی ہے، یحیٰی ابن معین سے مروی ہے کہ سلیمان اعمش، ثقہ ہیں، جریر جب اعمش سے روایت کرتے تو کہتے کہ یہ دیباج (قیمتی روایت) ہے اور وہ اہلِ کوفہ کے استاذ ہیں، عبدالرحمٰن کہتے ہیں

---

[1] ابوبکر جابر الجزائری: وجاؤا یرکضون، ص ۴۳

[2] مسلم بن الحجاج القشیری، الامام: صحیح مسلم (مکتبہ رشیدیہ، دہلی) ۱/۴

کہ میں نے ابو زرعہ کو کہتے ہوئے سنا کہ سلیمان اعمش امام ہیں۔[1]

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

یہ امام اعمش، امام اجل، ثقہ، ثبت، حجت، حافظ کبیر القدر، جلیل الفخر، اجلۂ ائمہ تابعین و رجال صحاح ستہ سے ہیں، جن کی وثاقت، عدالت، جلالت، آفتاب نیم روز سے روشن تر، ان کا اسم مبارک سلیمان ہے۔۔۔۔اسی تقریب میں تھا: "سُلَیْمٰنُ بْنُ مِهْرَانَ الْاَعْمَشْ ثِقَةٌ، حَافِظٌ، عَارِفٌ بِالْقِرَاءَةِ وَرِعٌ"۔[2]

رہا یہ مسئلہ کہ وہ مدلّس ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تدلیس کیا ہے؟ کیا مدلّس کی روایت مقبول ہی نہیں ہوتی؟ شارح مسلم، امام نووی فرماتے ہیں کہ تدلیس کی ایک قسم یہ ہے کہ راوی اپنے کسی معاصر سے وہ حدیث روایت کرے جو اس سے سنی نہیں ہے اور انداز ایسا ہو کہ سننے والے کو گمان ہو کہ اس سے حدیث سنی ہے، مثلاً کہے: قَالَ فُلَانٌ، فلاں نے اس طرح کہا یا: عَنْ فُلَانٍ، فلاں سے روایت ہے، بعض علماء نے کہا کہ ایسے شخص کی روایت مقبول نہیں ہے، اگرچہ سماع کی تصریح بھی کردے۔

امام نووی فرماتے ہیں:

صحیح وہ ہے جو جمہور محدثین نے فرمایا کہ اگر مُدلِّس ایسے لفظ سے روایت کرے جو احتمال رکھتا ہو، اور سماع کی تصریح نہ کرے، تو وہ مُرسَل ہے اور جس میں سماع کی تصریح کردے، مثلاً کہے سَمِعْتُ، حَدَّثَنَا یا اَخْبَرَنَا وغیرہ تو وہ حدیث صحیح اور مقبول ہے اور قابلِ استدلال ہے۔ صحیحین وغیرہما کتب اصول میں اس قسم کی ان گنت حدیثیں ہیں، جیسے قتادہ، اعمش دونوں سفیان (سفیان ثوری اور سفیان بن عُیینہ) اور ہشیم وغیرہم اور اس کی دلیل یہ ہے کہ

---

[1] عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، امام: کتاب الجرح والتعدیل (دار الکتب العلمیہ، بیروت) ۴/۱۳۶-۷

[2] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (مطبوعہ میرٹھ، ہند) ۲/۹

تدلیس جھوٹ نہیں ہے۔[1]

غور کیجئے! امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ تدلیس جھوٹ نہیں ہے اور مُدلّس اگر سماع کی تصریح نہیں کرتا، تو اس کی روایت مرسل ہے اور حدیث مُرسل کے بارے میں امام نووی ہی کا بیان ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

> پھر امام شافعی اور محدثین یا جمہور محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مرسل سے استدلال نہیں کیا جائے گا، امام مالک، امام ابوحنیفہ امام احمد اور اکثر فقہاء فرماتے ہیں، مرسل سے استدلال کیا جائے گا- امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی دوسری روایت مُرسل کو تقویت دینے والی مل جائے تو اس سے استدلال کیا جائے گا، مثلاً وہ حدیث دوسری سند سے مسنداً یا مرسلاً مروی ہو، یا اس پر بعض صحابہ یا اکثر علماء کا عمل ہو۔[2]

حدیث مذکور میں ایک راوی اگر مدلّس ہیں اور انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی -----تو وہ حدیث مرسل ہے اور حدیث مرسل امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک غیر مشروط طور پر حجت ہے، ہم البدایۃ والنہایۃ کے حوالے سے دو روایتیں دوسری سند سے نقل کر چکے ہیں، لہٰذا بجا طور کہا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث چاروں اماموں کے نزدیک حجت ہے۔

یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ امام اعمش تابعی ہیں اور ابن تیمیہ کہتے ہیں:

> مکہ، مدینہ، شام اور بصرہ کے تابعین میں عمداً جھوٹ بولنا معروف نہیں ہے بخلاف شیعہ کے کہ ان میں جھوٹ معروف ہے، ان کے بعد مختلف گروہوں میں جھوٹ معروف ہے۔[3]

1۔ یحیٰی بن شرف النووی، امام: مقدمہ شرح مسلم (رشیدیہ، دہلی) ص ۱۸

2۔ ایضاً """"""ص ۱۷

3۔ احمد بن تیمیہ: مجموعہ فتاویٰ، ج ۲۵۹

دوسرے راوی سیف جنتی ہیں، جن پر جزائری صاحب نے تنقید کی ہے، وہ کہتے ہیں، سیف جنتی، وہ شخص ہیں جنہوں نے ذکر کیا کہ ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور پر حاضر ہوئے (اس کے بعد حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا) اور سیف جنتی پر زندیق ہونے کی تہمت ہے، ان کے بارے میں ابن ابی حاتم نے کہا کہ ان پر زندیق ہونے کی تہمت ہے اور ان کی احادیث منکر ہیں۔[1]

ہم اس سے پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ استدلال کا دارومدار حافظ ابن ابی شیبہ کی روایت پر ہے اور وہ بلاشبہ صحیح ہے، اس میں سیف جنتی، نام کے کسی راوی کا ذکر نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر کی باقی دو روایتیں محض تائید وتقویت کے لیے ذکر کی گئی ہیں۔

تیسرے راوی حضرت مالک الدار ہیں، جن کے بارے میں جزائری کہتے ہیں:

مالک الدار جن پر اس روایت کا مدار ہے، مجہول ہیں، امام بخاری اور ابن ابی حاتم ان کے ذکر سے خاموش ہیں اور علماء حدیث کے نزدیک قاعدہ ہے کہ جس کے ذکر سے امام بخاری اور ابن ابی حاتم خاموش ہوں، وہ مجہول اور غیر معروف ہے۔[2]

جواب: یہ قاعدہ کس مسلم محدث نے بیان کیا ہے؟ اور کس کتاب میں؟ اسے تو کوئی صاحب علم تسلیم نہیں کرے گا کہ جو کچھ آپ کہہ دیں، وہ قاعدہ بن جائے اصولِ حدیث کی اصطلاح کے مطابق راوی کے مجہول ہونے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس کا نام ہی نہیں لیا جاتا، مثلاً کہا جائے کہ مجھے ایک شیخ نے بیان کیا یا اس کے متعدد اوصاف میں سے غیر مشہور وصف کا ذکر کر دیا جائے اور اگر راوی کا نام بیان کیا گیا ہے، تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں:

۱- ان سے صرف ایک راوی روایت کرتا ہے، اسے مجہول العین کہتے ہیں۔

۱؎ ابوبکر جابر الجزائری: وجاؤا یرکضون، ص ۶۳

۲؎ ایضاً ص ۶۴

۲- اس راوی سے دو یا دو سے زیادہ حضرات روایت کرتے ہیں، مگر اس راوی کی توثیق نہیں کی گئی، ایسے راوی کو مجہول الحال کہتے ہیں۔[1]

اس تفصیل کی روشنی میں دیکھا جائے، تو مالک الدار نہ تو مجہول العین ہیں، کیونکہ اس روایت میں ان کا نام ذکر کیا گیا ہے اور ان سے روایت کرنے والے متعدد حضرات ہیں، نیز ان کی توثیق بھی کی گئی ہے، بقول ابن تیمیہ، تابعین جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتے، حضرت مالک الدار تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن تھے، اگر ان کی امانت، دیانت اور صداقت، شک وشبہ سے بالا نہ ہوتی، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں خازن مقرر نہ فرماتے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں تقسیم کے کام پر مقرر نہ فرماتے۔

ابن سعد فرماتے ہیں:

مالک الدار، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، یہ لوگ قبیلۂ حمیر کی شاخ جبلان کی طرف منسوب تھے، مالک الدار نے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اور ان سے ابو صالح سمان نے روایت کی اور وہ معروف تھے۔[2]

ابن سعد ایسے محدث جلیل القدر اور اسماء رجال کے ماہر کہتے ہیں کہ مالک الدار معروف تھے، ان کے مقابل جزائری کی بات کون مانے گا کہ وہ مجہول تھے جبکہ جزائری کا مبلغ علم خود ان کے بیان کے مطابق یہ ہے:

مجھے اس روایت نے واقعی حیران کر دیا، میں نے محدث مدینہ شیخ حماد انصاری سے رابطہ کیا، تو انہوں نے کہا کہ میں نے اس حدیث کے ماخذ کا مطالعہ کیا ہے، چنانچہ یہ حدیث نہ تو سند کے اعتبار سے مقبول ہے اور نہ متن کے

---

[1] ابن حجر عسقلانی، امام: نزھة النظر فی توضیح نخبة الفکر (مطبوعہ ملتان) ص ۸۷-۸۵

[2] ابن سعد، امام: طبقات، ابن سعد (دار صادر، بیروت) ۱۲/۵

اعتبار سے (ملخصاً)[1]

اس کے بعد وہ اعتراضات بیان کیے، جن کا بے بنیاد ہونا اس سے پہلے واضح کیا جا چکا ہے، اس تفصیل سے شیخ انصاری کے علمی پائے کا راز بھی طشت از بام ہو گیا۔ نیز اس سے جزائری کے مقامِ علمی کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے، جو شیخ انصاری سے کوسوں پیچھے ہیں۔

اب ذرا لگے ہاتھوں حضرت مالک الدار کا تعارف علامہ زرقانی مالکی کی زبانی بھی سن لیجئے، وہ فرماتے ہیں:

مالک الدار، حضرت عمر کے خازن تھے، یہ مالک بن عیاض، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ مبارکہ پایا، وہ شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) حضرت معاذ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں، ان سے ان کے دو بیٹوں عبداللہ اور عوف کے علاوہ ابوصالح، عبدالرحمٰن بن سعید مخزومی نے روایت کی، ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنے عیال کے لیے غلے کی پیمائش پر مقرر کیا اور حضرت عثمان غنی نے اپنے زمانے میں انہیں تقسیم پر مامور کیا۔[2]

علامہ زرقانی نے حضرت مالک الدار سے روایت کرنے والے چار حضرات کے نام گنائے ہیں، کیا کوئی صاحبِ علم اب بھی انہیں مجہول کہنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ مگر برا ہو، بے جا تعصب اور تنگ نظری کا کہ جس شخص پر حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مکمل اعتماد کیا، آج انہیں ناقابلِ اعتماد قرار دیا جا رہا ہے۔

پھر دیدۂ حیرت سے یہ واقعہ بھی ملاحظہ ہو کہ حضرت مالک الدار کا ذکر امام بخاری

---

[1] ابوبکر جابر الجزائری: وجاؤا یرکضون، ص ۲۳

[2] محمد بن عبدالباقی الزرقانی، علامہ: شرح مواہب اللدنیہ (طبع ۱۳۹۲ھ) ۸/۷۷

نے بھی کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے بھی، امام بخاری فرماتے ہیں:

مالک بن عیاض الدار، راوی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے میرے رب! میں کوتاہی نہیں کرتا، سوائے اس کے کہ میں عاجز ہو جاؤں، یہ قول علی نے محمد بن کازم سے، انہوں نے ابو صالح سے اور انہوں نے مالک الدار سے روایت کیا۔[1]

ابن ابی حاتم فرماتے ہیں:

مالک بن عیاض، حضرت عمر بن خطاب کے آزاد کردہ غلام ہیں، انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، ان سے ابو صالح سمان نے روایت کی، وہ کہتے ہیں، میں نے انہیں کہتے ہوئے سُنا۔[2]

اب دو ہی صورتیں ہیں:

۱- شیخ حماد انصاری اور ابوبکر جزائری نے یہ جاننے کے باوجود کہ امام بخاری اور ابن ابی حاتم نے حضرت مالک الدار کا ذکر کیا ہے، اس حقیقت کا انکار کیا ہے، تو یہ انصاف و دیانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

۲- انہیں اس حقیقت کا علم ہی نہیں ہے، تو پھر انہیں کیا حق پہنچتا ہے؟ کہ جس حدیث کو ائمہ محدثین نے صحیح قرار دیا ہے، اسے محض ہوائے نفس کے تحت نہ صرف ضعیف، بلکہ باطل قرار دیں۔

آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک انبیاء کرام وصال کے بعد بھی زندہ ہیں تو ان کی بارگاہ میں دعا اور شفاعت کی درخواست کرنے سے کونسی چیز مانع ہے؟ اگر آپ کسی دوسرے عالم اور امام کی بات نہیں مانتے، تو اپنے امام علامہ ابن تیمیہ

---

۱ محمد بن اسمعیل البخاری، امام: کتاب التاریخ الکبیر (دار الکتب العلمیہ، بیروت) ۷/۵-۳۰۴

۲ عبد الرحمن بن ابی حاتم، امام: کتاب الجرح والتعدیل (دار الکتب العلمیہ، بیروت) ۸/۲۱۳

ہی نہ کی جئے:

اسی طرح انبیاء اور صالحین اگر چہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اگر چہ فرض کر لیا جائے کہ وہ زندوں کے لیے دعا کرتے ہیں، اگر چہ آثار اس بارے میں وارد بھی ہوں، تاہم کسی کے لیے جائز نہیں کہ ان سے دعا کی درخواست کرے اور سلف میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا، کیونکہ یہ انہیں شریک بنانے اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کا ذریعہ ہے، برخلاف اس کے کہ ان کی زندگی میں درخواست کی جائے تو یہ شرک تک نہیں پہنچاتی، نیز انبیاء اور صالحین وصال کے بعد اور فرشتے جو کچھ کرتے ہیں، وہ اَمرِ کَونی کے تحت ہے، لہذا اس میں سوال کرنے والوں کا سوال اثر نہ کرے گا۔[1]

علامہ ابن تیمیہ کی یہ رائے کہ وصال کے بعد دعا کی درخواست کرنا شرک تک پہنچاتا ہے، جمہور علمائے اسلام کے خلاف ہے، اگر وہ جمہور علماء سے اختلاف کر سکتے ہیں تو ان سے بھی اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ ابھی گزرا ہے کہ صحابی رسول حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی بارگاہ میں آپ کے وصال کے بعد دعا کی درخواست کی، لہذا یہ فرق قابلِ تسلیم نہیں کہ زندگی میں دعا کی درخواست شرک تک نہیں پہنچاتی اور وصال کے بعد شرک تک پہنچا دے گی، تاہم انہوں نے مندرجہ ذیل امور کو تسلیم کیا ہے:

۱- انبیاء و صالحین اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۲- زندوں کے لیے دعا کر سکتے ہیں اور اس بارے میں آثار بھی وارد ہیں۔

۳- وصال کے بعد انبیاء و اولیاء، مختلف افعال انجام دیتے ہیں۔

امید کی جاتی ہے کہ انصاف پسند اہلِ حق اس تحقیق سے اتفاق کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے عوام و خواص کے لیے فائدہ بخش بنائے۔ آمین

محمد عبد الحکیم شرف قادری

---

[1] احمد بن تیمیہ، علامہ: مجموعہ فتاویٰ، ۱/۳۳۰



باب نمبر4



ندائے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم


Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توسّل

لغت میں کسی شے کومقصد کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا توسل کہلاتا ہے۔شرعی طور پر ایسی چیز کو دُعا کی قبولیت کا ذریعہ بنانا توسّل ہے، جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قدر و منزلت رکھتی ہے، بارگاہِ الٰہی میں اعمالِ صالحہ اور ذواتِ صالحہ دونوں ہی مقبول اور محبوب ہیں لہٰذا دونوں کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔

ضیاءِ مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی خلیفہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہما سے ایک شخص نے پوچھا ''توسّل کے جواز پر کیا دلیل ہے؟'' انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''یاَاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوااللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ''[1]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو''

اس شخص نے کہا کہ'' آیت میں تو وسیلہ سے مراد اعمالِ صالحہ ہیں''

حضرت نے فرمایا: ہمارے اعمال مقبول ہیں یا مردود؟ اس نے کہا: '' مجھے کیا معلوم؟'' حضرت نے فرمایا: ''حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہیں یا نہیں؟'' اس نے کہا ''یقیناً مقبول ہیں'' آپ نے فرمایا: ''جب اعمال صالحہ کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے، جن کی قبولیت مشکوک ہے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ کیوں نہیں بنایا جاسکتا جو یقیناً مقبول ہیں''

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اعمال اور ذوات کو وسیلہ بنانا

ترمذی شریف میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أنزَلَ اللّٰهُ عَلَىَّ أما نین وَما کَانَ اللّٰه لِیعذِّبھم و أنتَ فِیھم وما

---

[1] القرآن ۳۵/۵

كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ[1]

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دو تحفظ نازل فرمائے ہیں:

۱- وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک اے حبیب! آپ ان میں موجود ہیں-)

۲- وَمَاكَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا نہیں، جب تک وہ استغفار کرتے ہیں-)

اس آیت کے پہلے حصے میں عذاب سے محفوظ رہنے کا وسیلہ نبی اکرم ﷺ کی ذات کو اور دوسرے حصے میں عمل استغفار کو قرار دیا گیا ہے-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ ''

(رَوَاهُ مُسْلِم)[2]

بہت پراگندہ بالوں والے جنہیں دروازوں سے واپس کر دیا جاتا ہے، اگر قسم دے کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دے گا! (مسلم شریف)

حضرت مصعب ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ''[3] (رواہ البخاری)

تمہیں رزق اور فتح و نصرت صرف تمہارے ضعیف افراد کی بنا پر دی جاتی ہے-

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''ابدال شام میں ہوں گے، وہ چالیس مرد ہوں گے، جب ان میں سے

۱- محمد بن عیسیٰ ترمذی، امام۔ ترمذی شریف، ابواب التفسیر، ص ۴۳۹

۲- شیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ۔ مشکوۃ شریف (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) ص ۴۴۶

۳- ایضاً ،،،،، ،، ص ۴۴۶

ایک فوت ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا مقرر فرما دے گا۔"

"يُسقى بِهِمُ الغَيثَ وَيَنتَصِرُ بِهِم على الأعداءِ وَيَصرَفُ عَن أهلِ الشَامِ بِهِمُ العَذَابُ"۔

ان کی برکت سے بارش دی جائے گی، ان کے وسیلے سے دشمنوں پر مدد حاصل کی جائے گی اور ان کی بدولت اہلِ شام سے عذاب دفع کیا جائے گا۔"[1]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور سید عالم رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اِبغُونِی فِی ضُعَفَائِکُمْ فَاِنَّمَا تُرزَقُونَ أَوْ تُنصَرُونَ بِضُعَفَائِکُمْ (رواہ ابو داؤد)[2]

"تم اپنے ضعیفوں میں میری رضا طلب کرو، کیونکہ تمہیں ضعیفوں کی بدولت ہی رزق دیا جاتا ہے، یا فرمایا کہ تمہیں امداد دی جاتی ہے۔

ایک تو وہ ضعیف ہیں جو ناداری کا شکار ہیں، دوسرے وہ جو عبادت و ریاضت کی کثرت کی وجہ سے لاغر و نزار ہیں، دوسری قسم کے لوگ (اولیاء کرام) وسیلۂ نصرت و رحمت بننے کے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت امیہ بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے راوی ہیں:

"اِنَّہ کَانَ یَستَفتِحُ بِصَعَالِیکِ المُھَاجِرِینَ "(رواہ فِی شَرحِ السُّنَّۃ)[3]

"نبی اکرم ﷺ فقراء مہاجرین کے وسیلے سے فتح و نصرت کی دعا مانگا کرتے تھے۔"

حضرت مُلا علی قاری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

---

[1] شیخ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ: مشکوۃ شریف (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) ص ۳-۵۸۲

[2] ایضاً: مشکوۃ شریف (باب فضل الفقراء) ص ۴۴۷

[3] ایضاً: """ ص ۴۴۷

"ابن الملک فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ اس طرح دعا مانگتے تھے:
اے اللہ اپنے فقیر اور مہاجر بندوں کے طفیل ہمیں دشمنوں کے خلاف مدد عطا فرما۔"[1]

حضور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین ہستی ہیں، فقراءِ مہاجرین کا وسیلہ پیش کرنے کا باعث ہرگز یہ نہیں کہ آپ وسیلے کے محتاج ہیں بلکہ شکستہ خاطر اور ستم رسیدہ صحابۂ مہاجرین کی عزت افزائی ہے اور امت مسلمہ کو یہ بتانا ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے وقت میرے غلاموں کا وسیلہ بھی پیش کر سکتے ہو، سبحان اللہ! جس ذاتِ اقدس کے غلاموں سے توسل کیا جا سکتا ہے خود اس ذاتِ مکرم سے توسل کیوں جائز نہ ہوگا؟ اس گفتگو سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ بارگاہِ الٰہی میں صرف اعمالِ صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز نہیں ہے بلکہ مقبولِ بارگاہ صالحین کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے۔

سیّد عالم محبوب رب العالمین ﷺ سے توسل

حضور نبی اکرم ﷺ سے توسل آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے، ولادتِ مبارکہ کے بعد، حیات طیبہ ظاہرہ میں، وصال کے بعد عالم برزخ کی مدت میں اور میدانِ قیامت میں جائز اور واقع ہے۔[2]

ابن قیم کہتے ہیں:

"دنیا و آخرت میں سعادت و فلاح رسولانِ گرامی کے ہاتھوں ہی مل سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ان ہی کی بدولت میسر آ سکتی ہے۔"[3]

ولادت باسعادت سے پہلے توسل

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] علی بن سلطان محمد القاری: مرقاۃ المفاتیح (مکتبہ امدادیہ، ملتان) ۱۰/۱۳
[2] الشیخ حسن العدوی الحمزاوی: مشارق الانوار فی فوز اہل الاعتبار (المطبعۃ الشرفیہ، مصر) ص ۵۹
[3] ابن قیم الجوزیہ: زاد المعاد، ۱/۲۸

جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی، تو انہوں نے دعا مانگی:
يَارَبِّ أَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّا غَفَرْتَ لِيْ - اے میرے رب میں تجھ سے محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگتا ہوں کہ میری مغفرت فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَاآدَمُ وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ أَخْلُقْهُ؟ اے آدم! تم نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو کیسے پہچانا؟ حالانکہ میں نے انہیں ابھی (وجود عنصری کے ساتھ) پیدا بھی نہیں کیا، عرض کیا! میرے رب! جب تو نے میرا جسم اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور میرے اندر روحِ خاص پھونکی، تو میں نے سر اٹھایا، کیا دیکھتا ہوں کہ عرش کے پایوں پر لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا ہے، پس میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس ہستی کا نام لکھا ہوا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے سچ کہا وہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں، تم مجھ سے ان کے وسیلے سے دعا مانگو، میں نے تمہاری مغفرت فرمادی، اگر محمد مصطفیٰ ﷺ نہ ہوتے، تو میں تمہیں پیدا نہ فرماتا، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔"[1]

اہل کتاب حضور سید عالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے آپ کے وسیلے سے فتح و ظفر کی دعائیں مانگا کرتے تھے اور اپنی مرادیں پاتے تھے۔

ابن قیم لکھتے ہیں (م ۷۵۱ھ):

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: کہ خیبر کے یہودی قبیلہ غطفان کے ساتھ حالت جنگ میں رہتے تھے، ایک مقابلے میں یہودی شکست کھا گئے تو انہوں نے یہ دعا مانگی: "اے اللہ! ہم تجھ سے نبی امی محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل دعا مانگتے ہیں، جنہیں تو نے آخری زمانے میں ہمارے

---

[1] امام نیشاپوری: المستدرک، کتاب التاریخ (دارالفکر، بیروت) ۶۱۵/۲

پاس بھیجنے کا وعدہ کیا تھا، تو غطفان کے خلاف ہماری مدد فرما، وہ ہمیشہ مقابلے کے وقت یہ دعا مانگتے تھے، چنانچہ انہوں نے غطفان کو شکست دے دی، جب نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ کا انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا" یہودی اس سے پہلے کافروں کے خلاف فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے، یعنی اے محمد ﷺ آپ کے وسیلے سے۔[1]

حیاتِ ظاہرہ میں توسل

امام طبرانی معجم کبیر اور معجم اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں: کہ حضرت علی مرتضیٰ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال پر حضور سید عالم ﷺ نے حضرت اُسامہ بن زید، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ایک سیاہ فام غلام کو قبر کھودنے کا حکم دیا جب لحد تک پہنچے، تو حضور انور ﷺ نے بنفس نفیس لحد کھودی اور اپنے ہاتھوں سے مٹی نکالی، جب فارغ ہوئے تو اس قبر میں لیٹ گئے، پھر یہ دعا مانگی:

"اللہ تعالیٰ زندگی اور موت دیتا ہے، وہ زندہ ہے، اس کے لیے موت نہیں، میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے، اپنے نبی اور مجھ سے پہلے نبیوں کے طفیل اس کی قبر کو وسیع فرما، بیشک تو سب سے بڑا رحم والا ہے"

اس حدیث سے نبی اکرم ﷺ کی حیات میں اور دیگر انبیاء کے وصال کے بعد بارگاہ الٰہی میں وسیلہ پیش کرنا ثابت ہوتا ہے۔[2]

علامہ نورالدین سمہودی (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ سے توسل کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ ایک چیز آپ سے

---

[1] احمد بن ابوبکر بن قیم الجوزیہ: ہدایۃ الحیاریٰ فی اجوبۃ الیہود والنصاریٰ (الجامع الفرید) ص ۴۹۳

[2] نورالدین علی بن احمد سمہودی: وفاء الوفا (دار احیاء التراث العربی، بیروت) ۸۹۹/۳

طلب کی جاتی ہے، مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ بارگاہِ الٰہی میں دعا اور شفاعت کے ذریعے سبب بننے پر قادر ہیں، اس کا مآل یہ ہوگا کہ آپ سے دعا کی درخواست ہے؛ اگرچہ الفاظ مختلف ہیں، اسی قسم سے صحابی (حضرت ربیعہ) کی درخواست ہے: أَسْأَلُكَ مِرَافَقَتِكَ فِي الجَنَّةِ (الحدیث) میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کی درخواست کرتا ہوں، اس کا مقصد یہی ہے کہ آپ اس مقصد کے لیے سبب اور سفارش بنیں۔''[1]

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں:

وَإِنَّكَ أَدْنَى الْمُرْسَلِينَ وَسِيلَةً
إِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْأَكْرَمِينَ الْأَطَايِبِ
وَكُنْ لِي شَفِيعًا يَوْمَ لَا ذُو شَفَاعَةٍ
بِمُغْنٍ فَتِيلًا عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

''طیّب و مکرم حضرات کے فرزند! آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام رسولوں سے زیادہ قریب وسیلہ ہیں۔

آپ اس دن میرے شفیع ہوں گے جس دن کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کو کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکے گا۔''[2]

حضور اکرم ﷺ طائف سے واپسی پر جعرانہ تشریف فرما ہوئے، اُس وقت قبیلۂ ہوازن کے بچوں اور عورتوں میں سے چھ ہزار قیدی آپ کے ہمراہ تھے، اونٹوں اور بکریوں کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا، ہوازن کا ایک وفد مشرف بہ اسلام ہو کر حاضرِ بارگاہ ہوا، انہوں نے درخواست کی کہ ہم پر احسان فرمائیں، آپ نے فرمایا: قیدیوں اور اموال میں سے ایک چیز پسند کرلو، انہوں نے عرض کیا: ہمیں قیدی محبوب ہیں، آپ نے فرمایا: جو قیدی

---

[1] نور الدین علی بن احمد سمہودی: وفاء الوفا (داراحیاء التراث العربی، بیروت) ۴/۵-۱۳۷۴
[2] عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی: مختصر سیرۃ الرسول (لاہور) ص ۶۹

میرے ہیں یا بنوعبدالمطلب کے ہیں، وہ تمہارے ہیں، باقی جو تقسیم ہو چکے ہیں، ان کے لیے یہ طریقہ اختیار کرو:

''إذاماء أنا صليت الظهر بالناس فقوموا فقولوا إنا نستشفع برسول الله (ﷺ) إلى المسلمين وبالمسلمين إلى رسول الله (ﷺ) في ابائنا ونسائنا فسأعطيكم عند ذلك وأسأل لكم''۔[1]

''جب میں لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ لوں تو تم کھڑے ہو کر کہنا: ہم رسول اللہ ﷺ سے درخواست کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے ہماری شفاعت (سفارش) فرمائیں اور مسلمان ہماری شفاعت رسول اللہ ﷺ سے کریں، ہمارے بیٹوں اور عورتوں کے حق میں، تو میں تمہیں اس وقت عطا کردوں گا اور تمہاری سفارش کروں گا۔''

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اکثر صحابہ نے عرض کیا جو کچھ ہمارے پاس ہے، وہ حضور کا ہے، باقی صحابہ سے آپ نے وعدہ فرمایا کہ ہر قیدی کے بدلے، پہلے مال غنیمت سے چھ اونٹنیاں دی جائیں گی، اس طرح ہوازن کو تمام قیدی واپس مل گئے۔

اسی موقع پر حضرت زہیر بن صُرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) نے عرض کیا:

امنن علينا رسول الله في كرم ۔۔۔ فإنك المرء نرجوه وننتظر[2]

''یارسول اللہ! ہم پر احسان اور کرم فرمائیں، آپ وہ انسان ہیں، جن کے احسان کی ہم توقع رکھتے ہیں اور منتظر ہیں۔''

قبیلہ بنوبکر اور خزاعہ کی جنگ اسلام سے پہلے چلی آرہی تھی، صلح حدیبیہ کے موقع پر بنوبکر، قریش کے حلیف بن گئے اور خزاعہ نبی اکرم ﷺ کے، بعد ازاں بنوبکر نے صلح کا یہ موقع غنیمت جانا اور قریش کی مدد سے خزاعہ پر حملہ کر دیا اور لوٹ مار کی، عمر بن سالم

---

[1] عبدالملک بن ہشام (م ۲۱۳ھ): السیرۃ النبویہ (مع الروض الانف) (مکتبہ فاروقیہ، ملتان) ۲/ ۳۰۶

[2] عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی: الروض الانف (مکتبہ فاروقیہ، ملتان) ۲/ ۳۰۶

خزاعی چالیس افراد کو ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ سے امداد حاصل کرنے کے لیے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے۔

امام طبرانی معجم صغیر میں راوی ہیں کہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے وضو خانے میں تین مرتبہ لبیک کہی اور تین مرتبہ نصرت (تمہاری امداد کی گئی) فرمایا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ کو تین مرتبہ لَبَّیْکَ اور تین مرتبہ نُصِرتَ فرماتے ہوئے سنا، جیسے آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے ہوں، کیا وضو خانے میں کوئی آپ کے ساتھ تھا؟ آپ نے فرمایا: یہ بنوکعب کا رجز خواں مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا اور اس کا کہنا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنوبکر کی امداد کی ہے، تین دن کے بعد آپ نے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھائی، تو میں نے سنا کہ رجز خواں اشعار پیش کر رہا تھا۔''[1]

یہ بھی صحابی ہیں جنہوں نے تین دن کی مسافت سے بارگاہ رسالت میں فریاد کی اور ان کی فریاد سنی گئی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں: کہ ایک نابینا صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر درخواست کرتے ہیں کہ میرے لیے بینائی کی دعا فرمائی جائے، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں اور چاہو تو صبر کرو اور صبر تمہارے لیے بہتر ہے، انہوں نے عرض کیا: دعا فرما دیں، آپ نے فرمایا اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت ادا کرو اور یہ دعا مانگو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّی

---

[1] عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی: مختصر سیرۃ الرسول (لاہور) ص ۳۲۳

تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هٰذِهٖ لِتُقْضَى اللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ[1]

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبی رحمت محمد مصطفےٰ ﷺ کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں، یا محمد! میں آپ کے وسیلے سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تا کہ پوری کر دی جائے، اے اللہ! میرے حق میں حضور کی شفاعت قبول فرما۔''

امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ ابھی ہم وہیں بیٹھے ہوئے تھے، زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ صاحب تشریف لائے، انکی بینائی بحال ہو چکی تھی، یوں معلوم ہوتا تھا کہ انہیں کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔

اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہو گئے، تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی، رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بارش کی دعا فرمائی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ زوردار بارش شروع ہو گئی، مدینہ منورہ کے آس پاس کے لوگوں نے حاضر ہو کر شکایت کی کہ ہم تو ڈوب جائیں گے، آپ نے دعا کی اے اللہ! ہمارے اردگرد بارش ہو ہم پر نہ ہو، چنانچہ بادل آس پاس سے اس طرح ہٹ گیا جیسے تاج ہو، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''لَوْ أَدْرَكَ أَبُوْ طَالِبٍ هٰذَا الْيَوْمَ لَسَرَّهٗ فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ أَصْحَابِهٖ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَدْتُ قَوْلَهٗ ؎

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْأَرَامِلِ

فَقَالَ أَجَلْ[2]

''اگر ابو طالب اس دن کو پاتے، تو انہیں خوشی ہوتی، ایک صحابی نے عرض کیا حضور!

---

[1] ابو عبد اللہ حاکم نیشا پوری: المستدرک (دار الفکر، بیروت) ۱/۵۱۹

[2] ابن ہشام: السیرۃ النبویہ (مع الروض الانف) ۱/۱۷۹

آپ کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف ہے:

گورے رنگ والے جن کے چہرے کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے

تیموں اور ناداروں کے ملجاو ماویٰ!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں!"

وصال کے بعد توسل

۱-امام قسطلانی، ابن منیر سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور سید عالم ﷺ کے وصال کی اطلاع ملی، تو روتے ہوئے حاضر ہوئے اور چہرۂ انور سے کپڑا اُٹھا کر یوں عرض کرنے لگے:

"وَلَوْ أَنَّ مَوْتَكَ كَانَ اِخْتِيَارًا لَجُدْنَا لِمَوْتِكَ بِالنُّفُوْسِ
أُذْكُرْنَا يَامُحَمَّدُ عِنْدَ رَبِّكَ وَلْنَكُنْ مِنْ بَالِكَ "[۱]

"اگر آپ کی موت میں ہمیں اختیار دیا جاتا تو ہم آپ کے وصال کے لیے اپنی جانیں قربان کردیتے، حضور! اپنے رب کے پاس ہمیں یاد کرنا اور ہمارا خیال ضرور رکھنا۔"

۲-ایک صاحب کسی مقصد کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کرنا چاہتے تھے، لیکن کامیابی نہ ہوئی، انہوں نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تذکرہ کیا، انہوں نے فرمایا: وضو کرکے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو اور اس کے بعد یہ دُعا مانگو: "اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَسْئَلُكَ ----" (الخ)

انہوں نے یہ عمل کیا، تو نہ صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوگئی اور انہوں نے ان کی حاجت پوری کردی بلکہ فرمایا: جب کوئی کام ہو تو میرے پاس آجانا، یہ صاحب واپسی پر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور شکریہ ادا کیا کہ آپ کی سفارش سے میرا کام ہوگیا، انہوں نے فرمایا: میں نے سفارش بالکل نہیں کی،

---

[۱] احمد بن محمد قسطلانی، امام: (م ۹۲۳ھ) مواہب لدنیہ (مع شرح الزرقانی) ۳۲۲/۸

میں نے تو تمہیں وہ عمل بتایا تھا جو حضور نبی کریم ﷺ نے نابینا صحابی کو تعلیم فرمایا تھا۔ (ملخصاً)۔[1]

۳۔حضرت مالک الدار (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن) راوی ہیں: کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں قحط واقع ہو گیا، ایک صاحب (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صحابی) حضور سرورِ عالم ﷺ کے مزار انور پر حاضر ہوئے اور عرض کی:

''يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا''

''یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا فرمایئے کیونکہ وہ لوگ ہلاک ہوئے جا رہے ہیں۔''

''خواب میں نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ لوگوں کے لیے بارش کی دُعا کریں، انہیں بارش دی جائے گی اور انہیں کہو کہ احتیاط کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو، وہ صاحب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ماجرا بیان کیا، حضرت عمر رو دیے، اور کہا یا اللہ! میں اپنی بساط بھر کوتاہی نہیں کرتا۔''[2]

۴۔حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت ۱۸ھ میں پھر قحط واقع ہوا، جسے عام الرمادہ کہتے ہیں، حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی قوم بنو مزینہ نے کہا ہم مرے جا رہے ہیں، کوئی بکری ذبح کیجئے، فرمایا: بکریوں میں کچھ نہیں رہا، اصرار بڑھا تو انہوں نے بکری ذبح کی، جب اس کی کھال اتاری تو نیچے سے سُرخ ہڈی نکلی یہ دیکھ کر حضرت بلال مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فریاد کی:

---

[1] الطبرانی، امام: المعجم الصغیر، ص: ۱۰۳

[2] ابن عبد البر النمری القرطبی: الاستیعاب (دار صادر، بیروت) ۲/ ۴۶۴

"یا محمداہ - رات ہوئی تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ انہیں فرما رہے ہیں کہ تمہیں زندگی مبارک ہو-"[1]

۵- جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی، جبکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی، مقابلہ بہت شدید تھا، ایک وقت نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکھڑنے لگے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپہ سالار تھے، انہوں نے یہ حالت دیکھی:

"نَادٰی بِشِعَارِ الْمُسْلِمِيْنَ وَكَانَ شِعَارُهُم يَوْمَئِذٍ يَا مُحَمَّدَاهُ"[2]

"تو انہوں نے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ ندا کی، اس دن مسلمانوں کی علامت تھی "یامحمداہ"-!

۶- حضرت ابو عبیدہ ابن عامر الجراح نے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ حلب کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا، جب وہ حلب کے قریب پہنچے تو یوقنا پانچ ہزار افراد کے ساتھ حملہ آور ہوا، مسلمان جم کر لڑنے لگے، اتنے میں پیچھے چھپے ہوئے پانچ ہزار افراد کے لشکر نے حملہ کر دیا، اس خطرناک صورت حال نے مسلمانوں کو بے حد پریشان کر دیا، حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا اٹھائے ہوئے بلند آواز سے پکارا:

"يَا مُحَمَّد! يَا مُحَمَّد! يَا نَصْرَ اللهِ اِنْزِلْ"-[3]

"یا محمد، یا محمد! اے اللہ کی امداد، نزول فرما-"

مسلمان ان کے گرد جمع ہو گئے اور کمال ثابت قدمی سے دشمن کا مقابلہ کیا-

۷- فتح بہنسا کے موقع پر ایک دفعہ جب رات بھر جنگ ہوتی رہی، اس وقت مسلمانوں کا

۱- حافظ ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ (مکتبۃ المعارف، بیروت) ۷/۹۱

۲- ایضاً ۶/۳۲۴

۳- محمد بن عمر الواقدی: فتوح الشام (مصطفیٰ البابی، مصر ۱۹۳۴ء) ۱/۱۹۶

شعار (علامتی نشان) تھا:

''یَامُحَمَّد ! یَا مُحَمَّد! یَا نَصرَاللّٰہِ اِنزِل''

۸- ابوالجوزاء حضرت اوس بن عبداللہ فرماتے ہیں ایک دفعہ مدینہ طیبہ میں سخت قحط پڑا، اہل مدینہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی، آپ نے فرمایا:

''نبی اکرم ﷺ کے مزار مبارک کو دیکھو اور آسمان کی طرف اس کا روشن دان کھول دو، تاکہ اس کے اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے، انہوں نے ایسا ہی کیا تو اتنی بارش ہوئی کہ سبزہ اگا، اونٹ موٹے ہو گئے اور چربی کی زیادتی کی وجہ سے ان کے جسم پھٹ گئے، چنانچہ اس سال کا نام ہی عام الفتق رکھ دیا گیا-''[1]

۹- سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں مبارک سو گیا-

فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ: اُذکُر اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیکَ فَقَالَ یَامُحَمَّدُ ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ فَکَاَنَّمَا نَشَطَ مِنْ عِقَالٍ[2]

''ایک شخص نے انہیں کہا: اس ہستی کو یاد کرو، جو تمہیں تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو، انہوں نے کہا: ''یا محمد ﷺ! وہ اسی وقت چنگے بھلے ہو گئے، گویا وہ قید سے آزاد کر دیے گئے ہوں-''

۱۰- اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک شخص کا پاؤں سو گیا، تو آپ نے اسے فرمایا: ''اس ہستی کو یاد کرو جو تمہیں سب انسانوں سے زیادہ محبوب ہیں، اس نے کہا: ''یا محمد ﷺ! اس کا پاؤں صحیح ہو گیا-''[3]

---

[1] عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی (م ۲۵۵ھ): سنن دارمی (دارالمحاسن، مصر) ۱/۴۳

[2] ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی، امام: الاذکار (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۲۷۱

[3] ایضاً: الاذکار (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۲۷۱

۱۱-ہیثم بن عدی کہتے ہیں: کہ بنو عامر نے بصرہ میں اپنے جانور کھیتی میں چرائے، انہیں طلب کرنے کے لیے حضرت موسیٰ اشعری (حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی طرف سے بھیجے گئے، بنو عامر نے بلند آواز سے اپنی قوم آل عامر کو بلایا تو حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) اپنے رشتہ داروں کی ایک جماعت کے ساتھ نکلے، انہیں حضرت ابو موسیٰ کے پاس لایا گیا، آپ نے پوچھا: آپ کیوں نکلے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی قوم کی پکار سنی تھی، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں تازیانے لگائے، اس پر حضرت نابغہ (صحابی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

فَاِنْ تَكُ لِابْنِ عَفَّانَ اَمِيْنَا　　　قَلَمْ يَبْعَثُ بِكَ الْبَرَّ الْأَمِيْنَا

وَيَاقَبْرَ النَّبِيِّ وَصَاحِبِيْهِ　　　أَلَايَاغَوْثَنَا لَوْ تَسْمَعُوْنَا [1]

''اگر تو ابن عفان کا امین ہے، تو انہوں نے تجھے احسان کرنے والا امین بنا کر نہیں بھیجا۔''

اے نبی اور آپ کے دو صاحبوں کی قبر! اے ہمارے فریاد رس! کاش آپ ہماری فریاد سن لیں!''

۱۲-حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حراست میں میدانِ جنگ سے گزریں، تو بے ساختہ فریاد کی:

''اے بہت ہی تعریف کیے ہوئے! امداد، امداد، اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور آسمانی فرشتے درود بھیجیں، یہ حسین میدان میں ہیں، خون میں نہائے ہوئے، اعضاء کٹے ہوئے، یا محمد! امداد، آپ کی بیٹیاں حراست میں ہیں، آپ کی اولاد شہید کردی گئی، بادِ صبا ان پر مٹی اڑا رہی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ ان کی پرسوز فریاد نے ہر اپنے اور بیگانے کو رلا دیا۔'' [2]

---

[1] ابن عبد البر النمری القرطبی: الاستیعاب (دار صادر، بیروت) ۵۸۶/۳

[2] حافظ ابن کثیر: البدایہ والنہایہ (مکتبۃ المعارف، بیروت) ۱۹۳/۸

اجماع صحابہ

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ راوی ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارش کی دُعا اس طرح مانگا کرتے تھے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہو جاتے تو حضرت عمر فاروق حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے:

بارالہا! ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے محترم چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں،

تو ہمیں سیراب فرما۔

یوں دعا مانگتے ہی انہیں بارش عطا کر دی جاتی ہے۔[1]

ابن تیمیہ اور ان کے مقلدین کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بجائے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پیش کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد توسل جائز نہیں، یہ کھلا ہوا مغالطہ ہے۔

1-اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ بارگاہِ الٰہی میں صرف اعمالِ صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا ہی جائز نہیں بلکہ ذوات صالحین کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے، اور اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے، کیونکہ یہ دعا صحابۂ کرام کے اجتماع میں مانگی گئی اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا جبکہ تمہیں اس سے انکار ہے۔

2-اگرچہ حضرت عباس وہ برگزیدہ ہستی ہیں کہ خود ان کا وسیلہ بھی پیش کیا جا سکتا تھا، لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں عرض کیا کہ یا اللہ! ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، تو دراصل یہ حضور اکرم ﷺ ہی کا وسیلہ ہے۔

علامہ بدرالدین عینی کی نقل کردہ روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ

---

[1] محمد بن اسمٰعیل البخاری، امام: صحیح البخاری (نور محمد، کراچی) ۱؍۱۳۷

تعالیٰ عنہ نے منبر پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دعا مانگی پھر حضرت عباس نے جو ان کے ساتھ منبر پر تشریف فرما تھے، ان الفاظ میں دعا کی:

"اے اللہ! بلا گناہوں کے سبب ہی نازل ہوتی ہے اور توبہ ہی سے دور ہوتی ہے، یہ لوگ میرے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوئے ہیں کہ میرا تعلق تیرے نبی سے ہے۔"[1]

حافظ ابن عبد البر، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

"ہمیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعدد روایات پہنچی ہیں کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ استسقا کے لیے نکلے اور دعا کی اے اللہ! ہم تیرے نبی ﷺ کے چچا کے وسیلے سے تیرا قرب چاہتے ہیں، ان کو شفیع بناتے ہیں، پس تو ان میں اپنے نبی ﷺ کی رعایت فرما جیسے تو نے دو بچوں کی ان کے باپ کی نیکی کے طفیل حفاظت فرمائی (کہ ان کی گرتی دیوار سیدھی کر دی)۔"[2]

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دعا کرنا دراصل نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی سے توسل ہے۔

3- بارگاہِ خداوندی میں حضور نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ پیش کرنا تو مسلم تھا ہی، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس کا وسیلہ پیش کر کے بتلا دیا کہ توسل حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ آپ کے قرابت دار اور اہل صلاح امتیوں کا وسیلہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے، تا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے، امتی کو وسیلہ نہیں بنا سکتے۔

---

[1] بدر الدین محمود عینی، علامہ: عمدۃ القاری (محمد امین دمج، بیروت) ۷/۳۲

[2] ابن عبد البر النمری القرطبی: الاستیعاب (دار صادر، بیروت) ۳/۹۹

حضرت سلیم بن عامر خبائری راوی ہیں:

''بارش نہیں ہوئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل دمشق بارش کی دعا کے لیے باہر نکلے، جب حضرت امیر معاویہ منبر پر بیٹھے، تو فرمایا: یزید بن الاسود الجرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں بلایا، تو وہ پھلانگتے ہوئے تشریف لائے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر وہ منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں میں بیٹھ گئے، حضرت امیر معاویہ نے دعا مانگی: اے اللہ! آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کی سفارش پیش کرتے ہیں، اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں یزید بن الاسود الجرشی کی سفارش پیش کرتے ہیں۔''

یزید! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ، انہوں نے ہاتھ اٹھائے، لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے (اور دعا کی) اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل اٹھا ہوا چلنے لگی اور زوردار بارش شروع ہوگئی، یہاں تک کہ لوگوں کو گھروں تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔''[1]

اس اجتماع میں صحابہ کرام بھی موجود ہیں، تابعین بھی حاضر ہیں، ان میں سے کسی نے ایک مرد صالح کے وسیلے سے دعا مانگنے پر اعتراض نہیں کیا، یہ بھی ان حضرات کا جواز توسل پر اجماع ہے۔

توسل ═══ اور ائمہ اربعہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں:

یا مالکی کن شافعی فی فاقتی إنی فقیر فی الری لغناك

یاأکرم الثقلین یا کنز الوری جدلی بجودك و ارضنی برضاك

أناطامع بالجود منك ولم یکن لأبی حنیفة فی الأنام سواك[2]

---

[1] ابن سعد (م ۲۳۰ھ) الطبقات (دار صادر، بیروت) ۷/۴۴۴

[2] ابوحنیفہ نعمان بن ثابت، امام قصیدۂ نعمانیہ (مع الخیرات الحسان) مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ص ۲۰۰

''اے میرے مالک! آپ میری حاجت میں شفیع ہوں،

میں تمام مخلوق میں آپ کے غنا کا فقیر ہوں''

''اے جن وانس سے زیادہ کریم! اے مخلوق کے خزانے!

مجھ پر احسان فرمائیں اور اپنی رضا سے مجھے راضی فرمادیں۔''

''میں آپ کی بخشش کا امیدوار ہوں، اور آپ کے سوا مخلوق میں ابوحنیفہ کا کوئی نہیں۔''

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں، منصور (بنوعباس کے خلیفہ ثانی) نے حضور نبی اکرم ﷺ کے مزار انور کی زیارت کے لیے حاضری دی، تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا: ''اے ابوعبداللہ! میں قبلہ رخ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف رخ کروں؟'' امام مالک نے فرمایا:

''تم اپنا چہرہ حضور اکرم ﷺ سے کیوں پھیرتے ہو؟ حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیرا اور تیرے جد امجد سیدنا آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں، بلکہ آپ کی طرف رخ کر، آپ سے شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔''[1]

تعجب ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں بہت سے لوگوں کو کعبہ شریف کی طرف پاؤں پھیلا کر سوتے ہوئے دیکھا گیا ہے، انہیں کوئی منع نہیں کرتا، لیکن بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرنے والوں کو باصرار کہا جاتا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگو اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ کی طرف پشت کرلو۔ فیاللعجب! وإلى الله المشتكىٰ۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

آل النبی ذریعتی وهم إليه وسيلتي

أرجو بهم أعطى غدا بيدى اليمين صحيفتي[2]

---

[1] قاضی عیاض مالکی، امام: الشفاء، (فاروقی کتب خانہ، ملتان) ۲/۳۳

[2] احمد بن حجر مکی (م ۹۷۴ھ): الصواعق المحرقۃ (مکتبۃ القاہرہ، مصر) ص ۱۸۰

''آل نبی میرا ذریعہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف میرا وسیلہ ہے'' مجھے امید ہے کہ ان کے وسیلے سے مجھے قیامت کے دن نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔''

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دعا مانگی، تو ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو تعجب ہوا، امام احمد نے فرمایا:

''امام شافعی کی مثال ایسی ہے جیسے لوگوں کے لیے سورج اور بدن کے لیے صحت۔''[1]

توسل ـــــــ اور ائمۂ اعلام

مسئلۂ توسل کے بارے میں علماء اسلام کے اقوال اور واقعات کو جمع کیا جائے تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے، اختصار کے پیش نظر چند علماء اسلام کے ارشادات نقل کیے جاتے ہیں:

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۵۰۵ھ) آداب السفر میں فرماتے ہیں:

''سفر کی دوسری قسم میں انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ، تابعین اور دیگر علماء و اولیاء کے مزارات کی زیارت بھی داخل ہے، زندگی میں جس کی زیارت سے برکت حاصل کی جا سکتی ہے، وفات کے بعد بھی اس کی زیارت سے برکت حاصل کی جا سکتی ہے۔''[2]

امام ابن الحاج جو علمائے متشددین میں شمار ہوتے ہیں، انہوں نے اولیائے کرام، انبیائے عظام اور خصوصاً حضور سید الانام ﷺ سے توسل اور استغاثہ کا طریقہ شرح و بسط سے بیان کیا ہے درج ذیل میں ان کے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

اگر میت عوام الناس میں سے ہے تو اس کی قبر کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی جانب بیٹھ کر میت کی طرف رخ کرے، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے، پھر نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے، پھر جہاں تک ممکن ہو، میت کے لیے دعا کرے:

---

1. یوسف بن اسمٰعیل نبہانی — شواہد الحق (مصطفیٰ البابی مصر) ص ۱۶۶
2. ابو حامد محمد بن محمد غزالی، امام — احیاء علوم الدین (دار المعرفۃ، بیروت) ج ۲، ص ۲۴۷

''اسی طرح ان قبور کے پاس جاکر دعا کرے، جب زائر پر، یا دوسرے مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑائے کہ اس مصیبت کو زائر اور مسلمانوں سے دور فرما دے۔''[1]

مزید فرماتے ہیں:

''پھر اپنی حاجتوں کے برآنے اور گناہوں کی مغفرت میں اولیاء کرام کا وسیلہ پیش کرے، پھر اپنے لیے، والدین، مشائخ اور اقرباء کے لیے، ان اہل قبور کے لیے اور زندہ و مردہ عام مسلمانوں اور قیامت تک آنے والی اُن کی اولادوں کیلئے اور جو بھائی غائب ہیں، ان سب کے لیے دعا کرے۔

اور ان اولیاء کرام کے پاس کھڑا ہو کر عاجزانہ بارگاہ الٰہی میں دعا کرے اور کثرت سے ان کا وسیلہ پیش کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب فرما لیا ہے اور انہیں شرافت و کرامت سے نوازا ہے، جس طرح دنیا میں ان کے ذریعے نفع عطا فرمایا ہے، آخرت میں اس سے بھی زیادہ نفع ہے، جو شخص کسی حاجت کا ارادہ کرے، تو وہ ان حضرات کے پاس جائے اور ان کا وسیلہ پیش کرے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔

شریعت میں ثابت اور معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی کتنی عزت افزائی فرماتا ہے، اور یہ بکثرت ہے اور مشہور ہے، علمائے مشرق و مغرب کے عظیم اکابر مزارات اولیاء کی زیارت سے برکت حاصل کرتے رہے ہیں، اور حسی اور معنوی طور پر اس کی برکت پاتے رہے ہیں۔''[2]

پھر شیخ امام ابوعبداللہ بن النعمان رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

''ارباب بصیرت و اعتبار کے نزدیک ثابت ہے کہ اولیائے کرام کے

1۔ ابن الحاج، امام المدخل (دارالکتاب العربی، بیروت) ۱/۲۴۸

2۔ ایضاً: المدخل، ج ۱، ص ۲۴۹

مزارات کی زیارت برکت اور عبرت حاصل کرنے کے لیے محبوب ہے، کیونکہ اولیائے کرام کی برکت ان کی (ظاہری) زندگی کی طرح وصال کے بعد بھی جاری ہے، اولیائے کرام کی قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان کو وسیلہ بنانا ہمارے علماء محققین، ائمۂ دین کا معمول ہے۔"[1]

اس کے بعد انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزارات پر حاضری دینے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"زائر انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظیم بارگاہ میں حاضر ہو اور اس پر لازم ہے کہ دور دراز سے ان کا قصد کرے، جب ان کی بارگاہ میں حاضر ہو تو عاجزی، انکساری، فقر و فاقہ، حاجت و اضطرار اور فروتنی سے موصوف ہو، اپنے دل اور خیال کو ان کی بارگاہ میں حاضر کرے اور سر کی آنکھ سے نہیں، دل کی آنکھ سے ان کی زیارت کی طرف متوجہ ہو، کیونکہ انبیائے کرام کے اجسامِ مبارکہ میں بوسیدگی اور تغیر پیدا نہیں ہوتا، پھر اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان حمد و ثناء کرے، انبیائے کرام پر درود بھیجے، ان کے اصحاب کے لیے رضائے الٰہی کی دُعا کرے اور قیامت تک اصحاب کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کے لیے دعائے رحمت کرے، پھر اپنی حاجتوں کے بر آنے اور گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیائے کرام کا وسیلہ پیش کرے، ان کی بدولت امداد کی درخواست کرے اور اپنی حاجتیں ان سے طلب کرے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے دعا مقبول ہوگی اور اس سلسلے میں تمام تر حسن ظن سے کام لے، کیونکہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کا کھلا ہوا دروازہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عادتِ کریمہ جاری ہے کہ اُن کے سبب اور ان کے ہاتھوں پر

---

[1] ابن الحاج، امام: المدخل، ج ۱، ص ۲۴۹

حاجتیں بر لاتا ہے، جو شخص ان کی بارگاہ میں حاضر نہ ہو سکے، وہ ان کی بارگاہ میں سلام بھیجے اور اپنی حاجتوں اور گناہوں کی مغفرت اور عیوب کی پوشیدگی وغیرہ کا ذکر کرے، کیونکہ یہ حضرات سادات کرام ہیں اور کریم حضرات سوال کرنے والے، وسیلہ پکڑنے والے، قصد کرنے اور پناہ لینے والے کو رد نہیں کرتے۔"[1]

حضور سید الانبیا ﷺ سے توسل

اور امام ابن الحاج

"حضور سید الاولین والآخرین ﷺ کی زیارت میں مذکورہ بالا امور یعنی عاجزی، انکساری اور مسکنت میں کئی گنا اضافہ کرے، کیونکہ آپ وہ مقبول الشفاعت شفیع ہیں جن کی شفاعت رد نہیں کی جاتی، آپ کا قصد کرنے والا آپ کے دربار میں حاضر ہونے والا آپ سے استعانت و استغاثہ کرنے والا محروم نہیں لوٹایا جاتا، کیونکہ حضور اکرم ﷺ دائرہ کمال کے قطب اور ملکِ الٰہی کے دولہا ہیں۔

جو شخص آپ کو وسیلہ پکڑتا ہے، آپ کے ذریعے مدد طلب کرتا ہے یا اپنی حاجتیں طلب کرتا ہے، وہ محروم نہیں کیا جاتا، مشاہدہ اور آثار اس پر شاہد ہیں، آپ کی زیارت میں کامل ادب کی ضرورت ہے، ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زائر، یوں محسوس کرے کہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں، جیسے کہ آپ کی حیات ظاہرہ میں تھا، کیونکہ آپ کی موت اور حیات میں فرق نہیں ہے، آپ امت کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور ان کے احوال، نیتوں، ارادوں اور خیالات کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور یہ آپ کے نزدیک ظاہر ہے، اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔"[2]

---

[1] ابن الحاج، امام: المدخل، ج ا، ص ۲۵۰-۲۵۱

[2] ایضاً: المدخل، ج ا، ص ۲۵۲

ابھی امام ابن الحاج کی یہ عبارت گزری ہے:

''جو شخص کسی حاجت کا ارادہ کرے، وہ اولیائے کرام کے مزارات پر جائے اور ان کا وسیلہ پکڑے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔''[1]

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''قِيلَ اِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُورِ فَاسْتَعِينُوا مِنْ أَهْلِ الْقُبُورِ''[2]

کہا گیا کہ جب تم مختلف امور میں حیران ہو جاؤ تو اہل قبور سے استعانت کرو۔ یعنی اہل قبور کے وسیلے سے دعا کرو، اللہ تعالیٰ مرادیں بر لائے گا۔

امام علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ سے توسل، استعانت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کی درخواست جائز اور مستحسن ہے، اس کا جواز اور حُسن، ان امور میں سے ہے جو ہر مومن کو معلوم ہے اور انبیاء و مرسلین، سلف صالحین، علماء اور عامۃ المسلمین کا طریقہ ہے، کسی دین والے نے اس کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی کسی زمانے میں یہ انکار سنا گیا، یہاں تک کہ ابن تیمیہ آیا اور اس نے اس میں کلام کیا، ضعیف اور ناواقف لوگوں کے لیے تلبیس سے کام لیا۔''[3]

علامہ ابن حجر عسقلانی بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں:

''میرے آقا! اے اللہ کے رسول! آپ کی مدح میں کہے ہوئے میرے قصیدے شرافت والے ہو گئے ہیں۔''

'' آج میں نے آپ کی نعت کہی اور کل مجھے آپ سے شفاعت کی امید

---

[1] ابن الحاج، امام: المدخل، ج ا، ص ۲۴۹

[2] علی بن سلطان محمد القاری: شرح مسند امام اعظم (مطبع مجتبائی، دہلی) ص ۱۱۴

[3] تقی الدین السبکی، الامام: شفاء السقام (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۱۲۰

ہے، وہاں مجھے بھی نظر میں رکھئے۔''

''بندۂ گنہگار نے آپ کا وسیلہ پکڑا ہے، اسے امید ہے کہ لغزشیں معاف فرما دی جائیں گی، خوف کے سبب اس کی پلکوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔''[1]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تقریباً ہر طبقے میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ نے مجھ پر اسرار ظاہر فرمائے اور مجھے خود ان چیزوں کی پہچان کرائی اور میری بہت بڑی اجمالی امداد فرمائی اور مجھے بتایا کہ میں اپنی حاجتوں میں آپ سے کس طرح مانگوں۔''[2]

اپنے قصیدہ ''اطیب النغم'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

''پہلی فصل میں بطور تشبیب، زمانے کے وہ حوادث بیان کیے جاتے ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ کی روح انور سے استمداد ضروری ہے۔''[3]

قصیدہ اطیب النغم میں عرض کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے، اے تمام مخلوق سے بہتر! اے بہترین امید! اور اے بہترین عطا فرمانے والے! اور اے بہترین وہ ذات کہ مصیبت دور کرنے کی جن سے امید کی جاتی ہے اور جن کی سخاوت بادلوں سے بلند و بالا ہے۔''

''آپ مصیبتوں کے وقت پناہ دینے والے ہیں، جب وہ اپنے بدترین پنجے دل میں گاڑ دیں۔''[4]

---

1. یوسف بن اسمٰعیل نبہانی: المجموعۃ النبہانیہ (دار المعرفۃ، بیروت) ۲/۳۹۱
2. شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: فیوض الحرمین (محمد سعید اینڈ سنز، کراچی) ص ۸۹
3. ایضاً: اطیب النغم (مطبع مجتبائی، دہلی) ص ۲
4. ایضاً: اطیب النغم (مطبع مجتبائی، دہلی) ص ۲۲

توسل ═══ اور اہل حدیث کے مُسلّم علماء

اس سے پہلے جن اکابر علماء کے ارشادات نقل کیے گئے ہیں، ان کی حیثیت ہر مکتب فکر کے نزدیک محترم اور مستند ہے۔ ذیل میں خصوصیت کے ساتھ چند اقتباسات ان علماء کے پیش کیے جاتے ہیں، جن کی غیر مقلدین حضرات کے نزدیک بڑی وقعت ہے۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

"دنیا و آخرت میں سعادت و فلاح صرف رسولان گرامی کے ہاتھوں ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ان ہی کے ہاتھوں ہے۔"[1]

ابن تیمیہ اپنے رسالہ "التوسل والوسیلة" میں لکھتے ہیں کہ صحابہ مہاجرین و انصار کی موجودگی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا صحیح اور اہل علم کے نزدیک بالاتفاق ثابت ہے، حضرت فاروق اعظم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دعا مانگی:

"یہ وہ دعا ہے جسے تمام صحابہ نے برقرار رکھا اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا، حالانکہ یہ دعا مشہور ہے، یہ واضح ترین اجماع اقراری ہے، ایسی ہی دعا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مانگی تھی۔"[2]

قاضی شوکانی اپنے رسالہ "الدر النضید" میں لکھتے ہیں:

"حضور اکرم ﷺ سے توسل آپ کی حیات میں بھی ہے اور وصال کے بعد بھی، آپ کی بارگاہ میں بھی ہے اور بارگاہ سے دور بھی، حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ سے توسل ثابت ہے، آپ کے وصال کے بعد دوسروں سے توسل باجماع صحابہ ثابت ہے۔"[3]

۱۔ ابن قیم الجوزیہ — زاد المعاد (مصطفیٰ بابی مصر الطبعۃ الثانیہ) ۱۵/۱

۲۔ محمد عبد الرحمن — تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی — ۲۸۲/۴

۳۔ ایضاً — " ۲۸۲/۴

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں:

''اے میرے آقا! اے میرے سہارے، میرے وسیلے، سختی اور نرمی میں میرے کام آنے والے۔''

''میں آپ کے دروازے پر اس حال میں حاضر ہوا ہوں کہ میں ذلیل ہوں، گڑگڑا رہا ہوں اور میری سانس پھولی ہوئی ہے۔''

''آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے جس سے مدد مانگی جائے، اے! رحمۃ للعالمین! میری آہ و بکا پر رحم فرمائیے۔''[1]

نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

''جب کتاب وسنت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، تو اس پر اولیاء کرام کے توسل کو قیاس کیا جائے گا، علامہ جزری ''حصن حصین'' میں فرماتے ہیں دعا کا ایک ادب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء و اولیاء کا وسیلہ پیش کیا جائے۔''[2]

توسل ═══ اور علماء دیوبند

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند اپنے قصائد قاسمی میں عرض کرتے ہیں:

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامیٔ کار[3]

ثنا کر اس کی، اگر حق سے کچھ لیا چاہے
تُو اس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار[4]

---

[1] وحید الزمان، نواب — حاشیہ ہدیۃ المہدی (اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ) ص ۴۰
[2] ایضاً — ہدیۃ المہدی، ص ۴۸
[3] محمد قاسم نانوتوی — قصائد قاسمی (مکتبہ قاسمیہ ملتان) ص ۸
[4] ایضاً — قصائد قاسمی (مکتبہ قاسمیہ، ملتان) ص ۵

یہ ہے اجازت نہ تو تیری دعا کا لحاظ
قضا و مبرم و شروط کی نہیں نہ بچار لے

مولوی رشید احمد گنگوہی سے پوچھا گیا کہ ان اشعار کا ورد کیسا ہے۔؟

یا رسول اللهِ انظر حالنا　　　یا حبیب الله اسمع قالنا
إننی فی بحرِهمّ مغرقٌ　　　خذیدی سهل لنا إشکالنا
یاأکرم الخلق مالی من ألوذبه
سِواك عند حلول الحادِثِ العمم

اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

''ایسے کلمات کو نظم یا نثر ورد کرنا مکروہ تنزیہی ہے، کفر و فسق نہیں ہے۔[۲]

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی اپنے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کو لکھتے ہیں۔[۳]

''اے میرے مرشد! میرے مولیٰ! میری وحشت کے انیس،
میری دنیا کے، میرے دین کے اے جائے پناہ۔''
''اے میرے فریاد رسا! مجھ پہ ترس کھاؤ کہ میں
آپ کی حُب کے سوا رکھتا نہیں کوئی توشۂ راہ۔''
''خلق فائز ہو شہا آپ سے اور میں حیران،
رحم کی بادیٔ من اب تو ادھر کو بھی نگاہ!''
''میرے سردار! خدا واسطے کچھ تو دیجیے،
آپ معطی ہیں میرے، میں ہوں سوالی للہ!''

(یہ ترجمہ تذکرۃ الرشید کے حاشیہ سے لیا گیا ہے)[۳]

۱۔ محمد قاسم نانوتوی، قصائد قاسمی (مکتبہ [illegible] ملتان) ص ۷
۲۔ رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ (محمد سعید اینڈ سنز، کراچی) ص ۶۵
۳۔ محمد عاشق الٰہی میرٹھی، تذکرۃ الرشید (مکتبہ [illegible] کراچی) ۱۱۳/۱

تھانوی صاحب بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں:

''اے اللہ کے محبوب! میری دستگیری فرمائیں، میرے عجز کا آپ کے سوا کوئی ٹھکانا نہیں۔''

''آپ میری لغزش پر رحم فرمائیں اور اے مخلوق کی شفاعت کرنے والے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت فرمائیں۔''

''آقا! آپ کے دربار کے علاوہ میرا کوئی سہارا نہیں!

آخر میں صحابہ و تابعین کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں:

''عاجز و مضطر کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) مدد طلب کریں اور مدد کے لیے تیار ہو جائیں۔''[1]

توسل ــــــ اور عالمِ اسلام کے موجودہ علماء

فاضل علامہ مولانا محمد عاشق الرحمٰن قادری الٰہ آبادی نے اپنی تالیف ''مجاہد ملت کا حرفِ حقانیت'' میں پاک و ہند اور دیگر ممالک کے علماء سے حاصل کردہ توسل سے متعلق فتاویٰ جمع کر دیئے ہیں، اس کتاب کے چند اقتباسات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

خطیبِ بغداد

حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جامع مسجد بغداد کے امام اور مدرس، مولانا عبدالکریم محمد، توسل کے جائز ہونے پر دلائل پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''پس رسولانِ گرامی علیہم السلام کی ذوات مبارکہ سے توسل کے انکار کی گنجائش کیسے رہ جائے گی؟ ان سے اولیاء کرام، ان کے اعمال صالحہ اور دعا کرنے والے کے اپنے اعمال سے توسل، سب حق اور مشروع ہے، اس کا

---

[1] اشرف علی تھانوی: نشان التسمیل فی زمان التعجیل (مطبع مجتبائی، دہلی) ص ۱۷۲

انکار وہ جاہل اور غبی ہی کرے گا جو راہ ہدایت اور مسلمانوں کے اجماع سے برگشتہ ہو، جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔''[1]

اس جواب پر جن علماء نے تصدیقی دستخط فرمائے ہیں، ان کے اسماء یہ ہیں:

مولانا محمد نمر، خطیب جامع مسجد قادریہ، بغداد شریف۔

مولانا نوری سیاب، امام جامع مسجد قادریہ، بغداد شریف۔

مولانا رشید حسن، بغداد شریف۔

مولانا محمد شیخ عبدالقادر، امام وخطیب مقام ابوشیخ، بغداد شریف۔

کلیۃ الشریعہ، بغداد شریف کے استاذ علامہ احمد حسن طٰہٰ فرماتے ہیں:

''ہر شے میں مؤثر اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس عقیدے کی بناء پر انبیاء کرام علیہم السلام سے توسل میں شرعاً ہرگز کوئی مانع نہیں ہے، بلکہ شفاعت کی طرح توسل بھی توحید کے منافی نہیں ہے۔[2]

حماۃ شام کے جلیل القدر عالم مولانا محمد علی تحریر فرماتے ہیں:

''جب اعمال صالحہ سے توسل جائز ہے اور اس کا کوئی مخالف نہیں ہے، حالانکہ یہ مخلوق ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ وہ اعمال مقبول ہیں یا نہیں، تو حضور نبی کریم ﷺ سے توسل کیوں جائز نہ ہوگا؟ جبکہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر مخلوق سے افضل ہیں، اپنی ظاہری حیات میں بھی اور وصال کے بعد بھی، کیونکہ آپ زندہ ہیں اور ہمارے اعمال آپ کے سامنے ہمیشہ پیش کیے جاتے ہیں، جیسے کہ احادیث میں وارد ہے۔''[3]

---

[1] محمد عاشق الرحمٰن قادری: مجاہد ملت کا حرف حقانیت (مکتبہ الحبیب الہ آباد) ص ۴۲-۴۳

[2] ایضاً: ص ۴۳-۴۴

[3] ایضاً: ص ۴۲-۴۳

خطیب شام

حماۃ، شام کے علامہ عبدالعزیز طیمہ زمدرس وخطیب جامع سلطان فرماتے ہیں:

''جب شفاعت شرک نہیں ہے، تو وسیلہ بھی شرک نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں کا ایک ہی مطلب ہے، وسیلہ کا مطلب اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک مقام رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے عبد مکرم پر احسان کو ظاہر کرنے کے لیے اس کے مقام کی بدولت، جس بندے پر چاہتا ہے فضل فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ سورۂ انبیاء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے: ''وَكَانَ عِنْدَ اللهِ وَجِيهًا'' کیا انبیاء ورسل کے خاتم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز نہیں ہوں گے؟''[1]

حماۃ شام کے مفتی علامہ صالح النعمان، خطیب جامع مدفن لکھتے ہیں:

توسل کے جائز ہونے پر امت کا اجماع ہے، بشرطیکہ عقیدہ صحیح ہو اور اجماعِ امت حجت شرعیہ ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی، بعض غالی وہابی جو دعویٰ کرتے ہیں کہ توسل شرک ہے، تو اس پر شرعی یا عقلی کوئی دلیل نہیں ہے۔[2]

دمشق کی جامع التجارین کے امام، علامہ ابوسلیمان زبیبی نے مسئلہ توسل پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور اپنا موقف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''انبیاء ومرسلین اور ان اولیاء صالحین سے توسل کرنا جن کی فضیلت، تقویٰ اور عدالت وولایت پر اتفاق ہے، ایمان ہے، کفر نہیں ہے، اور میرے نزدیک جائز ہے، ممنوع نہیں ہے اور جو شخص اپنی حاجتوں کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان حضرات کا وسیلہ پیش کرتا ہے، وہ مومن موحد ہے مشرک نہیں

---

[1] محمد عاشق الرحمن قادری: مجاہد ملت کا حرف حقانیت (مکتبہ الحبیب الہ آباد) ص ۵۲
[2] ایضاً """" ص ۵۶

اور اس کی تمام عبادتیں صحیح ہیں۔"[1]

جمہوریہ لبنان (بیروت) کے مفتی شیخ حسن خالد فرماتے ہیں:

"صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کلام میں نبی اکرم ﷺ سے توسل اور آپ کی طرف متوجہ ہونے سے ان کی مراد آپ کی دعا اور شفاعت کو وسیلہ بنانا ہے، امت مسلمہ انبیاء و اولیاء سے ان کی ظاہری حیات میں اور وصال کے بعد، ہر دور میں توسل کرتی رہی ہے۔"[2]

صدر مجلس اتحاد مبلغین انڈونیشیا

جکارتہ انڈونیشیا کی مرکزی مجلس اتحاد مبلغین کے صدر شیخ احمد شیخو فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ سے توسل ہر حال میں جائز ہے، آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے، ولادت کے بعد حیات ظاہری میں، وصال کے بعد، جب تک کہ آپ عالم برزخ میں رہیں گے اور قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد، قیامت اور جنت کے میدانوں میں۔"[3]

ندوۃ العلماء لکھنو

ندوۃ العلماء لکھنو کے ناظم مجلس تحقیقات شرعیہ مولوی محمد برہان الدین نے شیخ ابوالحسن علی ندوی کے ایماء پر ایک استفتاء کے جواب میں یہ فتویٰ صادر کیا:

"انبیاء سے توسل کا عقیدہ رکھنا شرک نہیں ہے، لہذا وسیلہ پکڑنے والا مشرک نہیں ہے، ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال صالحہ، نماز حج وغیرہ کو قبول فرمائے گا۔"[4]

---

[1] محمد عاشق الرحمن قادری: حرف حقانیت، ص ۶۰

[2] ایضاً " ص ۷۲

[3] ایضاً " " ص ۷۸

[4] ایضاً " " ص ۱۶۲

دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء سے شیخ نظام الدین نے متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد لکھا:

"ان عبارتوں سے معلوم ہوا اور واضح ہوا کہ یہ لوگ نہ تو مشرک ہیں اور نہ ہی یہ فعل شرک ہے، ان کے روزے نماز، حج، زکوۃ سب مثل دیگر مسلمانوں کے جائز و صحیح ہیں۔"[1]

شیخ عبدالعزیز بن باز

سعودی عرب کے ادارۂ بحوث اسلامیہ و افتاء کے رئیس شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے مولانا محمد عاشق الرحمٰن قادری الہ آباد کے استفتاء کے جواب میں ۲۰ر ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ کو پہلے سے لکھا ہوا ایک جواب بھجوایا، جس میں اولیاء کرام سے توسل کی چار قسمیں بیان کی ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1- زندہ ولی سے درخواست کی جائے کہ میرے لیے رزق کی وسعت، مرض سے شفا، یا ہدایت وتوفیق کی دعا فرمائیں، یہ جائز ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واتباع اور محبت اولیاء کا وسیلہ پیش کیا جائے، یہ بھی جائز ہے۔

3- اللہ تعالیٰ سے انبیاء واولیاء کے جاہ ومنزلت کے وسیلہ سے دعا کرے یہ ناجائز ہے۔

4- بندہ اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہوئے نبی یا ولی کی قسم دے یا بحق نبیه یا بحق اولیائه کہے، تو یہ ناجائز ہے۔"[2]

اس فتویٰ پر ادارۂ بحوث وافتا کے نائب الرئیس عبدالرزاق عفیفی اور بحوث کمیٹی کے ارکان عبداللہ منیع اور عبداللہ بن غدیان کے دستخط ہیں۔

---

[1] محمد عاشق الرحمٰن قادری: حرف حقانیت، ص ۱۶۸

[2] ایضاً ص ۲۰-۲۱۸

گزشتہ صفحات میں تیسری اور چوتھی قسم کا حکم، صحابہ کرام اور علماء اسلام کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے، اس جگہ صرف اس قدر کہنا ہے کہ نجدی علماء اور ندوۃ العلماء کے اراکین نے اپنے تمام تر تشدد کے باوجود ان قسموں کو صرف ناجائز کہا ہے، شرک قطعاً نہیں کہا۔ ؎

؎ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مسئلہ توسل پر مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قادری مدظلہ کا ایک مبسوط اور مدلل عربی فتویٰ بھی ''حرفِ حقانیت'' میں شامل ہے جس میں بیسیوں مستند مآخذ کے حوالہ جات درج ہیں، یہ فتویٰ مکتبہ قادریہ، لاہور کی طرف سے اردو ترجمہ کے ساتھ طبع ہو چکا ہے۔ مکتبہ ایشیق، استنبول، ترکیا کی طرف سے ''التوسل'' کے نام سے عربی میں چھپ چکا ہے۔

سید یوسف سید ہاشم الرفاعی، کویت

حضرت شیخ سید احمد رفاعی کبیر قدس سرہٗ کی اولاد امجاد میں سے کویت کے معروف اور عظیم المرتبت سکالر، سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''حاصل یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہرہ میں اور وصال کے بعد، اسی طرح باقی انبیاء ومرسلین اور اولیاء وصالحین سے توسل صحیح اور جائز ہے، جیسے کہ گزشتہ احادیث سے ثابت ہوا، جو لوگ زندوں اور مردوں میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زندوں سے توسل کی بعض قسمیں جائز ہیں، کیونکہ وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ زندہ تاثیر کر سکتے ہیں، مردے نہیں کر سکتے، حالانکہ ایجادی تاثیر اللہ تعالیٰ کے سوا مطلقاً کوئی بھی نہیں کر سکتا، رہا فائدہ دینا اور برکتیں عطا فرمانا اور ان کی روحوں سے عادی استفادہ اور ان کی روحوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس متوسل کے لیے فیض

رحمت کا طلب کرنا، تو یہ جائز اور واقع ہے اور ہر خلل سے خالی ہے، زندوں اور وصال یافتہ حضرات میں فرق نہیں ہے۔"[1]

حضور سید الانبیاء ﷺ سے قیامت کے دن توسل

امام علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"دوسری حالت، حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد قیامت کے میدان میں آپ کی شفاعت طلب کی جائے گی، اس پر اجماع ہو چکا ہے اور احادیث حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔"[2]

ارباب ولایت سے توسل

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہمارے علاقے میں طریقۂ شطاریہ صرف شیخ محمد غوث گوالیاری کے ذریعے سے رائج ہے، ورنہ ان سے پہلے یہ طریقہ زیادہ شہرت نہیں رکھتا تھا:

"اس فقیر نے یہ خرقہ شیخ ابو طاہر کردی سے پہنا اور انہوں نے "جواہر خمسہ" کے اعمال کی اجازت دی۔"[3]

اسکے بعد دو سندیں بیان کیں، جو شیخ ابو طاہر سے شیخ محمد غوث گوالیاری تک پہنچتی ہیں، بعد ازاں فرماتے ہیں:

"یہ فقیر سفر حج میں جب لاہور پہنچا اور شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی کی تو انہوں نے مجھے دعائے سیفی کی اجازت دی، بلکہ جواہر خمسہ کے تمام اعمال کی

---

[1] السید یوسف السید ہاشم رفاعی: الرد المحکم المنیع (کویت ۱۹۸۳ء) ص ۷-۸۶

[2] تقی الدین سبکی، امام: شفاء السقام (فیصل آباد) ص ۱۷۳

[3] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: انتباہ (کتب خانہ علویہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۱۵۸-۱۵۷

اجازت دی اور اپنی سند بیان کی، وہ اس زمانہ میں طریقہ احسنیہ اور شطاریہ کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔"[1]

جواہر خمسہ میں یہ عمل بھی ہے:

فتوحِ ابوابِ اقبال کے واسطے ہر روز پانچ سو بار پڑھے:

"نادِ علِیًا مَظهرَ العجائِبِ تجِدهُ عونًا لكَ فِي النوائِبِ كُلّ همٍ وغمٍ سيَنجلِي بِنبُوتِكَ يامُحمَّدُ يامُحمَّدُ يامُحمَّدُ وبِولَايتِكَ ياعلِي ياعلِيّ ياعلِيُّ"۔[2]

یہ ورد کیا ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استعانت اور توسل ہے، اس میں اگر شرک کی کوئی بات ہوتی تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جواہر خمسہ کے اعمال کی اجازتیں لیتے؟ حضرت شاہ صاحب اور ان کے مشائخ اس شرک کو برداشت کرتے؟ ہرگز نہیں!۔

شیخ الاسلام شہاب الدین رملی کا عقیدہ ملاحظہ ہو:

"شیخ الاسلام رملی سے پوچھا گیا کہ عوام الناس جو مصیبتوں کے وقت یا شیخ فلاں وغیرہ کہتے ہیں، کیا مشائخ وصال کے بعد امداد فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اولیاء، انبیاء، صالحین اور علماء سے استغاثہ جائز ہے کیونکہ وہ وصال کے بعد بھی امداد فرماتے ہیں، جیسے اپنی حیات میں امداد فرماتے تھے، اس لیے کہ انبیاء کے معجزے اولیاء کی کرامتیں ہیں۔"[3]

علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص کہے کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، تو اس کا

---

[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: انتباہ (کتب خانہ علویہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۱۵۸-۱۵۷

[2] شاہ محمد غوث گوالیاری: جواہر خمسہ (دار الاشاعت، کراچی) ص ۴۵۳

[3] الشیخ حسن العدوی الحمزاوی: مشارق الانوار (المطبعۃ الشرفیۃ، مصر) ص ۵۹

جواب یہ ہے کہ وہ تمام مومنین جو آخرت کی طرف انتقال کر چکے ہیں اکثر و بیشتر زندوں کے احوال جانتے ہیں، اس سلسلے میں ان کے واقعات انتہائی کثرت کو پہنچے ہوئے ہیں، ایک احتمال یہ ہے کہ انہیں اس وقت علم ہو، جب زندوں کے اعمال ان پر پیش کیے جائیں، اس کے علاوہ بھی کوئی صورت ہو سکتی ہے اور یہ چیزیں ہم سے مخفی ہیں۔

نبی صادق ﷺ نے خبر دی ہے کہ اموات پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں، لہذا اس کا وقوع ضروری ہے، البتہ کیفیت معلوم نہیں ہے، اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، اس حقیقت کے بیان کے لیے حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہی کافی ہے کہ ''مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے'' اور اللہ تعالیٰ کے نور کو کوئی چیز نہیں روک سکتی، یہ زندہ مومنوں کے حق میں ہے، ان مومنوں کا کیا عالم ہوگا جو دار آخرت میں ہیں؟''[1]

حضرت علامہ نے واضح طور پر بتادیا کہ اس عقیدے میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں، نیز جب زندہ مومن اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے، تو جو حضرات اگلے جہان میں جا چکے ہیں، ان کی قوت ادراک تو اور بھی بڑھ جائے گی۔

حضرت علامہ شیخ حسن العدوی الحمزاوی فرماتے ہیں:

''یہ جو بعض عوام کہتے ہیں یا سیدی فلاں! اگر آپ میری یہ مراد پوری کردیں یا میرے مریض کو شفا دیں، تو آپ کے لیے میرے ذمے اتنی چیز ہے تو یہ مانگنے کے طریقے سے بے خبری ہے (کہنا یہ چاہیے کہ یا اللہ فلاں بزرگ کے طفیل میری حاجت پوری فرما) لیکن اسے کفر قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ ان لوگوں کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ ولی میرے مقصد کو پیدا کرے گا، ان کی نیت تو یہ

---

[1] ابن الحاج، امام: المدخل، ۱/۲۵۳

ہوتی ہے کہ اس ولی کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنائیں، کیونکہ جس کا وسیلہ پیش کیا جارہا ہے، وہ ان کے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ کا مقرب اور محبوب ہے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ اپنی گفتگو میں بار بار اس قسم کی باتیں کہتے ہیں اے بارگاہ خدا میں پاکیزہ نفس والے! اپنے رب سے درخواست کریں کہ میرا یہ مقصد پورا فرما دے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک فاعل صرف اللہ تعالیٰ ہے، ولی صرف سبب اور وسیلہ ہے اور اس کا وسیلہ پکڑنے والا مردود نہیں ہوتا، کیونکہ محبوب اور مقرب کے سوال کو رد نہیں کیا جاتا۔

تو یہ حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان کے قبیلے سے ہے کہ کئی پراگندہ بالوں والے، گرد آلود جن کا سرمایۂ حیات دو چادریں ہوں ایسے ہوتے ہیں کہ اگر قسم دے کر بارگاہِ الٰہی میں کچھ عرض کریں، تو اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دیتا ہے۔ بعض عارفین نے فرمایا: ولی کی زندگی کی نسبت وصال کے بعد کرامت کا ظہور زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ اس کا تعلق مخلوق سے منقطع ہو چکا ہے اور اس کی روح کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کا وسیلہ پیش کرنے والوں کی حاجتیں پوری فرما دیتا ہے۔"[1]

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سلطان محمود غزنوی کے پاس حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جبہ مبارک تھا، سومنات کی جنگ میں ایک موقع پر خدشہ ہوا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے گی، سلطان محمود غزنوی، اچانک گھوڑے سے اتر کر ایک گوشے میں چلے گئے اور وہ جُبہ ہاتھ میں لے کر سجدے میں گر گئے اور دعا مانگی:

"بارالٰہا! اس جبے والے کے وسیلے سے ہمیں کافروں پر فتح عطا فرما، جو کچھ

---

[1] الشیخ حسن العدوی الحمزاوی   مشارق الانوار، ص ۵۸

مال غنیمت ہاتھ آئے گا، درویشوں میں تقسیم کر دوں گا۔"[1]

اچانک دشمن کی طرف سے شور اُٹھا اور تاریکی چھا گئی اور کافر آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے اور مختلف حصوں میں بٹ گئے، لشکرِ اسلام کو فتح حاصل ہو گئی، اس رات محمود غزنوی نے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں فرماتے ہوئے سنا:

"محمود! تم نے دربارِ الٰہی میں ہمارے جبے کی قدر نہ کی، اگر تم چاہتے تو تمام کافروں کے لیے اسلام کی درخواست کرتے۔"

فقیہ جلیل حضرت علامہ ابن عابدین شامی، "کتاب اللقطة" کے آخر میں ایک منہیہ (حاشیہ) میں فرماتے ہیں:

"حضرت زیادی فرماتے ہیں کہ جب کسی انسان کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اسے واپس فرمادے تو بلند جگہ کھڑا ہو کر سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور نبی اکرم ﷺ، پھر سیدی احمد بن علوان کی خدمت میں پیش کرے اور کہے سیدی احمد! اے ابن علوان! اگر آپ نے میری گم شدہ چیز واپس نہ کی، تو میں آپ کا نام دفترِ اولیاء سے خارج کر دوں گا، اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے وہ چیز واپس فرمادے گا، یہ علامہ اجہوری کا کلام مع اضافہ ہے جسے داؤدی نے "شرح منہج" میں نقل فرمایا۔"[2]

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدی زروق رحمہ اللہ تعالیٰ "محشی بخاری" کا تذکرہ بڑے شاندار انداز میں کیا ہے، فرماتے ہیں:

"مختصر یہ کہ وہ عظیم الشان شخصیت ہیں جن کا مرتبہ بیان نہیں کیا جا سکتا، وہ محققین صوفیہ کے آخری بزرگ ہیں جنہوں نے حقیقت و شریعت کو جمع کیا، بڑے بڑے علماء مثلاً شہاب الدین قسطلانی لقانی نے ان کی شاگردی پر فخر کیا۔

---

[1] شیخ فرید الدین عطار: تذکرۃ الاولیاء، فارسی (مطبع اسلامیہ، لاہور) باب ۷۷، ص ۳۴۴

[2] ابن عابدین شامی، علامہ: ردالمحتار (احیاء التراث العربی، بیروت) ۳: ۳۴۴

قصیدۂ غوثیہ کے طریقے پر ان کا قصیدہ ہے، جس کے چند شعر یہ ہیں:

☆ میں اپنے مرید کے بکھرے ہوئے حالات کو جمع کرنے والا ہوں، جب زمانے کی تندی اس پر کوئی مصیبت ڈھادے۔

☆ اگر تو تنگی، تکلیف اور وحشت میں ہے، تو یا زروق پکار میں فوراً آجاؤں گا۔[1]

اگر ان اشعار کو مشرکانہ قرار دیا جائے، تو شاہ عبدالعزیز اور ان کی سند سے وابستہ لوگوں کا کیا حکم ہوگا؟ جو یہ اشعار دھوم دھام سے نقل کررہے ہیں۔

صاحبِ دُرِّ مختار کے استاذ علامہ خیر الدین رملی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"عامۃ المسلمین کا یا شیخ عبدالقادر کہنا ندا ہے۔ اور جب اس کے ساتھ شیئاً للہ کا اضافہ کیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم و رضا کے لیے کسی شے کا مطالبہ ہے، اس کے حرام ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس کو کفر قرار دینے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی شے کا مطالبہ ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر شے سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں حالانکہ یہ مطلب کسی کے تصور میں بھی نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تعظیم کے لیے ہے جیسے ارشادِ ربانی ہے: "فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ" (الآیۃ) اور اس کی مثالیں بہت ہیں۔[2]

صلوٰۃ غوثیہ

محبوبِ سبحانی، شہبازِ لامکانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ولی اور سرتاجِ اولیاء ہیں، ان کے وسیلے سے دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم نہیں رہتا۔

---

[1] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی: بستان المحدثین، فارسی، اردو (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) ص ۳۲۲

[2] خیر الدین رملی، علامہ: فتاویٰ خیریہ بر حاشیہ فتاویٰ حامدیہ (حاجی عبدالغفار، قندھار) ۲/۲۸۲

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"جو شخص کسی تکلیف میں میرے وسیلے سے امداد کی درخواست کرے اس کی وہ تکلیف دُور کردی جائے گی اور جو کسی مصیبت میں میرا نام پکارے اسکی مصیبت دور کردی جائے گی اور جو کسی حاجت میں میرا وسیلہ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے، اس کی حاجت پوری کردی جائے گی، اور جو شخص دو رکعتیں ادا کرے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے، سلام کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجے، پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے، میرا نام لے اور اپنی حاجت بیان کرے، اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کی حاجت پوری کردی جائے گی۔"[1]

اس کے بعد یہ شعر پڑھے:

أَيُدْرِكُنِىْ ضَيْمٌ وَأَنْتَ ذَخِيْرَتِىْ وَأُظْلَمُ فِى الدُّنْيَا وَأَنْتَ نَصِيْرِىْ
وَعَارٌ عَلٰى حَامِى الْحِمٰى وَهُوَ مُنْجِدِىْ إِذَا ضَلَّ فِى الْبَيْدَا عِقَالُ بَعِيْرِىْ[2]

☆ "کیا مجھ پر ظلم کیا جائے گا؟ جب کہ آپ میرا ذخیرہ ہیں اور کیا دنیا میں مجھ پر ستم کیا جائے گا؟ جب کہ آپ میرے مددگار ہیں۔

☆ حضور غوث پاک کے پشت پناہ ہوتے ہوئے اگر جنگل میں میرے اُونٹ کی رسی گم ہو جائے، تو یہ بات محافظ کے لیے باعث عار ہے۔"

غور کیا جائے تو صلوٰۃ غوثیہ میں شرک کا کوئی پہلو نہیں نکلتا، کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک نابینا صحابی کو حکم فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر میرے وسیلے سے بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگو، انہوں نے دعا مانگی، تو ان کی بینائی بحال ہو گئی۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمانے پر ایک صاحب نے دورِ عثمانی میں

[1] ابو الحسن علی بن یوسف اللخمی الشطنوفی: بہجۃ الاسرار (مصطفےٰ البابی، مصر) ص ۱۰۲

[2] محمد بن یحییٰ التاذفی الحلبی علامہ: قلائد الجواہر (مصطفےٰ البابی، مصر) ص ۳۰۶

یہی عمل کیا تو ان کا مقصد بھی پورا ہو گیا، وہی طریقہ اس جگہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاجت بر آتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ صلوٰۃ غوثیہ کا طریقہ خود سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے جسے علامہ علی بن یوسف اللخمی الشطنوفی پھر علامہ محمد بن یحیٰ التاذفی الحلبی (م ۹۶۳ھ) پھر حضرت ملا علی قاری[1] اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی[2] نے روایت کیا۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ معاذ اللہ! حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرک کی تعلیم دی ہے، تو اس کی مرضی! لیکن جہاں تک روایت کا تعلق ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اسے جھوٹ قرار دینا بھی محض سینہ زوری ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی، حضرت علامہ شطنوفی کے بارے میں فرماتے ہیں:

''یہ امام ابوالحسن نورالدین علی، مصنف ''بہجۃ الاسرار شریف'' اعاظم علماء و ائمۂ قراءت و اکابر اولیاء و سادات طریقت سے ہیں۔ حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف دو واسطے رکھتے ہیں، امام اجل حضرت ابو صالح نصر قدس سرہٗ سے فیض حاصل کیا، انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت ابو بکر تاج الدین عبدالرزاق نور اللہ مرقدہٗ سے، انہوں نے اپنے والد ماجد حضور پُر نور سید السادات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ ''زبدۃ الآثار شریف'' میں فرماتے ہیں:

یہ کتاب ''بہجۃ الاسرار'' کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قراءت سے عالم معروف و مشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں

---

[1] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: نزہۃ الخاطر الفاتر، اردو ترجمہ (سنی دارالاشاعت، فیصل آباد) ص ۷۹

[2] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار (مطبع بلسنگ کمپنی، ممبئی) ص ۱۰۱

مذکور و مسطور:

امام شمس الدین ذہبی علم حدیث و اسماء الرجال میں جن کی جلالت شان عالم آشکار اس جناب کی مجلس درس میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب ''طبقات المقرئین'' میں ان کے مدائح لکھے، امام محدث محمد بن محمد بن جزری مصنف ''حصن حصین'' اس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں سے ہیں، انہوں نے یہ کتاب مستطاب ''بہجۃ الاسرار شریف'' اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند اجازت حاصل کی-''[1]

انور شاہ کشمیری (دیوبندی) کہتے ہیں:

''اسی طرح شطنوفی نے نقل کیا ہے اور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے''[2]

اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں کو وسیلہ بنانے اور ان سے استعانت کا یہ وہ عقیدہ ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارکہ سے آج تک جمہور امت اور ائمۂ اسلام کے نزدیک مقبول اور معمول چلا آیا ہے، یہی عقیدہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا ہے، انہوں نے اپنی تصانیف میں دنیائے اسلام کے مسلم اور مستند علماء کے ارشادات اور قرآن و حدیث کے حوالے سے اپنے معتقدات کو پیش کیا ہے-

مخالفین یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ بریلویوں کے خصوصی عقائد میں سے ہے اور اسی آڑ میں وہ اپنے فتوے جاری کر دیتے ہیں، انتہا پسندی اور فرقہ وارانہ ذہنیت کا یہ عالم ہے کہ شدید سے شدید زبان استعمال کرنے کے باوجود ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا-

مثلاً کہا جاتا ہے:

''بریلویوں کے امتیازی عقائد وہی ہیں جو دین کے نام پر بت پرستوں،

---

[1] احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت امام: انوار الانتباہ (مکتبہ نوریہ رضویہ، گوجرانوالہ) ص 15

[2] انور شاہ کشمیری: فیض الباری (مطبعہ حجازی، قاہرہ) 1/61

عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے ہیں، ائمہ اسلام اور ملت حنفیہ کے مجددین نے ان عقائد کے خلاف جہاد کیا، ان میں سے کچھ دور جاہلیت میں موجود تھے، ان کے خلاف قرآن اور حامل قرآن نے جہاد کیا۔

وہ عقائد کیا تھے؟ غیر اللہ سے استعانت وغیرہ'' (ملخصا) [۳]

اب آپ ہی انصاف کریں کہ سلف صالحین کا تسلسل حق پر ہے یا یہ مخصوص فرقہ؟

وصلى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه محمد وعلىٰ آله و أصحابه أجمعين



---

[۳] احسان الٰہی ظہیر: البریلویہ ص ۵۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استعانت

انسان طبعی طور پر اپنی بقا اور زندگی گزارنے میں مخلوق خدا کی امداد کا محتاج واقع ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں کسی بھی مخلوق کی امداد کے بغیر زندہ رہنا چاہتا ہوں، تو اسے یہی مشورہ دیا جائے گا کہ آپ موجودہ دور کی مہذب اور متمدن زندگی کو خیر باد کہہ کر پتھر اور غاروں کے دور میں چلے جائیے جہاں نہ لباس سے غرض ہے نہ عمارت سے، نہ سواری میسر ہے اور نہ ہی زندگی کی دیگر سہولتوں کا تصور ہے۔

یاد رہے کہ کارساز حقیقی صرف اللہ تعالیٰ[1] ہے مخلوق میں سے جو بھی کسی کی امداد کرتا ہے، وہ بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی امداد ہے، بندہ تو اس کی امداد کا مظہر ہے، ورنہ اگر کوئی چاہے کہ میں عطائے الٰہی کے بغیر از خود کسی کی امداد کر دوں تو یہ ممکن نہیں ہے اور کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے کہ وہ از خود امداد کر سکتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد و عطا کی ضرورت نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کا عقیدۂ استمداد

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''اس استعانت ہی کو دیکھئے کہ جس معنی پر غیر خدا سے شرک ہے، یعنی اسے قادر بالذات و مالک مستقل جان کر مدد مانگنا بایں معنی اگر دفع مرض میں طبیب یا دوا سے استمداد کرے یا حاجتِ فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے یا انصاف کرنے کو کسی کچہری میں مقدمہ لڑائے، بلکہ کسی سے روزمرہ کے معمولی کاموں میں مدد لے جو بالیقین تمام وہابی روزانہ اپنی عورتوں، بچوں، نوکروں سے کرتے کراتے ہیں، مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز اٹھادے یا کھانا پکادے، سب

---

[1] القرآن: ۴/۸

قطعی شرک ہے کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کر دینے پر خود انہیں اپنی ذات سے بے عطائے الٰہی قدرت ہے تو صریح کفر و شرک میں کیا شبہ رہا؟ اور جس معنی پر ان سب سے استعانت شرک نہیں، یعنی مظہرِ عونِ الٰہی و واسطہ و وسیلہ و سبب سمجھنا، اس معنی پر حضرات انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سے کیوں شرک ہونے لگی؟"[1]

خلاصہ یہ کہ کسی بھی مخلوق کو اس طرح مستقل مددگار ماننا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی امداد و عطا کی محتاج نہیں ہے، شرک اور کفر ہے اور کسی مخلوق کو عطائے الٰہی کا مظہر اور وسیلۂ رحمتِ باری تعالیٰ ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

استعانت اور توسل ایک ہی شے ہے

اللہ تعالیٰ مقصودِ اصلی ہے، اسے وسیلہ نہیں بنایا جا سکتا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اشیاء خواہ وہ ذوات ہوں یا اعمال صالحہ کو وسیلہ بنانا جائز ہے اور ان سے استعانت بھی جائز ہے، کیونکہ توسل اور استعانت اگرچہ الگ الگ الفاظ ہیں، لیکن ان کی مراد ایک ہی ہے، امام علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

"جب نبی اکرم ﷺ سے کسی شے کے طلب کرنے کے احوال اور اقسام کا بیان ہو گیا اور مطلب ظاہر ہو گیا تو، اب تم اس طلب کو توسل کہو یا تشفع، استغاثہ کہو یا تجوہ یا توجہ کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ ان سب کا مطلب ایک ہی ہے۔[2]

اقسام نسبت

علماء معانی نے اسناد (نسبت) کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

۱-حقیقت عقلیہ ۲-مجازِ عقلی

---

[1] احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت امام: برکات الامداد (رضوی کتب خانہ، بریلی) ص ۲۹-۳۸

[2] (ا) تقی الدین سبکی، الامام: شفاء السقام (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۱۷۵

(ب) علامہ قسطلانی: مواہب لدنیہ مع شرح الزرقانی، ج ۸ ص ۳۶۱

حقیقت عقلیہ یہ ہے کہ فعل کی نسبت ایسی شے کی طرف کی جائے کہ بہ ظاہر متکلم کے نزدیک فعل اس کی صفت ہو جیسے "انبت اللہ البقل" (اللہ تعالیٰ نے سبزہ اگایا) سبزہ اگانا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، جب اس کی نسبت اس ذات قدوس کی طرف کی جائے گی تو اسے حقیقت عقلیہ کہا جائے گا۔

مجاز عقلی یہ ہے کہ فعل کے موصوف کی بجائے اس کے کسی متعلق کی طرف نسبت کر دی جائے اور ساتھ ہی کوئی علامت بھی پائی جائے کہ یہ نسبت موصوف کی طرف نہیں، بلکہ اس کے کسی متعلق کی طرف ہے، مثلاً فعل کی نسبت زمان، مکان یا سبب کی طرف کر دی جائے، مثلاً "بَنَى الْاَمِيْرُ الْمَدِيْنَةَ" (امیر نے شہر بنایا) حقیقۃً شہر کی تعمیر معماروں اور مزدوروں کا کام ہے، لیکن امیر چونکہ سبب ہے، اس کے کہنے پر شہر تعمیر کیا گیا ہے، اس لیے مجازاً تعمیر کی نسبت اس کی طرف کر دی گئی ہے۔

پھر مجاز پر دلالت کرنے والا قرینہ (علامت) کبھی لفظی ہوگا اور کبھی معنوی علامتِ معنوی کی مثال دیتے ہوئے علامہ تفتازانی "احوال الاسناد الخبری" میں فرماتے ہیں:

> "جب موحد سے "اَنْبَتَ الرَّبِيْعُ الْبَقْلَ" (موسمِ بہار نے سبزہ اگایا) ایسا کلام صادر ہوگا، تو حکم کیا جائے گا کہ یہ اسناد مجازی ہے، کیونکہ موحد کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اگانا موسم بہار کی صفت ہے، جبکہ یہی بات اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر کہے گا، تو اسے حقیقت کہا جائے گا۔"[1]

یہی علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

> "کافر نے کہا موسمِ بہار نے سبزہ اگایا، یہ نسبت اگرچہ اس کی طرف نہیں ہے جس کی صفت اگانا ہے، بلکہ اس کے غیر کی طرف ہے، لیکن اس میں علامت نہیں ہے (حتیٰ کہ اسے مجاز کہا جا سکے) کیونکہ یہ تو اس کی مراد ہے اور

---

[1] مسعود بن عمر، الملقب سعد الدین التفتازانی۔ المطول (کتب خانہ رشیدیہ، دہلی) ص ۱۰۶

اس کا عقیدہ ہے، اسی طرح یہ کہنا کہ طبیب نے مریض کو شفا دی (لہذا یہ حقیقت ہے)۔"[1]

خلاصہ یہ کہ کافر نے کہا کہ طبیب نے مریض کو شفا دی، تو یہ حقیقت ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر کا قائل ہی نہیں ہے، یہی بات اگر مومن نے کہی، تو اسے مجاز عقلی کہا جائے گا اور اس کا ایماندار ہونا اس بات کی علامت ہوگا کہ وہ شفا کی نسبت طبیب کی طرف اس لئے کر رہا ہے کہ وہ شفا کا سبب ہے، اس لئے نسبت نہیں کر رہا کہ فی الواقع طبیب نے شفا دی ہے، شفا دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

اس گفتگو پر غور کرنے سے مسئلہ استعانت کی حیثیت بالکل واضح ہو جاتی ہے، کیونکہ انبیاء و اولیاء سے مدد چاہنے والا اگر مومن ہے تو اس کا ایماندار ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس کے نزدیک کارسازِ حقیقی، مقاصد کا پورا کرنے والا، حاجتیں بر لانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، ان امور کی نسبت انبیاء و اولیاء کی طرف مجازِ عقلی کے طور پر کی گئی ہے کہ وہ مقاصد کے پورا ہونے کے لیے سبب اور وسیلہ ہیں۔

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی "اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اس جگہ یہ سمجھنا چاہئے کہ غیر سے اس طرح استعانت حرام ہے کہ اعتماد اس غیر پر ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ جانے اور اگر توجہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر جانے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانہ اسباب پر نظر کرتے ہوئے اس غیر سے ظاہری استعانت کرے، تو یہ راہِ معرفت سے دور نہ ہوگا اور شریعت میں جائز اور روا ہے، اس قسم کی استعانت انبیاء و اولیاء نے غیر سے کی ہے، درحقیقت استعانت کی یہ قسم غیر

---

[1] مسعود بن عمر، الملقب سعد الدین التفتازانی المطول (کتب خانہ رشیدیہ، دہلی) ص ۹۹

سے نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔"[1]

مشہور اہل حدیث نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

"اس کا ضابطہ یہ ہے کہ جو امور انبیاء و اولیاء سے ان کی زندگی میں طلب کیے جاتے تھے، مثلاً دعا اور شفاعت وہ ان کے وصال کے بعد طلب کرنا شرک اکبر نہیں ہوگا اور وہ امور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور ان حضرات کی زندگی میں ان سے طلب نہیں کیے جاتے تھے، ایسے امور کا ان سے ان کی وفات کے بعد طلب کرنا شرک ہے جیسے ان امور کا ان کی زندگی میں طلب کرنا شرک ہے، البتہ مجازاً نسبت ہوسکتی ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:" میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں"، شیخ الاسلام نے اپنے بعض فتاویٰ میں اس کی تصریح کی ہے۔"[2]

مجازی نسبت پر گفتگو کرتے ہوئے نواب صاحب مزید لکھتے ہیں:

"اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد" وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ "میں پیدا کرنے اور شفا دینے کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مجازاً کی گئی ہے، پس اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام سے درخواست کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے مُردے کو زندہ کریں تو یہ شرک اکبر نہ ہوگا، اسی طرح اگر کوئی شخص زندہ ولی سے یا نبی یا ولی کی روح سے یہ درخواست کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے اولاد دیں یا اس کی بیماری دور کردیں، تو یہ شرک اکبر نہ ہوگا۔"[3]

---

[1] عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: تفسیر عزیزی (افغانی دارالکتب، دہلی) ۱/۸

[2] وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی، ص ۱۹-۱۸

[3] ایضاً: ص ۱۹

قولِ فیصل

اس تفصیل سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ انبیاء و اولیاء سے حصولِ مقاصد کی درخواست کرنا شرک و کفر نہیں ہے، جیسے عام طور پر مبتدعین کا رویہ ہے کہ بات بات پر شرک اور کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔

البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب حقیقی حاجت روا، مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، تو احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ اسی سے مانگا جائے اور اسی سے درخواست کی جائے اور انبیاء و اولیاء کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے، کیونکہ حقیقت، حقیقت ہے اور مجاز، مجاز ہے، یا! بارگاہ انبیاء و اولیاء میں درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہماری مشکلیں آسان فرما دے اور حاجتیں بر لائے، اس طرح کسی کو غلط فہمی بھی پیدا نہیں ہوگی اور اختلافات کی خلیج بھی زیادہ وسیع نہیں ہوگی۔

استعانت اور قرآن

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ انبیائے کرام اور صحابہ کرام نے بوقتِ ضرورت مخلوقِ خدا سے مدد طلب کی ہے، چند آیات ملاحظہ ہوں:

1-"يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ط قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ"-[1]

"اے ایمان والو! دینِ خدا کے مددگار رہو، جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں، حواری بولے ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں سے اپنے دین کی مدد طلب کی ہے،

---

[1] القرآن، سورۃ الصف: ۱۴/۶۱

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے مدد طلب کی، بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام نصرتیں بلا واسطہ نازل فرما دیتا، لیکن اس کی عادت کریمہ جاری ہے کہ کارخانہ قدرت کا نظام مختلف اسباب اور وسائل سے وابستہ کر رکھا ہے، اسی کا اس آیت میں اظہار ہے۔

2- ''یا اَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوْا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ۔''[1]

''اے ایمان والو! اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔''

اس آیت میں وہ کارسازِ بے نیاز مومنوں سے دین کی مدد طلب فرماتا ہے اور مومنوں کو سرفرازی حاصل کرنے کا موقع عطا فرماتا ہے۔

3- ''قَالَ مَا مَکَّنِیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ۔''[2]

''(سکندر ذوالقرنین نے) کہا وہ جس پر مجھے میرے رب نے قابو دیا بہتر ہے، تو میری مدد طاقت سے کرو۔''

4- ''قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ ج اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ''[3]

''یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے، بے شک میں حفاظت والا، علم والا ہوں۔''

زمین کے خزانوں پر تقرر کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کی، بلکہ بادشاہ وقت کو کہا گیا ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام نے شرک کیا تھا۔؟

5- ''قَالَ یٰاَیُّھَاالْمَلَؤُ اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِھَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ''[4]

''سلیمان نے فرمایا: اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اُس (ملکہ بلقیس) کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔''

---

[1] القرآن، سورۃ محمد: ۴۷/۷

[2] القرآن، سورہ الکھف: ۱۸/۹۵

[3] القرآن، سورہ یوسف: ۱۲/۵۵

[4] القرآن، سورۃ النمل: ۲۷/۳۸

نبی اکرم ﷺ سے استعانت

اس سلسلے میں احادیث تلاش کی جائیں تو خاصا ذخیرہ فراہم ہو سکتا ہے، اس جگہ صرف ایک حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے:

عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَتَيْتُهٗ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِىْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِى الْجَنَّةِ قَالَ اَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذٰلِكَ فَاَعِنِّىْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ (رواهُ مُسْلِمٌ)[1]

حضرت ربیعہ ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رات گزارتا تھا، میں نے آپ کی خدمت میں وضو کا پانی اور دیگر ضروریات کی چیزیں (مسواک وغیرہ) پیش کیں، تو آپ نے فرمایا مانگ، میں نے عرض کیا: میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں، فرمایا: اور کچھ؟ عرض کیا: میری مراد صرف یہی ہے، فرمایا: تو میری امداد کر اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے۔"

غور کیجئے! حضرت ربیعہ ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بارگاہِ رسالت میں اپنی دلی مراد کا سوال پیش کر رہے ہیں، جواباً حضور اکرم ﷺ انہیں منع نہیں فرماتے کہ تم مجھ سے کیوں مانگ رہے ہو، جنت چاہیے تو خدا سے مانگو، میں کون ہوتا ہوں جنت دینے والا، بلکہ اُن سے وعدہ فرمایا جاتا ہے، ان سے مدد طلب کی جاتی ہے کہ سجدے کثرت سے ادا کرو جنت میں تمہیں ہماری رفاقت عطا کر دی جائے گی۔

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ نے مطلق فرمایا کہ مانگ (کسی چیز کی تخصیص نہیں کی) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی ہے کہ حق تعالیٰ کے

---

[1] الشیخ ولی الدین الخطیب: مشکوٰۃ شریف (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) ص ۸۴

خزانوں میں سے جو چاہیں دیں، ابن سبع وغیرہ نے حضور اکرم ﷺ کے خصائص میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین حضور کی جاگیر کر دی ہے، اس میں سے جتنی چاہیں، جسے چاہیں بخش دیں۔"[1]

نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں:

"مطلقاً فرمایا کہ مانگو اور کسی خاص مقصد کی تعیین نہیں فرمائی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام حضور اکرم ﷺ کے دستِ اقدس اور آپ کی ہمتِ کرم سے وابستہ ہیں، جو کچھ چاہیں اور جسے چاہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

○ حضور! دنیا و آخرت آپ کی بخشش کا ایک حصہ ہیں۔
اور لوح و قلم آپ کے علوم کا بعض ہیں (قصیدہ بردہ)

○ اگر تو دنیا و آخرت کی خیریت چاہتا ہے۔
تو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آ اور جو چاہے مانگ۔"[2]

ایک طرف تو ان آیات و احادیث کو پیشِ نظر رکھیں، دوسری طرف ملاحظہ ہو کہ کہنے والے یہاں تک کہہ جاتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب محکم میں متعدد انبیاء اور عباد صالحین کا ذکر کیا ہے، انہیں اپنے مسائل، مشکلات اور پیش آمدہ حوادث میں استغاثہ، استعانت اور دعا کی ضرورت پیش آئی، لیکن انہوں نے آدم سے نوح تک، ابراہیم سے موسیٰ تک، یونس سے خاتم النبیین اشرف المرسلین محمد بن عبداللہ تک صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین نے، اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کسی سے مدد مانگی اور نہ ہی کسی کو پکارا، خواہ مغفرت کا مطالبہ ہو یا اولاد یا شفاء کا، ہلاکت کے مقامات سے

---

[1] علی بن سلطان محمد القاری: المرقاۃ (مکتبہ امدادیہ، ملتان) ۲: ۳۲۳

[2] صدیق حسن خان بھوپالی، نواب: مسک الختام شرح بلوغ المرام (مطبع نظامی، کانپور) ۱/۲۶ ۴۷

نجات مطلوب ہو یا فقر وفاقہ اور قید وغیرہ سے رہائی یا مدد طلب کرنا، انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، کوئی واقعہ، کوئی حادثہ ایسا وارد نہیں ہوا کہ کسی نے اللہ کے سوا اللہ کے مقرب بندوں اور منتخب اولیاء سے مدد مانگی ہو'' (ترجمہ)[1]

ایک بار پھر مذکورہ بالا آیات اور حدیث شریف کا مطالعہ کر لیجئے تا کہ ظاہر ہو جائے کہ یہ تمام ترچھے دار وعظ وخطابت کا ایک نمونہ ہے، جسے حقائق سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے پھر انبیاء کرام تو وہ ہستیاں ہیں، جن کے وسیلے سے بارگاہِ خداوندی میں اپنی حاجتیں اور مرادیں پیش کی جاتی ہیں، وہ تو خود بارگاہِ الٰہی کے مقرب ترین ہیں، جو عرض کرنا چاہیں، براہِ راست عرض کر دیں، انہیں کسی واسطے اور وسیلے کی کیا ضرورت؟۔

نواب وحید الزمان اور مسئلہ استعانت

نواب صاحب غیر مقلدین کے مشہور عالم اور ''صحاح ستہ'' کے مترجم ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''ہدیۃ المہدی'' میں مسئلہ استعانت پر تفصیلی گفتگو کی ہے، چند اقتباسات ملاحظہ ہوں لکھتے ہیں:

''حاصل یہ کہ غیر اللہ زندہ ہو یا مردہ، اس کے بارے میں جس شخص کا اعتقاد یہ ہو کہ اس کی قدرت ذاتی ہے یا اللہ تعالیٰ نے اسے کسی چیز کی قدرت اس طرح عطا کر دی ہے کہ اسے نئے اذن کی ضرورت نہیں، وہ مشرک ہے اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ غیر اللہ عاجز محض ہے جیسے میت غسل دینے والے کے ہاتھ میں وہ خود کسی چیز پر قادر نہیں، ہاں جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے اور چاہے کہ اس سے یہ کام لے، تو اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کی اجازت، اس کے ارادہ و قضا سے غیر اللہ نصرت و امداد کرے گا، اور فائدہ و نقصان پہنچائے گا، تو ایسا شخص موحد ہے، مشرک نہیں ہے، خواہ وہ غیر اللہ زندہ ہو یا مردہ، یہ بعینہ ایسے

---

[1] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ، ص ۶۳

ہے کہ جو شخص سمجھتا ہے کہ جمال گوٹہ (جلاب آور دوائی) خود بخود دست لاتا ہے یا آگ از خود جلاتی ہے، تو وہ مشرک ہے اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ جمال گوٹہ کو دست آور ہونا اور آگ کا جلانا اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کے اذن و ارادہ سے ہے، تو وہ موحد ہے مشرک نہیں ہے۔"[1]

یہی وہ عقیدہ ہے جو ہم اس سے پہلے امام احمد رضا بریلوی کے رسالۂ مبارکہ ''برکات الاستمداد'' سے نقل کر چکے ہیں کہ مخلوق کو بالذات مفید اور مضر ماننا شرک ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا سے ماننا شرک نہیں ہے۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

''جو شخص کسی زندہ یا مردہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اسے مستقل طور پر یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مل کر فائدہ یا نقصان دے سکتا ہے یا اس کی طرف متوجہ ہو، یا ایسی چیز میں اس کی مدد مانگے، جس پر مخلوق قادر نہیں ہے، تو اس کی توحید خالص نہیں ہے اور نہ ہی وہ صرف اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار ہے۔''[2]

۱- کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچانے میں مخلوق کو مستقل مانا جائے۔

۲- کسی کو مفید یا مضر ہونے میں اللہ تعالیٰ کا شریک مانا جائے۔

۳- ایسے امور میں استعانت کی جائے، جن پر مخلوق کو قدرت نہیں ہے۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ نفع و نقصان سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ مخلوق تو درمیان میں واسطہ اور وسیلہ کی حیثیت رکھتی ہے، پھر شرک کیسے لازم آ گیا؟

اس پر نواب وحید الزمان تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس امام (شوکانی) کو دیکھو کہ غیر اللہ کے مفید یا مضر ہونے کے عقیدے کو شرکِ اکبر اس وقت قرار دیتے ہیں، جب اسے نفع و ضرر میں مستقل مانا

۱۔ وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی (اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ) ص ۱۷

۲۔ ایضاً: ہدیۃ المہدی (اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ) ص ۱۹

جائے یا اللہ تعالیٰ کا شریک مانا جائے، اسی طرح غیر اللہ کی نداء، اس کی طرف توجہ اور اس سے امداد کا طلب کرنا شرکِ اکبر اس وقت ہوگا، جب یہ استعانت ان امور میں ہو جو مخلوق کی قدرت میں نہیں ہیں۔''

''واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ جو امور مخلوق کی قدرت میں ہیں، ان میں پکارنا، متوجہ ہونا یا مدد مانگنا یا غیر اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے اذن، اس کے حکم اور ارادہ سے نفع وضرر کا اعتقاد کرنا شرکِ اکبر نہیں ہے۔''[1]

اب مبتدعینِ زمانہ کو کون سمجھائے کہ انبیاء واولیاء سے مدد کی درخواست کرنے والا کوئی مسلمان ایسے امور میں استعانت نہیں کرتا، جو مخلوق کی قدرت میں نہ ہو، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کسی کو مفید یا مضر جانتا ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

''یہ مقصد نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ ان افعال کے خالق ہیں یا ان میں مستقل ہیں، یہ کسی بھی مسلمان کا مقصد نہیں، لہذا کلام کو اسی مطلب کی طرف پھیرنا اور اسے ممنوع قرار دینا دین میں فریب کاری ہے اور عوام موحدین کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔[2]

نواب وحید الزمان استغاثہ مذکورہ کے شرک نہ ہونے کی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''صاحب جامع البیان نے اپنی تفسیر کی ابتداء میں نبی اکرم ﷺ سے امداد طلب کی ہے، اگر غیر اللہ سے مطلق استغاثہ شرک ہو تو لازم آئے گا، کہ صاحب جامع البیان مشرک ہوں، پھر ان کی تفسیر پر اعتماد کیسے کیا جائے گا؟ حالانکہ تمام اہلِ حدیث نے ان کی تفسیر کو قبول کیا ہے، سید علامہ صدیق حسن خاں بھوپالی نے ایک طویل قصیدے میں کہا ہے:

---

[1] وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی (اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ) ص ۲۰

[2] تقی الدین سبکی، امام: شفاء السقام ص ۱۷۵

۱- اے میرے آقا! میرے سہارے، میرے وسیلے، سختی اور نرمی میں میرے کام آنے والے!

۲- میں آپ کے دروازے پر حاضر ہوا ہوں، اس حال میں کہ میں ذلیل ہوں گڑگڑا رہا ہوں، غم زدہ ہوں اور میری سانس پھولی ہوئی ہے۔

۳- آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے، جس سے مدد مانگی جائے، اے رحمۃ للعالمین! میری آہ و بکا پر رحم فرمائیے۔" (ترجمہ)[۱]

اگر یہی اشعار نام بتائے بغیر مبتدعینِ زمانہ کے سامنے پیش کیے جائیں، تو شرک اور کفر سے کم کوئی فتویٰ نہیں لگایا جائے گا، بلکہ جھٹ سے کہا جائے گا کہ یہ قائل شرک میں دورِ جاہلیت کے مشرکوں اور مکہ کے بت پرستوں سے بھی بڑھا ہوا ہے لیکن جب یہ ظاہر ہو گا کہ یہ تو ہمارے نواب بھوپالی صاحب کا کلام ہے، تو فتوائے شرک عائد کرنے کے لیے ان کے قلم تو کیا قلم دانوں کی سیاہی خشک ہو جائے گی، خوفِ خدا اور خوفِ آخرت سے محرومیت کی یہ وہ افسوسناک حالت ہے کہ اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

طرفہ یہ کہ نواب بھوپالی، قاضی شوکانی اور ابن قیم ایسے اپنے بزرگوں سے مدد مانگتے ہیں جنہیں فوت ہوئے بھی عرصہ گزر چکا ہے، انداز ملاحظہ ہو:

قبلۂ دیں مدد ے، کعبۂ ایماں مدد ے

ابنِ قیم مدد ے، قاضی شوکانی مدد ے[۲]

اللہ اکبر! اہل سنت و جماعت اگر یا علی، یا داتا کہہ دیں تو ان پر کفر و شرک کا فتویٰ لگا دیا جاتا ہے اور درجنوں گالیاں دینے کے بعد بھی ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

احسان الٰہی ظہیر لکھتے ہیں:

"بریلویوں کے امتیازی عقائد، یہ وہی خرافات ہیں جو مختلف شہروں میں

۱۔ وحید الزمان، نواب: حاشیہ ہدیۃ المہدی، ص ۲۰

۲۔ ایضاً: " ص ۲۳

درمیانے درجے کے صوفیوں میں پائے جاتے ہیں اور دین کے نام پر بت پرستوں، عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے ہیں، ملت اسلامیہ کے مجددین، مختلف ادوار اور علاقوں میں جن کے خلاف جنگ کرتے رہے ہیں، ان میں سے کچھ دورِ جاہلیت میں بھی موجود تھے، قرآن اور حاملِ قرآن نے ان سے جنگ کی، لیکن افسوس کہ وہ عقائد و خرافات بعض لوگوں کے نزدیک اسلام کے لوازم میں سے بن چکے ہیں، جیسے غیر اللہ سے استعانت۔'' (ملخصاً)!

ہمیں اس فرقے سے شکایت نہیں ہے، جو لوگ تمام امت مسلمہ کو کافر و مشرک قرار دینے سے بھی نہ شرمائیں، وہ اگر ہمیں چنین و چنان کہہ دیں تو کیا عجب؟ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان مغلظات میں سے کچھ حصہ نواب وحید الزمان، نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور ان کے مقلدین میں بھی تقسیم کر دیا جائے کیونکہ اول الذکر غیر اللہ سے استعانت کو جائز قرار دے رہے ہیں اور آخر الذکر خود استعانت کر رہے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ یہ لوگ اپنے فتووں کا رُخ اس طرف نہیں پھیریں گے، کیونکہ شرک و کفر کے فتوے عامۃ المسلمین کے لیے ہیں، اپنوں کے لیے تو نہیں ہیں۔

نواب وحید الزمان نے اس مسئلے پر مستقل فصل قائم کی ہے کہ جب مخلوق سے ان امور میں مدد مانگنا جائز ہے جو ان کے اختیار میں ہوں، تو کیا انبیاء، شہداء اور صلحاء سے ایسے امور میں امداد مانگی جا سکتی ہے؟ جو ان کی (ظاہری) زندگی میں ان سے طلب کیے جاتے تھے، مثلاً اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا یا اس کے علاوہ۔

اس فصل میں ابن تیمیہ، ابن قیم اور قاضی شوکانی کا مذہب یہ بیان کیا کہ ایسا کرنا، ناجائز اور بدعت ہے، ابن قیم نے کہا کہ میت کا عمل منقطع ہو چکا ہے اور وہ اپنے نفع و

۱؎ احسان الٰہی ظہیر: البریلویہ، ص ۵۵

نقصان کا مالک نہیں، مدد مانگنے والے کو وہ کیا دے گا؟ دوسرے فریق کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں:

مگر مجوزین جیسے امام سبکی، ابن حجر مکی، قسطلانی اور بہت سے شافعیہ وہ کہتے ہیں کہ اس بات میں زندہ بھی مُردہ کی طرح ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا''[1]

جس طرح زندہ، اللہ تعالیٰ کے اذن، رضا، ارادہ، حکم اور قدرت کے بغیر امداد نہیں کرسکتا، اسی طرح میت بھی ہے، عمل کے منقطع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عمل موجود ہی نہ ہو، کیونکہ فرشتوں کے اعمال منقطع ہیں، اس کے باوجود انہیں جو حکم دیا جاتا ہے، وہ کرتے ہیں۔

میں نے خواب میں حضرت امام حسن ابن علی کو دیکھا، انہوں نے جماعت کرائی، میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی، پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ اس جگہ کیسے نماز پڑھتے ہیں؟ حالانکہ برزخ دارِ عمل نہیں ہے، انہوں نے فرمایا: ہاں! اس جگہ نماز واجب نہیں ہے، لیکن اولیاء کرام اس جگہ نفلی طور پر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور اپنے رب کی عبادت سے فرحت ونشاط حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔

پھر مجھے نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث یاد آئی، کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، نماز بھی دعا پر مشتمل ہے اور یہ حدیث کہ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے تلبیہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کررہے ہیں۔ علامہ طیبی نے فرمایا: انبیاء کے لیے دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا بعید نہیں ہے، کیونکہ وہ شہداء سے افضل ہیں، اگرچہ دارِ آخرت دارِ تکلیف نہیں ہے۔

پس زیارت کرنے والے کے لیے میت کے لیے دُعا کرنے سے کونسا مانع ہے؟

---

[1] القرآن: ۷/۱۸۸

حالانکہ سوال مُردوں سے نہیں ہے، بلکہ اولیاء کی روحوں سے ہے اور روحیں موت کا ذائقہ نہیں چکھتیں اور نہ ہی فنا ہوتی ہیں، بلکہ ان کا احساس اور ادراک باقی رہتا ہے، خصوصاً ارواحِ انبیاء اور شہداء، کیونکہ وہ کتاب وسنت کی نص کے مطابق زندہ ہیں ہاں یہ استعانت ان کی قبروں کے پاس ہونی ضروری ہے، کیونکہ وہ اپنی زندگی میں دور سے نہیں سنتے تھے، موت کے بعد کیسے سُنیں گے؟''[1]

اس سے پہلے حدیث شریف گزر چکی ہے، جس میں آیا ہے کہ بندہ کثرتِ نوافل سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کے اعضاء تجلیاتِ الٰہیہ کا مظہر بن جاتے ہیں، اور اس حدیث کی شرح میں امام رازی کی یہ تصریح کہ بندہ قریب وبعید کی چیزوں کو دیکھتا اور سنتا ہے، یقیناً مذہبی مادہ پرستوں کے لیے یہ بڑے اچھنبے کی بات ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس مقام پر فائز کردے تو اس بندے کے لیے دور ونزدیک کی چیزوں کا دیکھنا سننا کچھ مشکل نہیں۔

منکرین کے سامنے جب مخلوق سے استعانت کے جائز ہونے پر قرآن وحدیث سے دلائل پیش کیے جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو زندہ سے استعانت ہے اسے تو ہم بھی مانتے ہیں، ہم جو شرک کہتے ہیں تو مُردہ سے مدد مانگنے کو کہتے ہیں، نواب صاحب اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''عجیب ترین بات یہ ہے کہ ہمارے کچھ بھائیوں نے استعانت میں زندہ اور مُردوں کا فرق کیا ہے، اور گمان کیا کہ وہ امور جو بندوں کی قدرت میں ہیں، ان میں زندوں سے مدد مانگنا شرک نہیں، البتہ ان ہی امور میں مُردوں سے مدد مانگنا شرک ہے، حالانکہ یہ کھلا مغالطہ ہے، کیونکہ غیر اللہ ہونے میں زندہ اور مُردہ برابر ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مُردوں سے مدد مانگنا انہیں زندوں کا شریک بنانا ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کا شریک۔''

---

[1] وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی، ص ۱۸

یہی عقیدہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

''جو شرک ہے وہ جس کے ساتھ کیا جائے گا شرک ہی ہوگا اور ایک کے لیے شرک نہیں تو وہ کسی کے لیے شرک نہیں ہوسکتا، کیا اللہ کا شریک مُردے نہیں ہوسکتے زندہ ہوسکتے ہیں؟ دور کے نہیں ہوسکتے، پاس کے ہوسکتے ہیں؟ انبیاء نہیں ہوسکتے، حکیم ہوسکتے ہیں، انسان نہیں ہوسکتے، فرشتے ہوسکتے ہیں؟ حاشاللہ! اللہ کا شریک کوئی نہیں ہوسکتا۔''[1]

اعرابی کا استغاثہ

حضرت عتبی فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے روضہ انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک اعرابی آیا اُس نے کہا: '' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ '' میں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا ہے:

''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا''[2]

''اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو آپ کے پاس آئیں، پھر اللہ سے مغفرت طلب کریں اور رسول ان کے لیے مغفرت طلب کرے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، مہربان پائیں گے۔''

میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اور آپ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت طلب کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں، پھر اُس اعرابی نے جو شعر پڑھے ان کا ترجمہ یہ ہے:

اے وہ بہترین ذات کہ اس میدان میں ان کا جسم اطہر مدفون ہے۔ جس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے مہک اُٹھے۔

---

[1] احمد رضا خان بریلوی، اعلیٰ حضرت امام: برکات الامداد، ص ۲۸

[2] القرآن، سورۃ النساء: ۶۴/۴

میری جان اس قبرانور پرفدا جس میں آپ تشریف فرما ہیں، اس میں پاک دامنی ہے اوراس میں جودو کرم ہے۔

اس کے بعد اعرابی چلا گیا،عتبی کہتے ہیں مجھے اونگھ آ گئی، میں نے خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی، آپ نے فرمایا:عتبی! اعرابی کے پاس جاؤاوراسے خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی ہے۔''[1]

امام علامہ شمس الدین محمد بن جزری شافعی یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

اِذَاانْفَلَتَتْ دَابَّتُہٗ فَلْیُنَادِ اَعِیْنُوا یَاعِبَادَ اللّٰہِ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ (عو،مص)وَاِنْ اَرَادَ عَوْنًا فَلْیَقُلْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَاللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ ط وَقَدْ جُرِّبَ ذَالِکَ ط[2]

''جب کسی آدمی کی سواری گم ہو جائے،تو ندا کرے،اے اللہ کے بندو! امداد کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے (مسند ابی عوانہ،مصنف ابن ابی شیبہ) اور اگر امداد چاہے،تو کہے اے اللہ کے بندو! میری امداد کرو(تین باراس طرح کہے) یہ عمل مجرب ہے۔(معجم کبیر،امام طبرانی)

یادرہے کہ حصن حصین دعاؤں کا وہ مجموعہ ہے جو علامہ جزری نے احادیث صحیحہ سے منتخب کیا ہے،وہ فرماتے ہیں:

''وَاَخْرَجْتُہٗ مِنَ الْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَۃِ''[3]

جولوگ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مدد مانگنے کو شرک قرار دیتے ہیں، ان کے مذہب کے مطابق لازم آئے گا کہ معاذ اللہ! حضور اکرم ﷺ نے شرک کی تعلیم دی ہو، اور ائمہ دین شرک کی تعلیم دیتے رہے ہوں۔

---

[1] اسمٰعیل بن کثیر القرشی: تفسیر ابن کثیر (داراحیاء الکتب العربیہ،مصر) ۱/۵۲۰
[2] محمد بن محمد جزری،امام: الحصن الحصین (مصطفےٰ البابی،مصر) ص ۲۲
[3] ایضاً: ص ۲

تحریفِ معنوی

کافروں کے بارے میں وارد آیات مومنوں پر، اور بتوں سے متعلق آیات انبیاء پر چسپاں کرنا مشرکین اور خوارج کا وطیرہ رہا ہے، قرآن پاک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا''[1]

''اس کے سبب بہت سے لوگوں کو گمراہی میں ڈالتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کے مطالب نبی اکرم ﷺ سے حاصل کیے اور کامیاب ہوئے، مشرکین، منافقین اور خوارج نے اپنی عقل کو امام بنایا، گمراہی کے گڑھے ان کا مقدر ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ ط''[2]

بیشک تم جس کی اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، سب جہنم کا ایندھن ہیں۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

''جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرکین مکہ میں ابن زبعریٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ اللہ کے سوا تو فرشتوں، حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور حضرت مریم کی بھی عبادت کی جاتی ہے، لہٰذا وہ بھی جہنم میں جائیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔''[3]

''اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی اُولٰٓئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ''[4]

---

[1] القرآن، سورۃ البقرۃ: ۲۶/۲

[2] القرآن، سورۃ الانبیاء: ۹۸/۲۱

[3] محمد علی بن شوکانی: تفسیر فتح القدیر، ۴۲۹/۳

[4] القرآن، سورۃ الانبیاء: ۱۰۱/۲۱

"بے شک وہ جن کے لیے ہمارا بھلائی کا وعدہ ہو چکا، وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔"

انہیں اتنا بھی احساس نہ ہوا کہ وَمَاتَعْبُدُوْنَ میں لفظ مَا لایا گیا ہے جو غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے، اس میں فرشتے اور انبیاء کیسے داخل ہوں گے؟ بعد میں ابن زبعریٰ مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت امام بخاری فرماتے ہیں:

"وَكَانَ اِبْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّهُمْ اِنْطَلَقُوْا إِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ "[1]

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو تمام مخلوقِ خدا سے زیادہ شریر قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے، انہوں نے کافروں کے بارے میں نازل شدہ آیات مومنوں پر چسپاں کر دی ہیں۔"

احسان الٰہی ظہیر نے بھی کافروں کے بارے میں نازل شدہ آیات، مسلمانوں پر اور بتوں کے بارے میں وارد آیات انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کر کے یہ ناکام تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کسی کی امداد نہیں کر سکتے اور ان سے مدد مانگنا ناجائز ہے اب یہ تو ظہیر صاحب ہی بتائیں گے کہ انہوں نے یہ کرتب مشرکینِ مکہ سے سیکھا ہے یا خوارج سے۔؟

ایک آیت یہ پیش کی ہے:

"قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوَاتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ "[2]

قاضی شوکانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

---

[1] محمد بن اسمٰعیل البخاری: صحیح بخاری (نور محمد، کراچی) ۲/۱۰۲۴

[2] القرآن، سورۃ السبا: ۳۴/۲۱

''یہ نبی اکرم ﷺ کو حکم ہے کہ کفار قریش کو فرمائیں یا مطلق کافروں کو۔''[1]

دوسری آیت یہ پیش کی ہے:

''ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ''[2]

اس آیت کی تفسیر میں قاضی شوکانی نے کہا:

''لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَكُمْ'' وہ تمہاری دُعا کو نہیں سنیں گے، کیونکہ وہ پتھر ہیں اور کسی بھی چیز کا ادراک نہیں کرتے اور جائز ہے کہ'' وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ '' اور اس کے مابعد سے مراد، وہ عقل والے ہوں، جن کی کافروں نے عبادت کی اور وہ ہیں ملائکہ، جن اور شیاطین۔[3]

غور فرمایئے قاضی شوکانی جس آیت کو بتوں اور شیطانوں کے حق میں وارد قرار دیتے ہیں، ظہیر صاحب محض سینہ زوری سے اس آیت کو انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرنے پر مُصر ہیں۔

پھر اسی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ'' یعنی معبودانِ باطلہ / تمہارے شرک کا انکار کریں گے، جبکہ حضور سید الانبیا ﷺ اہلِ محشر کی درخواست پر فرمائیں گے: ''اَنَا لَهَا''[4] میں اس شفاعت کے لیے ہوں، لہذا یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ یہ آیت انبیاء و اولیاء کو بھی شامل ہے، یہ صرف بتوں اور معبودانِ باطلہ کے بارے میں ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک مانا جاتا ہے، الحمد للہ! کہ انبیاء و اولیاء کو کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں مانتا۔

---

[1] محمد علی بن شوکانی: تفسیر فتح القدیر، ۳/۳۲۴

[2] القرآن، سورۂ فاطر: ۳۵/۱۳

[3] محمد بن علی الشوکانی: تفسیر فتح القدیر، ۳/۳۴۳

[4] مسلم بن الحجاج القشیری: صحیح مسلم، ۱/۱۱۰

اسی طرح باقی پیش کردہ آیات بھی بتوں اور معبودانِ باطلہ کے بارے میں ہیں، انہیں زیرِ بحث مسئلہ میں پیش کرنا کج فہمی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

ایک آیت یہ بھی پیش کی ہے:

اَفَرَأَيْتُمْ مَّاتَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهٖ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهٖ[1]

اتنا غور کرنے کی زحمت ہی نہیں کی کہ اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی پر رحمت کرنا چاہے، یا کسی کو زحمت دینا چاہے تو خود ساختہ معبود اسے روک نہیں سکتے، اس آیت کو معاذ اللہ! انبیاء واولیاء پر کسی طرح بھی منطبق نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے، اللہ تعالیٰ کے مدِ مقابل ہیں، اور اللہ تعالیٰ کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کا ارادہ اور فیصلہ فرمائے، تو یہ حضرات اسے روک سکتے ہیں، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ حضرات محبوبیت کے اس مقام پر فائز ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی درخواست کو شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے اور ان کی دعا کو رد نہیں فرماتا۔

ایک آیت یہ بھی پیش کی ہے:

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اِلَّا اِنَاثًا وَّاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيْدًا[2]

کیا ان لوگوں کی غیرتِ ایمانی بالکل مر چکی ہے کہ اس قسم کی آیات انبیاء واولیاء کے لیے پیش کر رہے ہیں؟ کیا ایسے الفاظ (شَيْطَانًا مَّرِيْدًا) انبیاء و اولیاء کے لیے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا؟ کیا ان لوگوں نے یہ یقین کر لیا ہے کہ قیامت کبھی نہیں آئے گی؟

"اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" سے بھی استدلال کیا ہے اور منکرینِ استعانت، بڑے تواتر سے اس آیت کو پیش کرتے ہیں، حالانکہ اس آیت کو عموم پر رکھا

---

[1] القرآن، سورۃ الزمر: ۳۹/۳۹

[2] القرآن، سورۃ النساء: ۴/۱۱۸

جائے ، تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے بھی مدد مانگنا جائز نہ ہو، نہ زندہ سے، نہ مُردہ سے، نہ قریب سے، نہ بعید سے، نہ طبیب سے، نہ پولیس سے، نہ سعودیہ سے، نہ امریکہ سے، غرضیکہ کسی سے بھی امداد مانگنا شرک ہوگا۔

نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

''ہمارے اصحاب میں سے شوکانی نے کہا کہ جو چیز مخلوق کی قدرت میں ہو، اس میں استعانت کے جائز ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور جس چیز پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قادر نہیں اس میں صرف اسی سے استعانت کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' سے بھی یہی مراد ہے، اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہمارے اصحاب میں سے جس نے بھی یہ کہا کہ غیر اللہ سے استعانت مطلقاً شرک ہے تو اس نے غلو سے کام لیا ہے اور حد سے تجاوز کیا ہے۔''[1]

اور جب یہ طے ہے کہ یہ آیت اپنے عموم پر نہیں ہے تو پھر اس میں وہی تخصیص کی جائے گی جو سراج الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے بیان کی ہے، کہ مخلوق کو مستقل جان کر استعانت حرام ہے اور مظہرِ عونِ الٰہی جان کر استعانت کی تو یہ نہ صرف جائز ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ اب بتایئے انبیاء و اولیاء سے استعانت اس آیہ مبارکہ کے کیسے مخالف ہوئی۔؟

مبتدعین زمانہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں:

''مشرکین بحری سفر میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے، جبکہ یہ لوگ (اہل سنت و جماعت) ہر سفر میں بری ہو یا بحری غیر اللہ ہی کو پکارتے ہیں''[2]

حالانکہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی تصریح کے مطابق جب انبیاء و اولیاء کو

---

[1] وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی، ص ۱۹

[2] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ، ص ۸۴

مظہرِ عونِ الٰہی مانا تو ان سے استعانت اللہ تعالیٰ سے ہی استعانت ہے، اس لیے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اہل سنت ہر جگہ بحر و بر میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتے ہیں، لیکن ان ہستیوں کے وسیلے سے جو اللہ تعالیٰ کی محبوب ہیں، بخلاف مشرکین کے کہ وہ غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور جب عین منجدھار میں دیکھا کہ غیر اللہ کی مدد نہیں پہنچی تو اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں، اہل سنت و جماعت کا اعتماد ہر جگہ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی پر ہوتا ہے غیر پر نہیں۔

نواب وحید الزمان ایک سوال قائم کر کے اس کا جواب دیتے ہیں:

"**سوال**: بُت یا وثن سے سوال کرنا مطلقاً شرک ہے، اگرچہ وہ چیز مانگی جائے جو زندوں سے مانگی جاتی ہے (پھر تم کیسے کہتے ہو کہ جو چیز زندگی میں مانگی جا سکتی ہے وہ انبیاء و اولیاء کی روحوں سے بھی مانگی جا سکتی ہے؟)

جواب: صنم اور وثن کا حکم الگ ہے، اللہ تعالیٰ نے ان سے اجتناب اور انہیں توڑ دینے کا حکم دیا ہے، جو شخص ان سے سوال کرتا ہے اگرچہ وہ چیز مانگے جو زندوں سے مانگی جاتی ہے، وہ ان کی تعظیم کرتا ہے، اور ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ ملائکہ، انبیاء، اولیاء اور وہ شعائر جن کی عزت ہمارے دین میں باقی ہے، ان کے علاوہ جن چیزوں کی مشرک عبادت کرتے ہیں، ان کی معمولی تعظیم بھی کفر ہے، انبیاء و اولیاء کی روحیں، اصنام اور اوثان کے قبیلے سے نہیں ہیں، بلکہ یہ ملائکہ کے قبیلے سے ہیں یا ان سے اعلیٰ ہیں، لہٰذا ان ارواح کو فرشتوں پر قیاس کیا جائے گا نہ کہ اصنام و اوثان پر جو سراپا نجاست ہیں۔"[1]

(الحمد للہ! یہ رسالہ مکمل ہوا)

---

[1] وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی، ص ۲۷

باب نمبر5



شہر یارِ علم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم



بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہریارِ علم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے، جو ہر ظاہر اور پوشیدہ کا جاننے والا ہے، اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو غیب کی جو خبریں چاہیں بذریعہ وحی عطا فرمائیں، اور صلوٰۃ وسلام ہو اس کے برگزیدہ رسول ﷺ اور امیدوں کے مرکز نبی ﷺ اور آپ کی پیکر تقویٰ وطہارت آل پاک اور صحابہ پر۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بے شمار فضائل وکمالات سے نوازا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو تمام اولین وآخرین کے علوم سے زیادہ علوم عطا فرمائے، اور آپ کو بہت سی مخفی چیزوں پر آگاہی عطا فرمائی، اور یہ اللہ تعالیٰ کی عادت شریفہ ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں یعنی انبیاء کرام اور اولیاء عظام پر مخفی چیزیں منکشف فرماتا ہے۔

غیب کی تعریف:

دلائل کے بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ غیب کی تعریف کی جائے، تا کہ مقصد واضح طور پر سامنے آجائے، علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:

> غیب سے مراد وہ چیز ہے جس کا ادراک حواس کر سکیں اور نہ ہی یہ بداہت عقل سے معلوم ہو سکے، اس کی دو قسمیں ہیں۔[1]

1- وہ غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مبارک "وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ" (اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا)[2] سے مراد یہی ہے۔

2- وہ غیب ہے جس پر دلیل قائم کی گئی ہو، جیسے خالق کائنات اور اس کی صفات

---

[1] القرآن: ۶/۸۵

[2] عبداللہ بیضاوی، قاضی: تفسیر بیضاوی، برحاشیہ سیالکوٹی، ص ۱۲۸

قیامت، اس کے حالات اوراس آیت " یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ " میں یہی مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد " یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ " کی تفسیر میں علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

لغت میں ایمان کا معنی تصدیق ہے ---- بعض اوقات اس کا اطلاق وثوق کے معنی پر بھی ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان " یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْب " میں دونوں معنی مناسب ہیں۔[1]

ان دونوں تصریحات سے واضح ہوگیا کہ عام مومن اس غیب کو جانتے ہیں، جس پر دلیل قائم ہو، کیونکہ جب ایمان کا معنی تصدیق ہے اور تصدیق علم کی قسم ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان " یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْب " کا معنی یہ ہوا کہ مسلمان غیب کو جانتے ہیں اور وہ اس غیب کو جان سکتے ہیں جس پر دلیل قائم ہو، اور اللہ تعالیٰ کا بتانا اس کی سب سے قوی دلیل ہے۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں غیب پر ایمان لانے کا اسی صورت مکلّف کیا ہے، جب کہ وہ ہمارے لئے بعض اوقات غیب کے دروازے کھول دیتا ہے، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "احیاء العلوم" کے حواشی میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔[2]

مقام غور ہے کہ جب یہ عام مومنوں کا حال ہے تو اولیائے کرام اور انبیائے عظام خصوصاً حضور سید عالم ﷺ کے علم غیب کا کیا عالم ہوگا؟

قرآنی آیات:

قرآن کریم کی بہت سی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بہت سے مخفی امور کا علم عطا فرمایا ہے، ہم ان میں سے چند آیات کا ذکر کرتے ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ تمہیں غیب پر آگاہ کردے، ہاں! اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے جسے

---

[1] عبداللہ بیضاوی، قاضی: تفسیر بیضاوی، برحاشیہ سیالکوٹی، ص ۲۲-۱۲۳

[2] محمد ابن عبدالباقی زرقانی، علامہ: شرح مواہب لدنیہ، ۷/۲۲۹

چاہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔[1]

۲- وہی ذاتی طور پر ہر غیب کا جاننے والا ہے، تو وہ اپنے غیب خاص پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے علاوہ کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا۔[2]

۳- اے نبی ﷺ! یہ غیب کی خبریں ہیں، جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔[3]

۴- اور یہ نبی غیب کی خبر دینے میں بخیل نہیں ہیں۔[4]

۵- اور آپ کو وہ کچھ (علوم غیبیہ اور احکام شرعیہ) سکھایا جسے آپ از خود نہیں جان سکتے تھے۔[5]

۶- رحمان نے (اپنے محبوب ﷺ کو) قرآن سکھایا، اس نے انسان کامل (محمد مصطفےٰ ﷺ) کو پیدا فرمایا، انہیں (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اس کا) بیان سکھایا۔[6]

احادیث مبارکہ:

اس موضوع پر کثیر احادیث وارد ہیں، ہم اختصار کے پیش نظر اس جگہ صرف چند احادیث پیش کرتے ہیں، حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک روز حضور اقدس ﷺ کو صبح کی نماز میں تاخیر ہوگئی، پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور نماز پڑھانے کے بعد فرمایا:

> بے شک ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ آج صبح تمہارے پاس آنے سے ہمیں کس چیز نے روکا، ہم رات کو کھڑے ہوئے اور جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم نے نماز پڑھی، پس ہمیں نماز میں اونگھ آگئی، یہاں تک کہ ہم بیدار ہوئے تو ہم اپنے رب کی بارگاہ میں بہترین حالت میں حاضر تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد (ﷺ) کیا آپ جانتے ہیں؟ کہ مقربین فرشتے کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میں نہیں جانتا، پس

---

[1] القرآن ۳: ۱۷۹ [2] القرآن ۷۲: ۲۶ [3] القرآن ۱۱: ۴۹

[4] القرآن ۸۱: ۲۴ [5] القرآن ۴: ۱۱۳ [6] القرآن ۵۵: ۴

ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست رحمت[1] ہمارے کندھوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ ہم نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، پس ہمارے لئے ہر چیز روشن ہوگئی اور ہم نے اسے پہچان لیا۔[2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی، پھر اپنی جگہ تشریف فرما رہے، یہاں تک کہ جب چاشت کا وقت ہوا، رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ تشریف فرما رہے، یہاں تک کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا فرمائی، اس دوران آپ نے کسی سے گفتگو نہیں فرمائی، پھر آپ اٹھ کر گھر تشریف لے گئے، حضرت ابوبکر صدیق نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں! ہمارے سامنے دنیا اور آخرت میں ہونے والے تمام امور پیش کیے گئے۔[3]

طارق ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تو ہمیں مخلوق کی ابتدا سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں میں داخل ہونے کی خبر دی، اسے جس نے یاد رکھا سو یاد رکھا، جو بھول گیا سو بھول گیا۔[4]

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے درمیان حضور نبی کریم علیہ ﷺ کھڑے ہوئے، آپ نے مجلس میں قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہیں چھوڑی جسے بیان نہ فرمادیا ہو، جس نے اسے یاد رکھا، یاد رکھا اور جس

---

[1] وضاحت: حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے لیے ید اور انامل کا اثبات ہے، اور یہ از قبیل متشابہات ہے، جس کی حقیقت تک ہماری عقل کی رسائی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جسم، ہاتھ، اور پوروں سے پاک ہے (۱۲ شرف قادری)

[2] احمد بن حنبل، امام: مسند امام احمد بن حنبل (دار الفکر، بیروت) ۵/۲۴۳

[3] ایضاً ۵/۲۴۳۔

[4] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری (مجتبائی، دہلی) ۱/۴۵۳

نے بھلا دیا، بھلا دیا، میرے ساتھیوں کو اس واقعہ کا علم ہے، ان میں سے کوئی چیز پائی جاتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں، اسے میں دیکھتا ہوں تو وہ یاد آجاتی ہے، جیسے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے چہرے کو یاد کرتا ہو، جب وہ اس سے غائب ہو جاتا ہے، پھر جب اسے دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے۔[1]

حضرت ابو زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، اور منبر پر تشریف فرما ہو کر ہمیں خطاب فرمایا، یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا، چنانچہ آپ اترے اور نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں عصر تک خطاب فرمایا، پھر اترے اور نماز ادا فرمائی اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطاب فرمایا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، پس آپ نے ہمیں گزشتہ اور آنے والے واقعات کی خبر دی، پس ہم میں سے سب سے بڑا عالم وہ ہے جو زیادہ حافظے والا ہے۔[2]

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے زمین کو سمیٹ دیا، یہاں تک کہ ہم نے اس کے مشرقی اور مغربی حصوں کو دیکھ لیا ہے۔[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے بکثرت سوال کئے، پس ایک دن آپ تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا:

پوچھو ہم سے! تم جس چیز کے بارے میں بھی سوال کرو گے ہم جواب دیں گے (یہاں تک کہ حضرت انس بن مالک نے کہا) ایک آدمی جس کی نسبت

---

[1] مسلم بن حجاج قشیری، امام مسلم شریف (مجتبائی، دہلی) ۲،۳۹۰
[2] ایضاً ۲،۳۹۰
[3] ایضاً ۲،۳۹۰

اس کے باپ کے علاوہ دوسرے شخص کی طرف کی جاتی تھی، اس نے عرض کیا! اے اللہ تعالیٰ کے نبی میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! تیرا باپ حذافہ ہے۔[1]

ہم کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو وسیع علم نہ عطا فرمایا ہوتا تو حضور نبی اکرم ﷺ بطور چیلنج مطلقاً یہ نہ فرماتے کہ جو چاہو پوچھو۔

مشہور مفسر سُدّی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ہمارے سامنے ہماری امت مٹی کی مورتیوں کی شکل میں پیش کی گئی، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کی گئی تھی، ہمیں بتایا گیا کہ ان میں سے کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون ہمارا انکار کر کے کافر ہوگا؟ یہ بات منافقین کو پہنچی تو انہوں نے بطور استہزا کہا کہ محمد (ﷺ) کا خیال ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان کے بارے میں جانتے ہیں کہ ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا، اور کون انکار کرے گا؟ حالانکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں پہچانتے نہیں، جب یہ بات رسول اللہ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے منبر شریف پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا:

ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جنہوں نے ہمارے علم پر اعتراض کیا ہے، تم قیامت تک واقع ہونے والی کسی بھی چیز کے بارے میں سوال کرو ہم تمہیں اس کی خبر دیں گے، حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ (کیونکہ لوگ ان کے نسب میں شک کرتے تھے) فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے اور آپ ﷺ کے نبی

---

[1] مسلم بن حجاج قشیری، امام: مسلم شریف (مجتبائی، دہلی) ۲/۳۹۰

ہونے پر، راضی ہیں، آپ ہمیں معاف فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم باز رہو گے؟ کیا تم باز رہو گے؟![1]

امام بخاری، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے ایسی اشیاء کے بارے میں سوال کیا گیا جنہیں آپ نے ناپسند فرمایا، جب لوگوں نے اس قسم کے بکثرت سوالات کئے تو آپ ﷺ ، جلال میں آگئے اور لوگوں سے فرمایا کہ تم جو چاہو ہم سے پوچھو، پس ایک شخص نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا! تیرا باپ حذافہ ہے، پھر ایک دوسرے شخص نے اٹھ کر عرض کیا، میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا باپ شیبہ کا آزاد کردہ غلام سالم ہے۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا چرواہے کے پاس آیا اور اس کی ایک بکری اٹھا کر لے گیا، چرواہے نے اس کا تعاقب کر کے اس سے بکری چھڑالی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھا اور اپنی دم پاؤں کے نیچے دبا کر بیٹھ گیا، اور کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق عطا فرمایا، تو نے اس کا قصد کیا اور مجھ سے چھین لیا چرواہے نے کہا، اللہ کی قسم: میں نے آج کی طرح کبھی بھیڑیئے کو کلام کرتے ہوئے نہیں دیکھا، بھیڑیئے نے کہا: اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ ایک مرد کامل دو پتھریلے میدانوں اور کھجوروں کے درمیان (مدینہ منورہ) میں موجود ہے، جو تمہیں ماضی اور مستقبل کی خبریں دیتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ وہ چرواہا یہودی تھا، وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت

---

[1] علی بن محمد ابراہیم بغدادی، امام: تفسیر خازن (مصطفےٰ البابی، مصر) ۱/۴۸۲

[2] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: بخاری شریف (مجتبائی، دہلی) ۱/۲۰-۱۹

میں حاضر ہوا، اور یہ واقعہ عرض کیا، نبی اکرم ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی اور وہ مسلمان ہو گیا (شرح السنۃ)[1]

علامہ احمد قسطلانی، شارح بخاری فرماتے ہیں:

امام طبرانی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دنیا کو بلند کیا، پس ہم دنیا اور اس میں قیامت تک ہونے والے واقعات کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کہ ہم اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتے ہیں۔[2]

علامہ زرقانی حدیث شریف کے ان الفاظ "اِنَّ اللّٰهَ قَدْرَفَعَ لِیَ الدُّنیَا" کی شرح میں فرماتے ہیں:

اس طرح کہ ہم نے دنیا کی تمام چیزوں کا احاطہ کر لیا۔

نیز لکھتے ہیں:

پھر چونکہ آپ سچے ہیں اور آپ کے ارشاد پر عقیدہ رکھنا واجب ہے، اس لئے معلوم ہوا کہ آپ کی وفات کے بعد لوگوں کے سامنے جو واقعات بھی رونما ہوں وہ ان ہی واقعات میں سے ہیں جنہیں آپ نے اسی وقت ملاحظہ فرمایا، جب دنیا آپ کے لئے پیش کی گئی۔[3]

صحابی رسول حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اشعار پڑھ کر سنائے جن میں سے ایک شعر یہ تھا۔ ؎

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرَهٗ
وَاَنَّكَ مَأْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبٍ[4]

---

[1] ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ، خطیب: مشکوٰۃ شریف (ایم، ایم سعید کمپنی، کراچی) ص ۵۴۱

[2] احمد بن محمد قسطلانی، شہاب الدین: مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی (۱۲۹۲ھ، مصر) ۷/۲۳۴

[3] محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ: شرح مواہب، ۷/۲۳۴

[4] عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی: مختصر سیرت رسول (مکتبہ سلفیہ، لاہور) ص

(پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور بے شک آپ کو ہر غیب کا امین بتایا گیا ہے۔)

اب یہ بات ڈھکی چھپی تو ہے نہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہر غیب کے امین تب ہی ہو سکتے ہیں کہ جب اس کے عالم بھی ہوں، اور اگر یہ بات شرک ہوتی، جیسے وہابی کہتے ہیں تو حضور ﷺ شدید انکار فرماتے حالانکہ آپ نے انہیں منع نہیں فرمایا، لہذا یہ بات شرک نہیں۔

۱۳۔ مشہور سیرت نگار، ابن ہشام روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال جب حضور سید المرسلین ﷺ بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے تھے تو (نومسلم) فضالہ بن عمیر لیثی نے آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا، جب وہ قریب ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تم فضالہ ہو؟ کہنے لگے ہاں یارسول اللہ! میں فضالہ ہوں، فرمایا! تو اپنے دل میں کیا منصوبہ تیار کر رہا تھا؟ کہنے لگے: کچھ بھی نہیں میں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا، آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر رکھا تو ان کا دل پرسکون ہو گیا، فضالہ کہتے تھے کہ اللہ کی قسم! حضور اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک ابھی میرے سینے سے اٹھایا نہیں تھا کہ میری یہ کیفیت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق بھی میرے نزدیک حضور ﷺ سے زیادہ محبوب نہ تھی۔[1]

مغیبات خمسہ اور روح

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

بے شک قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہی ہے، وہ بارش برساتا ہے، اور وہ جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے؟ اور کوئی شخص (از خود) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اسے موت کہاں آئے گی، بے شک اللہ تعالیٰ علم والا، خبر والا ہے۔[2]

---

[1] (الف) محمد سعید رمضان البوطی، ڈاکٹر: فقہ السیرۃ (دار الفکر، بیروت) ص ۳۶۳
(ب) عبد الملک بن ہشام، امام: السیرۃ النبویہ مع الروض الانف (طبع ملتان) ۲/۶۔۲
[2] القرآن ۳۱/۳۴

کیا یہ آیت کریمہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، کہ اللہ تعالیٰ کسی دوسرے کو ان کا علم نہیں دے سکتا، حقیقت یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں بلکہ ہر غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہے جتنا چاہے علم عطا فرمادے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اور بندے اس کے علم میں سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔[1]

قیامت کا علم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وہی ذاتی طور پر ہر غیب کا جاننے والا ہے، وہ چاہے تو اپنے خاص غیب پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا۔[2]

علامہ زمخشری معتزلی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''مِنْ رَّسُوْلٍ'' ''مَنِ ارْتَضٰی'' کا بیان ہے، یعنی اللہ تعالیٰ غیب پر صرف اس ہستی کو آگاہ فرماتا ہے جسے اس نے خاص طور پر نبوت کے لئے منتخب کرلیا ہے، ہر منتخب کو نہیں۔

اس ارشاد میں کرامتوں کو باطل کردیا گیا ہے، کیونکہ جن حضرات کی طرف کرامتیں منسوب ہوتی ہیں وہ رسول نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے منتخب حضرات میں سے صرف رسولوں کو خاص فرمایا ہے۔[3]

کرامات اولیاء کا انکار زمخشری نے اس لئے کیا ہے کہ وہ معتزلی تھے، بہت سے اہل سنت کے مفسرین نے ان کا رد کیا ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے ارشاد'' فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا '' میں غیب عام

---

[1] القرآن: ۲/۵۵ — [2] القرآن: ۷۲/۲۶،۲۷

[3] محمود بن عمر زمخشری، جار اللہ: الکشاف (طبع تہران) ۴/۱۷۳

نہیں ہے، ہم اسے قیامت کے واقع ہونے کے وقت پر محمول کرتے ہیں، اس کی تائید یوں ہوتی ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اِنْ اَدْرِیْ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّاتُوْعَدُوْنَ (الانبیاء) کے بعد واقع ہے، یعنی میں (از خود) قیامت کے واقع ہونے کا وقت نہیں جانتا، تو یہ آیت اس مطلب پر دلالت نہیں کرے گی کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی غیب کو ظاہر نہیں فرماتا (مگر اپنے رسولوں پر) بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غیب (قیامت کے وقت) کو کسی پر ظاہر نہیں فرماتا (مگر اپنے پسندیدہ رسولوں پر، لہذا اس آیت سے اتنا ہی ثابت ہوگا کہ اولیاء کرام کو وقت قیامت کی اطلاع نہیں دیتا، یہ مطلب نہیں کہ انہیں کسی بھی غیب پر آگاہی نہیں فرماتا)۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

سوال: جب آپ نے غیب کو قیامت کے وقت پر محمول کیا ہے تو اس کے بعد کیسے فرمادیا؟'' اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ '' حالانکہ اس غیب پر کسی رسول کو بھی آگاہ نہیں فرماتا؟

جواب: بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے قائم کرنے کے قریب اس کو ظاہر فرمائے گا، اور کیوں نہ ہو جب کہ اس کا ارشاد ہے'' وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰئِکَۃُ تَنْزِیْلاً '' اور اس میں شک نہیں ہے کہ اس وقت فرشتوں کو قیامت کے قائم ہونے کا علم ہو جائے گا۔[1]

بعض آیتوں میں درایت کی نفی ہے، جیسے فرمایا'' وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ م بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ '' اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کوشش سے نہیں جان سکتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور کہاں فوت ہوگا، اس کا یہ معنی نہیں کہ

---

[1] محمد بن عمر رازی، امام: تفسیر کبیر (طبع مصر) ۱۶۸/۳۰

اللہ تعالیٰ کسی کو یہ علم نہیں دے سکتا۔

علامہ بدرالدین عینی شرح بخاری فرماتے ہیں:

درایت کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کا علم کوشش سے حاصل کیا جائے۔[1]

وقت قیامت کا علم

قیامت کب واقع ہوگی؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو عطا فرمایا ہے یا نہیں؟ اس میں سلف صالحین کا اختلاف ہے، بعض حضرات تحقیق کی بناء پر اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ علم عطا نہیں کیا گیا، ان کے پیش نظر نبی اکرم ﷺ کی تنقیص شان نہیں تھی، اللہ تعالیٰ ہمیں اس تنقیص سے محفوظ رکھے، بعض حضرات کا موقف یہ ہے کہ یہ علم عطا فرمایا گیا ہے، ان میں سے کسی فریق پر بھی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: "فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ" سے معتزلہ کے اس استدلال کا رد کیا ہے کہ اولیاء کرام کی کرامات باطل ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں کسی غیب پر آگاہی عطا نہیں فرماتا، ان کے رد کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں غیب سے مراد قیامت کے واقع ہونے کا وقت ہے اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض رسولوں کو اس پر آگاہ فرمائے، ان کے ارشاد کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

> جواب یہ ہے کہ اس جگہ غیب عموم کے لئے نہیں ہے (اور آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی غیب پر آگاہی عطا نہیں فرماتا) بلکہ یہ مطلق غیب ہے یا کلام کی روش کے پیش نظر معین غیب مراد ہے اور وہ قیامت کے واقع ہونے کے وقت کا علم ہے، اور یہ بعید نہیں ہے کہ اس پر فرشتوں یا انسانوں کے بعض رسولوں کو آگاہ فرمائے۔[2]

---

[1] محمود بن احمد بدرالدین عینی: عمدۃ القاری (بیروت) ۱/۲۹۳

[2] مسعود بن عمر تفتازانی، علامہ: شرح مقاصد (طبع، لاہور) ۲/۲۰۵

علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو قیامت کے وقت کی مکمل اطلاع عطا فرمادی ہو، تاہم آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم جیسا نہیں ہوگا (اور ہو بھی نہیں سکتا) اور حکمت کے تحت اس کو مخفی رکھنے کا حکم دیا ہو، اور یہ علم نبی اکرم ﷺ کے خواص میں سے ہو، میرے پاس کوئی دلیل نہیں جس کی بنا پر قطعی طور پر یہ بات کہی جائے۔[1]

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

جو شخص نبی اکرم ﷺ کے حوالے کے بغیر ان مغیبات خمسہ میں سے کسی ایک کے علم کا دعویٰ کرے وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔[2]

اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہوسکتا ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے ان پانچ اشیاء میں سے کسی ایک کے علم کا دعویٰ کرے وہ اپنے دعوے میں سچا ہوگا ورنہ یہ کہنے کا کیا فائدہ ہوگا کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کے حوالے کے بغیر دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

بعض علماء کرام اس طرف گئے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو پانچ چیزوں کا بھی علم دیا گیا ہے، نیز قیامت اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے، اور آپ کو اس کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا۔[3]

---

[1] سید محمود الوسی، علامہ: روح المعانی (طبع، تہران) ۲۱/۱۰۱

[2] (الف) احمد بن علی عسقلانی، علامہ: فتح الباری (طبع، مصر) ۱/۱۳۲

(ب) بدر الدین محمود بن عینی: عمدۃ القاری (طبع، بیروت) ۱/۲۹۰

(ج) علی بن سلطان محمد قادری: المرقاۃ (طبع، ملتان) ۱/۶۵

(د) سید محمود الوسی، علامہ: روح المعانی (طبع، تہران) ۲۱/۱۰۰

[3] محمد بن عبد الباقی زرقانی، علامہ: شرح مواہب لدنیہ (طبع، عامرہ، مصر) ۱/۱۰

علامہ زرقانی مالکی فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ کو مغیبات خمسہ کی چابیوں کے علاوہ ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان پانچ چیزوں کا بھی علم دیا گیا، اور آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا، جیسے کہ ''خصائص کبریٰ'' میں ہے[1]

علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

''خَمسٌ لَا یَعلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ'' پانچ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، اور اس طرح نہیں جان سکتا کہ اس کا علم ہر کلی اور جزی کو معلوم ہو، لہذا یہ حدیث اس بات کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خواص کو غیب کی بہت سی چیزوں، یہاں تک کہ ان پانچ اشیاء پر آگاہ فرما دے، کیونکہ یہ چند جزئیات اور معتزلہ کا انکار سوائے سینہ زوری کے کچھ نہیں ہے۔[2]

اپنے زمانہ کے غوث سید عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ پر پانچ اشیاء کا معاملہ کیسے مخفی رہ سکتا ہے جبکہ آپ کی امت شریفہ میں سے کسی صاحب تصرف کے لئے ان پانچ چیزوں کی معرفت کے بغیر تصرف ممکن نہیں۔[3]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کہ یہ آیات پانچ کی پانچ چیزوں کے علم کے خاص ہونے پر دلالت نہیں کرتیں چہ جائے کہ خصوصیت اختصاص پر دلالت کریں، کیا آپ نہیں دیکھتے؟

---

[1] عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، علامہ: خصائص کبریٰ (طبع، فیصل آباد) ۲/۱۹۵

[2] محمد عبدالرؤف مناوی، امام: فیض القدیر (طبع، بیروت) ۳/۴۵۸

[3] احمد بن المبارک: الابریز (طبع، مصر) ص ۴۸۳

ان پانچ چیزوں میں سے بعض میں تخصیص پر دلالت کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے، جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ" (وہ بارش برساتا ہے)، "وَيَعْلَمُ مَافِي الْاَرْحَامِ" (وہ سب کچھ جانتا ہے جو رحموں میں ہے) اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ محض مقام حمد میں ذکر کرنا مطلق اختصاص کو ثابت کرتا ہے اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صفت سمع، بصر اور علم سے اپنی تعریف فرمائی ہے اور بندوں کو بھی اس کے ساتھ موصوف فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: "جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ"

دوسری بات یہ ہے کہ ہم اختصاص پر دلالت تسلیم کرتے ہیں، لیکن ان پانچ اشیاء میں کونسی ایسی خصوصیت پائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ان کا علم نہ دے سکے۔[1]

بارش کے آنے کی خبر:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے "نبی اکرم ﷺ نے اس بادل کی خبر دی جس نے یمن میں بارش برسائی" اس باب میں فرماتے ہیں:

امام بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن بارش ہوئی تو حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا: کہ بادل پر مقرر ایک فرشتہ ابھی ہمارے پاس آیا، اس نے ہمیں سلام کیا اور بتایا کہ وہ یمن کی وادی کی طرف بادل کو لے جا رہا ہے جس کا نام صریح ہے، اس کے بعد ایک سوار ہمارے پاس آیا، اسے ہم نے بادل کے بارے میں پوچھا، اس نے بتایا کہ اس دن ان کے ہاں بارش ہوئی تھی۔

---

[1] احمد رضا خان بریلوی، امام: الدولۃ المکیۃ (المکتبہ، کراچی) ص ۳۱۰

امام بیہقی فرماتے ہیں:

کہ ایک مرسل حدیث اس کی شہادت دیتی ہے، بکر بن عبداللہ مزنی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بادل کے فرشتے کے بارے میں خبر دی کہ وہ فلاں شہر سے آیا ہے اور وہاں فلاں دن بارش ہوئی ہے، آپ نے اس فرشتے سے پوچھا کہ ہمارے شہر میں کب بارش ہوگی؟ تو اس نے عرض کیا کہ فلاں دن، اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں منافقین بھی موجود تھے، انہوں نے اس دن نوٹ کر لیا (کہ کس دن بارش ہوگی؟) پھر انہوں نے اس دن (جس دن بارش ہونا تھی) کے بارے میں دریافت کیا تو انہیں آپ کی تصدیق مل گئی تو وہ ایمان لے آئے، انہوں نے یہ بات نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے انہیں فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو مزید مضبوط فرمائے۔[1]

علامہ الوسی فرماتے ہیں:

علامہ قسطلانی نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب بادل کو ان جگہوں کی طرف جانے کا حکم دیتا ہے جہاں وہ چاہتا ہے تو فرشتے جو اس کام پر مامور ہیں اسے جان لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے اسے بھی بارش کا علم عطا فرما دیتا ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قول بطور حکایت بیان فرمایا:

تم سات برس تک مسلسل کاشت کاری کرتے رہو گے تو جو کھیتی کاٹو اسے خوشوں میں ہی رہنے دو مگر کھانے کی مقدار تھوڑا سا الگ کر لیا کرو پھر اس کے بعد سات سال بڑے سخت مصیبت کے آئیں گے جو تمہارا جمع کیا ہوا تمام

---

[1] عبدالرحمٰن بن ابو بکر سیوطی، علامہ: خصائص کبریٰ (طبع فیصل آباد) ۱۰۲/۲

[2] سید محمود الوسی، علامہ: روح المعانی (طبع تہران) ۱۰۰/۲۱

ذخیرہ کھا جائیں گے مگر تھوڑا سا جو تم محفوظ کر کے رکھو گے، پھر اس کے بعد ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر خوب بارش برسائی جائے گی، لوگ اس میں رس نچوڑیں گے۔[1]

دیکھئے سیدنا یوسف علیہ السلام نے سات سال قحط کے واقع ہونے کے بعد کس طرح خوشحالی کی خبر دی اور یہ صرف اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم عطا فرمایا ہوا تھا۔

ما فی الارحام کا علم:

۱۔ حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آج رات ایک خوفناک خواب دیکھا ہے، آپ نے فرمایا: وہ کیا؟ انہوں نے اپنا خواب بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آپ نے اچھا خواب دیکھا ہے اللہ تعالیٰ نے چاہا تو فاطمۃ الزہرا کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں پرورش پائے گا ---- حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق میری آغوش میں رہے، اس حدیث کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔[2]

۲۔ امام ابو نعیم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام الفضل نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزریں تو آپ نے فرمایا تمہارے پیٹ میں ایک لڑکا ہے جب وہ پیدا ہو تو ہمارے پاس لائیں وہ فرماتی ہیں، کہ جب میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو میں اسے آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئی، آپ نے اس کے دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں تکبیر کہی، اسے لعاب

---

[1] القرآن ۱۲/۴۹-۴۷

[2] محمد بن عبداللہ خطیب ولی الدین، مشکوۃ المصابیح (نور محمد، کراچی) ص ۵۷۲

دہن عطا فرمایا، اس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا کہ خلفاء کے باپ کو لے جاؤ،
حضرت ام الفضل فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عباس کو یہ واقعہ بیان کیا،
انہوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا: یہ
اسی طرح ہے جیسا کہ ہم نے تمہیں خبر دی یہ خلفاء کا باپ ہے یہاں تک کہ ان
میں سے سفاح ہوگا ان میں سے مہدی ہوگا، اور ان میں سے وہ ہوگا جو عیسیٰ
ابن مریم کو نماز پڑھائے گا۔[1]

۳۔ امام محمد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں فرمایا:

آج یہ وارث کا مال ہے اور وارث تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، اسے
اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق تقسیم کر لینا، حضرت عائشہ نے عرض کیا: ابا جان!
اللہ کی قسم! اگر مال اتنا اتنا ہوتا تو میں اسے چھوڑ دیتی، میری ایک بہن تو اسماء
ہے، دوسری کونسی ہے؟ فرمایا! وہ بنت خارجہ (آپ کی اہلیہ محترمہ) کے پیٹ
میں ہے اور میرا گمان ہے کہ وہ لڑکی ہے، تو لڑکی ہی پیدا ہوئی۔[2]

۴۔ امام مسلم، حضرت حذیفہ بن اسید سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا:

نطفے کے رحم میں چالیس یا پینتالیس دن قرار پانے کے بعد فرشتہ حاضر ہوتا
ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب! یہ بد بخت ہے یا نیک بخت؟ تو جو حکم
ہوتا ہے لکھ دیا جاتا ہے، پھر وہ عرض کرتا ہے! اے میرے رب! یہ لڑکا ہے یا
لڑکی؟ یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے، پھر صحیفے لپیٹ دیے جاتے ہیں، ان میں نہ کمی کی
جاتی ہے اور نہ زیادتی۔[3]

۱۔ احمد بن محمد قسطلانی، علامہ: مواہب لدنیہ مع شرح، ۷، ۳۵۴
۲۔ محمد بن حسن شیبانی، امام: موطا امام محمد (کراچی) ص ۵۰۰-۳۲۹
۳۔ مسلم بن حجاج قشیری، امام: صحیح مسلم (مکتبہ رشیدیہ دہلی) ۲، ۳۳۳

یہ سب اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رحم پر مقرر فرشتے کو آگاہی عطا فرمائی، موجودہ زمانے کے ڈاکٹروں نے بتادیا تھا کہ برطانیہ کی لیڈی ڈیانا کے پیٹ میں تندرست بیٹا ہے، انہوں نے ایسے آلات (الٹرا ساؤنڈ مشین وغیرہ) تیار کئے ہیں جن سے پتا چل جاتا ہے کہ رحم میں کیا ہے؟ تو یہ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ اپنے خواص کو مافی الارحام کا علم نہیں دے سکتا اور یہ ناممکن ہے۔

کل کیا ہوگا؟

نبی اکرم ﷺ نے آیندہ ہونے والی بہت سی چیزوں کی خبر دی، تفصیل کے لیے شفاء شریف قاضی عیاض، مواہب لدنیہ اور دیگر کتب سیرت کا مطالعہ کیجئے، آیندہ سطور میں ہم آیندہ کل سے متعلق بعض روایات بیان کرتے ہیں۔

۱۔ امام مسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے (بدر کے دن) فرمایا:

> یہ فلاں کے ہلاک ہونے کی جگہ ہے، زمین پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اس جگہ اور اس جگہ ---- روای کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس جگہ ہاتھ مبارک رکھا تھا کوئی مشرک بھی اس جگہ سے ادھر ادھر نہیں گرا۔[1]

دیکھ لیجئے! کس طرح نبی اکرم ﷺ نے کل کے واقعہ کی خبر دی، اور اسی طرح ہوا، جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> اس حدیث میں دو معجزے ہیں جو نبوت کی دلیل ہیں (۱) نبی اکرم ﷺ نے سرکش مشرکوں کی جائے ہلاکت کی خبر دی اور وہ اس جگہ سے تجاوز نہیں کر سکے۔[1]

---

[1] مسلم بن حجاج قشیری، امام: صحیح مسلم (مکتبہ رشیدیہ، دہلی) ۲/۱۰۲

۲- امام مسلم حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ خیبر میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے، ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی، انہوں نے سوچا کہ رسول اللہ ﷺ جہاد کے لئے تشریف لے گئے اور میں پیچھے رہ جاؤں، چنانچہ وہ نکلے اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، جب فتح کے دن کی رات آئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کل ہم یہ جھنڈا عطا کریں گے یا! فرمایا: وہ شخص جھنڈا پکڑے گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب ہے یا! فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے فتح عطا فرمائے گا۔

اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہیں، ہمیں ان کے آنے کی توقع نہیں تھی، رسول اللہ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی۔[۲]

۳- امام احمد بن حنبل، حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے روایت کرتے ہیں: کہ انہیں حضرت معاذ نے خبر دی کہ ہم لوگ تبوک کے سال (۹ ھجری) حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے ---- آپ ﷺ نے فرمایا:

تم انشاء اللہ تعالیٰ کل تبوک کے چشمے پر پہنچو گے اور وہاں اس وقت ہی پہنچو گے جب سورج بلند ہو چکا ہوگا، تو جو شخص آئے وہ ہمارے آنے تک اسکے پانی کو بالکل نہ چھوئے۔[۳]

۴- حضرت عبداللہ بن رواحہ (صحابی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

---

[۱] یحییٰ بن شرف نووی، امام: شرح صحیح مسلم، ۲/۱۰۳

[۲] مسلم بن حجاج قشیری، امام: صحیح مسلم (دہلی) ۲/۲۷۹

[۳] احمد بن حنبل، امام: مسند امام احمد (بیروت) ۵/۲۳۷

اَرَانَا الْهُدٰی بَعْدَ الْعَمٰی فَقُلُوْبُنَا
بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ [1]

ہم اندھے تھے، نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ہدایت دکھائی، تو ہمارے دل آپ پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے سچ ہے۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

(فَقُلُوْبُنَابِهٖ) یہ ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہے (مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِع) ہمارے دل آپ پر یقین رکھتے ہیں کہ آپ نے غیب کی جن باتوں کی خبر دی ہے، وہ واقع ہو کر رہیں گی، اور جب حضرت عبدالرحمٰن بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ اشعار پڑھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے جو اس سے پہلے مذکور ہو چکا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا بھائی باطل اور فحش بات نہیں کہتا۔[2]

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شعر مذکور میں یہ کہا ہے: کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جو غیب کی خبر دی ہے وہ ضرور واقع ہو کر رہے گی، اور یہ آئندہ کل اور اس کے مابعد کی خبر اور ان کا یہ قول بارگاہ نبوت سے سند تصدیق حاصل کر چکا ہے۔

۵- حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

نَبِیٌ یَّرٰی مَالَا یَرَ النَّاسُ حَوْلَهٗ
وَیَتْلُوْ کِتَابَ اللّٰهِ فِیْ کُلِّ مَشْهَدٖ
فَاِنْ قَالَ فِیْ یَوْمٍ مَّقَالَةَ غَائِبٍ
فَتَصْدِیْقُهَا فِیْ ضَحْوَةِ الْیَوْمِ اَوْ غَدٍ [3]

---

[1] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری (مجتبائی، دہلی) ۱/۱۵۵

[2] محمود احمد بن عینی، علامہ: عمدۃ القاری (بیروت) ۷/۲۱۴

[3] احمد بن قسطلانی، علامہ: مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی، مقصد ثامن، ۷/۲۳۰

نبی اکرم ﷺ اپنے ارد گرد وہ کچھ دیکھتے ہیں جو دوسرے لوگ نہیں دیکھتے، اور آپ ہر مقام میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں اگر آپ کسی دن کسی غائب کے بارے میں گفتگو فرمائیں تو اس کی تصدیق اس دن چاشت کے وقت ہو جاتی ہے یا آئندہ کل ہو جاتی ہے۔

جائے وفات کا علم:

(۱) اس سے پہلے امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت گزر چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سرکش مشرکوں کے ہلاک ہونے کی جگہوں کی نشاندہی کی اور فرمایا:

کہ یہ فلاں کے ہلاک ہونے کی جگہ ہے ---- اور آپ نے زمین پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اس جگہ فلاں اور اس جگہ فلاں مرے گا۔[1]

(۲) نبی اکرم ﷺ نے انصار کو فرمایا:

''وَالْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ''[2]

''ہماری زندگی اور وفات تمہارے ساتھ ہے''

اس حدیث میں صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو آگاہ فرما دیا تھا کہ آپ کا مزار شریف مدینہ منورہ میں ہوگا۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ہم تمہارے پاس ہی زندگی گزاریں گے اور تمہارے پاس ہی اس دنیا سے رخصت ہوں گے اور یہ بھی معجزات میں سے ہے۔[3]

(۳) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ان ہی غیبی خبروں میں سے یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ حسین

---

[1] مسلم بن حجاج قشیری، امام: صحیح مسلم، ۲/۱۰۲
[2] ایضاً: " ۲/۱۰۳
[3] یحییٰ بن شرف نووی، امام: شرح مسلم، ۲/۱۰۳

مقام طُف (کربلا) میں شہید کیے جائیں گے، اور اپنے دست مبارک سے اس جگہ کی مٹی نکال کر فرمایا: اس میں ان کی آخری آرامگاہ ہوگی، حافظ ابوالقاسم بغوی نے اپنی معجم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کی کہ بارش کے فرشتے نے رب کریم سے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی اجازت طلب کی، اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دے دی، اس دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری تھی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ام سلمہ! دروازے کا خیال رکھنا، کوئی ہمارے پاس نہ آنے پائے، وہ دروازے کی نگرانی کر رہی تھیں کہ حضرت حسین آئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے، رسول اللہ ﷺ انہیں چومنے لگے، فرشتے نے کہا: کیا آپ ان سے محبت رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، کہنے لگے: آپ کی امت ان کو شہید کرے گی، اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ان کی شہادت کی جگہ دکھاتا ہوں، چنانچہ انہوں نے وہ جگہ دکھادی، نیز وہاں سے ریت یا سرخ مٹی لا کر پیش کی، جسے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کپڑے میں باندھ لیا، ثابت کہتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے کہ وہ جگہ کربلا ہے اس حدیث کو حافظ ابوحاتم نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا۔[1]

علامہ زرقانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

بارش کے فرشتے سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو بارش اور نباتات پر مقرر ہیں، جیسے کہ امام بیہقی وغیرہ کی عبدالرحمٰن بن سابط سے، امام احمد اور ابن سعد کی حضرت علی سے، اور امام طبرانی کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کردہ حدیث میں ہے۔[2]

---

[1] احمد بن محمد قسطلانی، امام: مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی، ۷/۲۵۰

[2] محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ: شرح مواہب لدنیہ، ۷/۲۵۰

(۴) امام احمد بن حنبل حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کی طرف (قاضی بنا کر) بھیجا تو ان کو ہدایات دیتے ہوئے ان کے ساتھ باہر تشریف لائے، جب ہدایات دے چکے تو فرمایا:

اے معاذ! شاید اس سال کے بعد تمہاری ہم سے ملاقات نہ ہو، اور تم ہماری مسجد اور ہمارے روضۂ اقدس کے پاس سے گزرو۔[1]

اس حدیث میں تصریح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا روضہ مبارکہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے پاس ہوگا (مقام وفات کی صاف تصریح فرمادی)

(۵) امام بخاری حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب غزوۂ احد کا واقعہ پیش آیا تو میرے والد نے مجھے رات کے وقت بلایا اور فرمایا:

مجھے صاف دکھائی دیتا ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے صحابۂ کرام میں سے پہلا شہید ہوں گا، میں رسول اللہ ﷺ کے علاوہ تم سے زیادہ کوئی عزیز چھوڑ کر نہیں جا رہا، مجھ پر جو قرض ہے وہ ادا کر دینا اور تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

صبح ہوئی تو سب سے پہلے شہید وہی تھے۔[2]

دیکھئے! کس طرح رسول اللہ ﷺ کے صحابی نے کل اور اپنی شہادت کی خبر دی، اور ان کی خبر سچی ثابت ہوئی۔

روح کا علم:

قیامت کی طرح روح کے علم میں بھی ائمہ کا اختلاف ہے، ایک بڑی جماعت نے اللہ تعالیٰ کی عطا سے روح کا علم نبی اکرم ﷺ کے لئے ثابت کیا ہے۔

---

[1] احمد بن حنبل، امام: مسند امام احمد (بیروت) ۲۳۵/۵

[2] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری (مجتبائی، دہلی) ۱۸۰/۱

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

تیسرا مسئلہ:

مسئلہ روح کو چھوٹے درجے کے فلاسفہ اور متکلمین بھی جانتے ہیں، اگر رسول اللہ ﷺ فرمائیں کہ ہمیں مسئلہ روح کا علم نہیں ہے تو یہ آپ کے مرتبے کی کمی اور لوگوں کو آپ سے دور کرنے کا باعث ہوگا، کیونکہ ایسے مسئلے کا علم نہ ہونا تو عام انسان کی حقارت کا سبب ہے، تو سب سے بڑے فضیلت والے اور عالم رسول کے لئے تنقیصِ شان کا موجب کیوں نہ ہوگا۔

چوتھا مسئلہ:

اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں فرمایا: " اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ " رحمان نے قرآن کا علم سکھایا) اور فرمایا: " وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا " (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان اشیاء کا علم عطا فرمایا جن کو آپ نہیں جانتے تھے، اور اللہ کا آپ پر عظیم فضل ہے) یہ بھی فرمایا: " وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا " (اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما) اور قرآن کریم کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: " وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ " (اور ہر خشک و تر کا علم کتاب مبین میں ہے) جس ذات اقدس کا یہ حال ہو اور یہ صفت ہو، ان کے شایانِ شان یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ فرمادیں: کہ ہم اس مسئلے کو نہیں جانتے[1]!

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

روح جو بدن کی اصل ہے، جس کے فساد سے پورا بدن فاسد ہو جاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے---عقل کے ساتھ اس کی کچھ

---

[1] محمد بن عمر رازی، امام: تفسیر کبیر (طبع مصر) ۲۱ر ۳۷

صفت بھی معلوم نہیں ہوتی، اس کا ادراک عقل سے بلند و بالا نور سے ہوتا ہے، جو عالم نبوت و ولایت میں جگمگاتا ہے، اس نور کی نسبت عقل کی طرف وہی ہے جو عقل کی وہم اور خیال کی طرف ہے۔[1]

علامہ بدرالدین محمود عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ کے محبوب اور تمام مخلوق کے سردار نبی اکرم ﷺ کا مقام اس سے کہیں بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرما کر آپ پر احسان فرمایا کہ آپ کو ان تمام اشیاء کا علم عطا فرمایا جو آپ کو معلوم نہ تھیں اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے (ترجمہ)------ اکثر علماء نے فرمایا کہ آیت مبارکہ میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ روح کو نہیں جانا جاسکتا، اور آیت اس پر بھی دلالت نہیں کرتی کہ نبی اکرم ﷺ روح کو نہیں جانتے تھے۔[2]

علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے: کہ نبی اکرم ﷺ اس حال میں رحلت فرما گئے کہ آپ کو روح کا علم نہیں تھا----- شاید حضرت عبداللہ کا خیال یہ تھا کہ روح کو جانا ہی نہیں جاسکتا، ورنہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ آپ کو ہر اُس چیز کا علم حاصل نہیں ہو گیا جس کا علم ممکن ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد ترمذی نے روایت کیا، امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے رات کو

---

[1] محمد بن غزالی، امام: احیاء العلوم، عربی (طبع، بیروت) ۱۱۵/۴
[2] محمود بن احمد عینی، امام: عمدۃ القاری (طبع، بیروت) ۲۰۱/۲

قیام کیا اور جتنی اللہ تعالیٰ کو منظور تھی نماز پڑھی، نماز ہی میں ہمیں اونگھ آ گئی، یہاں تک کہ ہم نے گرانی محسوس کی، اچانک دیکھا کہ ہم بہترین صورت میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہیں ------ ہم نے دیکھا کہ رب کریم نے اپنا دست رحمت ہمارے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ ہم نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی:

اور ہر شے ہمارے لئے منکشف ہو گئی اور ہم نے اسے پہچان لیا۔[1]

مسئلہ علم غیب اور ائمۂ دین

امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بعض علماء نے فرمایا: کہ نبی اور رسول میں ایک اعتبار سے فرق ہے، لیکن دونوں نبوت میں شریک ہیں جس کا معنی غیب پر مطلع ہونا ہے۔[2]

حضرت قاضی عیاض مزید فرماتے ہیں:

اسی سلسلے سے وہ غیبی اور آئندہ ہونے والی اشیاء ہیں جن پر نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی گئی، اس بارے میں احادیث اتنی کثیر ہیں کہ انہیں بحر بے کراں کہا جا سکتا ہے، نبی اکرم ﷺ کے قطعی طور پر معلوم معجزات میں سے وہ معجزہ ہے جس کی اطلاع ہم تک تواتر سے پہنچی ہے، احادیث کے کثیر راوی ہیں، اور ان کے معانی غیب کی اطلاع پر متفق ہیں۔[3]

امام غزالی نبوت کے خواص کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

چوتھا خاصہ یہ ہے کہ نبی کے لئے ایک صفت ہوتی ہے، جس کے ذریعے وہ بیداری یا خواب میں آئندہ ہونے والی غیبی چیزیں جان لیتے ہیں، اس صفت

---

[1] محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع تہران) ۱۵/۱۴۲

[2] عیاض بن موسیٰ، امام: الشفاء (طبع ملتان) ۱/۱۶۱

[3] عیاض بن موسیٰ، امام: الشفاء (طبع ملتان) ۱/۱۶۱

کے ذریعے وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں، لہذا وہ اس میں غیبی امور کو دیکھ لیتے ہیں۔[1]

مزید یہ بھی فرماتے ہیں:

جب باطن صاف ہوتا ہے تو دل کی آنکھ میں آئندہ ہونے والے امور دکھائی دیتے ہیں، جیسے رسول اللہ ﷺ کے لئے خواب میں مکہ معظمہ میں داخل ہونا منکشف ہوا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

''لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ'' (تحقیق اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا)۔[2]

امام علامہ محی السنۃ ابو محمد حسین الفراء بغوی فرماتے ہیں:

ابن کیسان فرماتے ہیں'' خَلَقَ الْاِنْسَانَ ''یعنی محمد مصطفےٰ ﷺ کو پیدا فرمایا'' عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ''انہیں جو کچھ ہو چکا اور جو ہونے والا ہے، اس کا بیان سکھایا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ اولین و آخرین قیامت کے بارے میں بیان فرماتے تھے۔[3]

شارح بخاری علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا معاملہ آپ کے اصحاب (اگر چہ بظاہر صحابی ہوں، جیسے منافقین اور مؤلفۃ القلوب، ۱۲، زرقانی) کے درمیان مشہور و معروف تھا، کہ آپ کو غیبی امور کی اطلاع ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ ان میں سے بعض اپنے ساتھی کو کہتے تھے، خاموش ہو جا اللہ کی قسم! اگر انہیں کسی دوسرے نے خبر نہ دی

---

۱ احمد بن محمد غزالی، امام: احیاء العلوم (طبع، بیروت) ۱۹۴/۴

۲ ایضاً: ۵۰۴/۴

(الف) محمد حسین الفراء بغوی، امام: معالم التنزیل (مطبعۃ التقدیم العلمیۃ، طبع، مصر) ۲/۷

(ب) علی بن محمد معروف بہ خازن: لباب التاویل فی معانی التاویل، ۲/۷

۳ احمد بن قسطلانی، امام: مواہب لدنیہ مع زرقانی، ۲۲۹/۷

تو میدان کے پتھر انہیں بتا دیں گے۔[1]

علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

متواتر احادیث سے ثابت ہے اور ان کے معانی اس بات پر متفق ہیں، کہ نبی اکرم ﷺ کو غیب پر اطلاع ہوتی تھی، جیسے کہ قاضی عیاض نے فرمایا۔[2]

امام ابن الحاج فرماتے ہیں:

امت کا مشاہدہ کرنے اور ان کے احوال، نیتوں، عزائم اور خیالات پر آگاہ ہونے میں نبی اکرم ﷺ کی حیات اور وفات میں فرق نہیں ہے، یہ سب کچھ آپ کے سامنے ظاہر ہے اور اس میں کچھ خفا نہیں ہے۔[3]

قاضی بیضاوی اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی بے شمار قسمیں ہیں، تاہم وہ مترتب اجناس میں منحصر ہیں ----- چوتھی قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحی، الہام اور سچی خوابوں کے ذریعے بندوں کے دلوں پر سربستہ راز منکشف فرما دیتا ہے اور انہیں اصلی شکل میں اشیاء دکھا دیتا ہے، اور یہ قسم صرف انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو حاصل ہوتی ہے اور اس آیت میں یہی مراد ہے: "اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ" یہ وہ لوگ ہیں، جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے، تو آپ ان کی ہدایت کی پیروی کریں۔[4]

---

[1] محمد بن عبد الباقی زرقانی، علامہ: شرح مواہب لدنیہ، ۷/۲۲۸

[2] احمد بن قسطلانی، امام: مواہب لدنیہ مع زرقانی، ۷/۲۲۹

[3] (الف) ابن الحاج، امام: المدخل (طبع، بیروت) ۱/۲۵۲

(ب) احمد بن عسقلانی، امام: مواہب لدنیہ مع شرح، ۸/۳۳۹

[4] عبد اللہ بن عمر بیضاوی، علامہ: تفسیر بیضاوی (طبع، دیوبند) ص، ۱۰-۹

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

نبی کی ایک صفت ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ آیندہ ہونے والے غیبی امور کا ادراک کرتے ہیں اور لوح محفوظ کے مندرجات کا مطالعہ کرتے ہیں، جیسے کہ ایک صفت ہوتی ہے جس کے ذریعے ذکی آدمی کند ذہن سے ممتاز ہوتا ہے، پس یہ صفات کاملہ نبی کے لئے ثابت ہوتی ہیں۔[1]

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

جب مقدس روح منور ہو جاتی ہے اور عالم محسوسات کی تاریکی سے اعراض، دل کو طبیعت کے زنگ سے پاک کرنے، علم و عمل کی پابندی اور انوارِ الٰہیہ کے فیضان کے سبب اس کی نورانیت اور صفائی میں اضافہ ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ نور قوی ہو جاتا ہے اور دل کی فضا میں پھیل جاتا ہے تو لوح محفوظ میں مندرجہ نقوش کا عکس اس روح میں دکھائی دیتا ہے، اسے غیبی امور پر آگاہی حاصل ہوتی ہے اور وہ عالم سفلی (یعنی عناصر) میں تصرف کرتی ہے، بلکہ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی معرفت کا جلوہ عطا فرماتا ہے جو سب سے اعلیٰ عطیہ ہے، تو دوسری چیزوں کا کیا حال ہوگا؟[2]

حدیث شریف میں ہے: ''فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' اس کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

علامہ ابن حجر نے فرمایا: آپ نے آسمانوں میں پائی جانے والی بلکہ ان کے اوپر کی تمام مخلوقات کو جان لیا، جیسے کہ واقعۂ معرج سے معلوم ہوتا ہے، اسی طرح ساتوں زمینوں کی مخلوقات بلکہ ان کے نیچے کی کائنات کو بھی جان لیا،

---

[1] احمد بن علی عسقلانی، امام: فتح الباری (طبع مصر) ۲۱/۱۶

[2] علی بن سلطان محمد قاری، علامہ: مرقاۃ المفاتیح (طبع ملتان) ۶۲/۱

جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے بیل اور مچھلی کے بارے میں خبر دی جن پر تمام زمینیں ہیں۔[1]

علامہ بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ اس کی شرح میں محقق علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

لوح و قلم کا علم، نبی اکرم ﷺ کے علم کی سطروں میں سے ایک سطر اور آپ کے علوم کے سمندروں کی ایک نہر ہے۔[2]

حدیث شریف میں ہے: ''فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' اس کی شرح میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام کلی اور جزئی علوم حاصل ہو گئے اور نبی اکرم ﷺ نے ان کا احاطہ کر لیا۔[3]

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

قیامت کا معاملہ امور مذکورہ میں سب سے زیادہ پوشیدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جو قیامت کے قائم ہونے کے وقت کا علم عطا کیا ہے تو وہ انتہائی اجمالی ہے، اگر چہ آپ کا علم دوسرے انسانوں سے زیادہ کامل ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ہمیں اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی طرح (ساتھ ساتھ) بھیجا گیا ہے، یہ ارشاد قیامت کے وقت کے علم اجمالی سے زیادہ پر دلالت نہیں کرتا، میرا یہ گمان نہیں ہے کہ خواص ملائکہ کو قیامت کا علم نبی اکرم ﷺ سے زیادہ ہے، میرے گمان کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام حمیدی نے اپنی سند کے ساتھ امام شعبی سے ''نوادر'' میں بیان کیا ہے،

---

[1] علی بن سلطان محمد قاری، علامہ: مرقاۃ المفاتیح (طبع، ملتان) ۱/۲۱۰

[2] ایضاً: الزبدۃ العمدۃ (طبع، سندھ) ص ۱۱۷

[3] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق شاہ: اشعۃ اللمعات فارسی (طبع، سکھر) ۱/۳۳۳

امام شعبی نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے قیامت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اپنے پر جھاڑے اور فرمایا: جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، مطلب یہ ہے کہ دونوں اس علم میں برابر ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا کامل ترین علم اپنے لئے خاص کیا ہے، قیامت کی علامات کا بیان کرنا اس کے علم اجمالی کی نشاندہی کرتا ہے، جیسے کہ مخفی نہیں ہے اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو قیامت کے قائم ہونے کے وقت سے کامل طور پر آگاہ فرمادیا ہو، لیکن آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم جیسا نہیں ہے، تاہم اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ پر حکمت کے تحت لازم فرمایا کہ اسے مخفی رکھیں اور یہ نبی اکرم ﷺ کا خاصہ ہو، لیکن میرے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ بات وثوق سے کہہ سکوں۔[1]

قاضی شوکانی

پاک و ہند میں غیر مقلدین کے معتمد اور مستند قاضی شوکانی، اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا" کی تفسیر میں کہتے ہیں:

سوال: قرآن پاک کی اس دلیل سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں پر جس غیب کو چاہتا ہے ظاہر فرمادیتا ہے، تو کیا جس رسول پر اللہ تعالیٰ نے جو غیب چاہا ظاہر فرمادیا، جائز ہے کہ وہ اس غیب کی خبر اپنی امت کے بعض افراد کو دے دیں؟

جواب: ہاں! اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، اس سلسلے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی اتنی احادیث وارد ہیں جو سنت مطہرہ کے عالم سے مخفی نہیں ہیں (اس

---

[1] محمود آلوسی، سید علامہ: روح المعانی (طبع تہران) ۲۱، ۱۰۰

کے بعد متعدد احادیث بیان کیں جن میں نبی اکرم ﷺ نے امور غیبیہ کی خبر دی ہے (اس کے بعد کہتے ہیں) جب یہ ثابت ہوگیا تو اس امر میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو غیبی خبریں اپنے رسول مکرم ﷺ کو عطا فرمائیں، ان میں سے کچھ اس امت کے صالحین کو خصوصی طور پر عنایت کی جائیں، رسول اللہ ﷺ اپنے بعض امتیوں کو بتائیں اور وہ بعد والوں میں سے بعض کو بتادیں، لہذا اولیاء کرام کی کرامات اس قبیلے سے ہوں گی، یہ سب رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کا فیض ہوگا۔[1]

علماء دیوبند

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

ہم زبان سے کہتے ہیں اور دل سے عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام مخلوق سے زیادہ علم رکھتے ہیں، خواہ ان علوم کا تعلق ذات وصفات سے ہو یا تشریعات سے، عملی احکام ہوں یا نظری احکام، واقعی حقیقتیں اور مخفی اسرار ہوں، وہ علوم جن کے پردوں تک کسی مخلوق کی رسائی نہیں ہوئی، نہ کسی مقرب فرشتے کی اور نہ کسی نبی رسول کی، آپ کو اولین اور آخرین کا علم عطا کیا گیا اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل تھا، لیکن اس سے ہر زمانے میں نو پید اامور کی ہر جزئی کا علم لازم نہیں آتا۔[2]

چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

لیکن توجہ نہ ہونے کی بنا پر بعض نو پیدا اور حقیر جزئیات کا نبی اکرم ﷺ کی نگاہ سے اوجھل ہو جانا آپ کے سب سے بڑے عالم ہونے میں موجب نقص

---

[1] محمد بن علی شوکانی، قاضی: فتح القدیر (طبع، بیروت) ۳۱۲/۵

[2] خلیل احمد انبیٹھوی: المہند (طبع، دیوبند) ص ۲۵-۲۴

نہیں ہے، جب کہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ بلند مقام کے لائق علوم شریفہ کا تمام مخلوق سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔[1]

اس عبارت میں انہوں نے صاف تصریح کر دی کہ نبی اکرم ﷺ اگلی اور پچھلی تمام مخلوق سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں اور آپ کو حقائق واقعیہ اور اسرار غیبیہ کا بھی علم ہے، اور بعض نو پیدا معمولی واقعات کا جو علم نہیں ہے تو اس لئے کہ ان کی طرف آپ کی توجہ عالی نہیں ہے۔

اس کتاب ''المهند'' پر اکابر علماء دیوبند متفق ہیں اور اس پر ان کے بیس سے زیادہ عالموں مثلاً مولوی محمود حسن، مولوی اشرف علی تھانوی اور مفتی کفایت اللہ وغیرہ کے دستخط ہیں۔

ایک وہم کا ازالہ

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ رسولوں، خاص طور پر اپنے حبیب، سید المرسلین، خاتم النبیین ﷺ کو بہت سی غیبی اشیاء کا علم عطا فرمایا ہے، جیسے کہ آیات مبارکہ، احادیث طیبہ اور سلف صالحین کے ارشادات سے ثابت ہے، جب کہ بعض آیات میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے علم غیب کی نفی فرمائی ہے، چند آیات ملاحظہ ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ''[2]

اے حبیب آپ فرما دیجئے! آسمانوں اور زمین میں رہنے والے غیب کو نہیں جانتے مگر اللہ۔

''وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ''[3]

---

[1] خلیل احمد انبیٹھوی: المهند (طبع، دیوبند) ص ۳۶

[2] القرآن: ۶۵/۲۷ [3] القرآن: ۱۲۳/۱۱

اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کے غیب، اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔

''وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّاھُوَ''[1]

اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، انہیں وہی جانتا ہے۔

اس کے علاوہ متعدد آیات کریمہ ہیں۔

حدیث جبرائیل علیہ السلام میں ہے:

قیامت کے واقع ہونے کا علم، غیب کی ان پانچ چیزوں میں ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ'' بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم۔[2]

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

جو شخص گمان کرے کہ نبی اکرم ﷺ کل ہونے والی چیزوں کی خبر دیتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا افتراء کیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ'' آپ فرما دیجئے کہ آسمانوں اور زمین والے غیب نہیں جانتے، صرف اللہ جانتا ہے۔[3]

کسی مومن کی مجال نہیں کہ وہ قرآن پاک کی آیات نفی یا اثبات میں سے کسی کا انکار کر سکے، الحمدللہ! ہمارا تمام آیات پر ایمان ہے، یہ بھی طے ہے کہ ان آیات میں منافات نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام تناقض سے پاک ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِاللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا''[4]

---

[1] القرآن: ۶/ ۵۹

[2] مسلم بن حجاج القشیری، امام: صحیح مسلم (دہلی) ۱/ ۲۹

[3] ایضاً صحیح مسلم (دہلی) ۱/ ۹۸

[4] القرآن: ۴/ ۸۲

اور اگر قرآن اللہ کے غیر کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سے اختلاف پاتے،

اس آیت کریمہ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کویت کے نامور عالم دین سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

دیکھئے! ہمارے رب کریم نے ناقابل تردید انداز میں نفی فرمائی ہے:

"قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ" (اللہ کے سوا زمینوں اور آسمانوں کے رہنے والوں میں سے کوئی غیب نہیں جانتا، دوسری آیت میں اپنے پسندیدہ رسولوں کے لئے یہ علم ثابت کیا ہے جو شک و شبہ سے بالا ہے: اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ" (مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو) یہ سب حق ہے اور سب پر ہمارا ایمان ہے، جو ان میں سے کسی آیت کا انکار کرے وہ قرآن کریم کا منکر اور کافر ہے، تو جو شخص مطلقاً (مخلوق کے لیے علم غیب کی) نفی کرے اور کسی طرح بھی ثابت نہ کرے وہ آیات اثبات کا منکر ہے اور جو مطلقاً ثابت کرے اور کسی طرح بھی نفی نہ کرے وہ آیات نفی کا منکر ہے، مومن تمام آیات پر ایمان لاتا ہے اور راستے مختلف نہیں ہوتے۔[1]

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ہم نے آیت کریمہ کا جو مطلب بیان کیا ہے امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصریح کی ہے، وہ فرماتے ہیں، آیت شریفہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا غیب کو مستقل طور پر اور اس طرح کوئی نہیں جانتا کہ اس کا علم تمام معلومات کا احاطہ کرلے، رہے معجزات اور کرامات تو یہ انہیں اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے سے ہیں۔[2]

---

[1] سید یوسف سید ہاشم رفاعی: ادلۃ اھل السنۃ والجماعۃ (طبع، کویت) ص ۳۱-۳۰

[2] احمد بن حجر مکی، علامہ: فتاویٰ حدیثیہ (طبع، مصر) ص ۲۶۸

علامہ یہ بھی فرماتے ہیں:

ہمارا بیان (کہ نبی اکرم ﷺ کو رسولوں کی تعداد کا علم تھا) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: ''مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ'' کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ یہ خبر ہے ان رسولوں کی جن کا بیان اللہ تعالیٰ نے فرمایا (یعنی آپ کو تعداد کا علم تھا، اگرچہ ابھی صرف بعض کا بیان ہوا تھا) یا آیت مبارکہ نازل ہونے کے بعد تمام رسول کا بیان فرما دیا[1]

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

یہ بیان ان آیات کریمہ کے منافی نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا، اسی طرح یہ آیت: ''لَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَيۡرِ'' (اگر میں (از خود) غیب جانتا تو بکثرت خیر جمع کر لیتا) بھی منافی نہیں ہے، اس لئے کہ اس آیت میں بلاواسطہ علم کی نفی ہے، اللہ تعالیٰ کے آگاہ فرمانے سے نبی اکرم ﷺ کا غیب پر مطلع ہونا تو ثابت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''فَلَا يُظۡهِرُ عَلٰى غَيۡبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰى مِنۡ رَّسُوۡلٍ'' (اللہ تعالیٰ اپنے خاص غیب پر کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا، مگر اپنے پسندیدہ رسول کو)[2]

حضرت ابن عطاء اللہ سکندرانی ''لطائف المنن'' میں فرماتے ہیں:

بندہ اللہ تعالیٰ کے نور سے اس کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہوتا ہے اور کوئی بعید امر نہیں ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے: مومن کی فراست سے ڈرو، کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، اس حدیث قدسی کا یہی مطلب ہے کہ میں اس کی بینائی ہو جاتا ہوں، جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ

---

[1] احمد بن حجر مکی، علامہ: فتاوی حدیثیہ (طبع، مصر) ص ۱۵۳

[2] احمد شہاب الدین خفاجی، علامہ: نسیم الریاض (طبع، بیروت) ۱۵۰/۳

جس کی بینائی ہو جائے اس کا اللہ تعالیٰ کے کسی غیب پر مطلع ہو جانا کچھ بعید نہیں ہے۔

اسی طرح علامہ زرقانی نے "مواہب لدنیہ" کی شرح میں فرمایا ہے۔[1]

امام علامہ محمود بن اسرائیل مشہور بہ ابن قاضی سماونہ فرماتے ہیں:

آیات مبارکہ میں اس طرح تطبیق دی جا سکتی ہے کہ جس علم کی نفی کی گئی ہے وہ مستقل (از خود) علم ہے، وہ علم نہیں جو اللہ تعالیٰ بتا دے، یا نفی اس علم کی ہے جو یقینی ہو، علم ظنی کی نفی نہیں ہے، اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: "اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا" (فرشتوں نے عرض کیا کہ! کیا زمین میں تو اسے خلیفہ بنائے گا؟ جو زمین میں فساد کرے گا) کیونکہ فرشتوں نے غیب کی یہ خبر اپنے ظن یا اللہ تعالیٰ کے مطلع کر دینے کی بنا پر دی ہے، لہذا اگر کوئی شخص مستقل طور پر غیب کے علم کا دعویٰ کرے اور اسے خواب یا بیداری میں کشف کی ایک نوع کے ساتھ آگاہ نہ کیا گیا ہو تو اسے کافر قرار دیا جانا چاہیے، (ورنہ نہیں) کیونکہ اس کے دعوے اور آیت میں تضاد نہیں ہے، جیسے کہ اس سے پہلے تطبیق دی جا چکی ہے۔[2]

ان حوالوں سے واضح ہو گیا کہ جس علم کی مخلوق سے نفی کی گئی ہے، وہ علم ذاتی اور مستقل ہے جو واسطے اور اللہ تعالیٰ کے آگاہ فرمانے کے بغیر ہو، اور غیب کا جو علم ثابت کیا گیا ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کے آگاہ فرمانے اور اس کے فیض سے، اس کے بغیر نہیں ہے۔

علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض برگزیدہ بندوں کو ان پانچ میں سے کسی ایک پر آگاہ فرما دے اور اسے اس کا کسی قدر علم عطا فرما دے، ان کا علم جو اللہ

---

[1] احمد بن عبد الباقی زرقانی، علامہ: زرقانی علی المواہب، ۷/۲۹-۲۲۸

[2] محمود بن اسرائیل، علامہ: جامع الفصولین (طبع مصر) ۲/۲۲۰

اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے وہ ان میں سے ہر ایک کے تمام احوال اور مکمل تفصیل پر مشتمل ہو، جامع صغیر کی شرح کبیر، امام مناوی میں حضرت بریدہ کی اس حدیث: پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کی شرح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ایسا علم نہیں ہے جو ہر کلی اور جزئی کا مکمل احاطہ کرتا ہو، لہذا یہ امر اس حدیث کے مخالف نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خواص کو بعض غیبی اشیاء یہاں تک کہ ان پانچ میں سے بعض پر آگاہ فرما دیتا ہے، کیونکہ یہ گنتی کی جزئیات ہیں، معتزلہ جو اس کا انکار کرتے ہیں تو وہ ان کی سینہ زوری ہے (انتھی)

ہمارے بیان سے احادیث مبارکہ کے درمیان تطبیق واضح ہو جاتی ہے جن میں سے بعض احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کیا ہے اور بعض حدیثیں اس کے خلاف ہونے پر دلالت کرتی ہیں مثلاً نبی اکرم ﷺ کی بعض وہ حدیثیں جن میں امور غیبیہ کے بارے میں خبر دی گئی ہے، اسی قبیلے سے ہیں، "شفاء شریف اور مواہب لدنیہ" میں اس قسم کی احادیث دیکھی جا سکتی ہیں۔[1]

علم الٰہی اور علم مخلوق برابر نہیں

اس سے پہلے کی گفتگو سے آپ کو کسی قدر نبی اکرم ﷺ کے علم شریف کی وسعت کا اندازہ ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولین اور آخرین کا علم عطا فرمایا، یہاں تک کہ آپ نے ایک مجلس میں مخلوق کی ابتدا سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کی خبر دی، اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ بلکہ تمام مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر نہیں ہے، بلکہ یہ برابری ممکن ہی نہیں ہے۔

---

[1] محمود آلوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع تہران) ۲۱/۱۰۰

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، قندھاری، بریلوی فرماتے ہیں:

ہماری گفتگو سے ظاہر و باہر ہو گیا کہ تمام مخلوق کے علم کا ہمارے اور پوری کائنات کے رب کے علم کے برابر ہونے کا شبہہ بھی مسلمانوں کے دل میں نہیں گزرتا، کیا بصیرت سے محروم لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا۔؟

۱- اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور مخلوق کا علم عطائی (اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا) ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ کے علم کا ثبوت اس کی ذات کے لئے واجب اور مخلوق کا علم ممکن ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ کا علم سرمدی (ازلی و ابدی) قدیم اور حقیقی ہے اور مخلوق کا علم حادث ہے، کیونکہ تمام مخلوق حادث ہے اور صفت موصوف سے پہلے نہیں ہو سکتی۔

۴- اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق نہیں، جب کہ مخلوق کا علم مخلوق ہے۔

۵- اللہ تعالیٰ کا علم تحت القدرۃ نہیں (یعنی ایسا نہیں کہ چاہے تو جانے اور چاہے تو جاہل رہے ---معاذ اللہ!) اور مخلوق کا علم مقدور اور مقہور ہے۔

۶- اللہ تعالیٰ کے علم کا باقی رہنا واجب اور مخلوق کے علم کا فنا ہونا جائز ہے۔

۷- اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر ممکن نہیں، اور مخلوق کے علم میں تغیر ممکن۔[۱]

مساوات کا وہم اس شخص کو ہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کو نہ جانتا ہو، حقیقت یہ ہے کہ تمام مخلوق کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم سے وہ بھی نہیں ہے جو ایک قطرے کو ساتوں سمندروں سے ہے، اگر یہ بات کہی بھی جائے تو محض سمجھانے کے لئے ہو گی، کیونکہ قطرہ اور سمندر دونوں متناہی ہیں، ان کی باہمی نسبت، متناہی کی متناہی سے نسبت ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے علم میں یہ نسبت نہیں ہے، کیونکہ مخلوق کا علم متناہی اور اللہ تعالیٰ علم غیر متناہی ہے، ان کے درمیان وہ نسبت ہے جو متناہی کو غیر متناہی سے ہے۔

---

[۱] احمد رضا بریلوی، امام: الدولۃ المکیۃ (المکتبۃ، کراچی) ص ۲۱۲

حاکم نیشاپوری حافظ ابو عبد اللہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے ملے تو ایک پرندہ آیا، اس نے اپنی چونچ پانی میں ڈالی، حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: غور فرمائیے! یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا: کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت خضر نے فرمایا: یہ پرندہ یہ کہہ رہا ہے:

آپ کا اور موسیٰ علیہ السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے اس پانی کی طرح جو میں نے چونچ میں لیا ہے۔

امام حاکم فرماتے ہیں: یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے، لیکن اسے انہوں نے روایت نہیں کیا۔[1]

علامہ خفاجی، علامہ طیبی (شارح مشکوٰۃ) سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی معلومات کی کوئی انتہا نہیں ہے، آسمانوں اور زمین کے غیب اور جو کچھ فرشتے ظاہر کرتے ہیں اور جو کچھ چھپاتے ہیں، سب اللہ تعالیٰ کے علم کا ایک قطرہ ہے۔[2]

علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی نے بھی یہی تصریح فرمائی ہے۔[3]

علامہ سیالکوٹی فرماتے ہیں:

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ قندیلیں پیدا فرمائیں اور انہیں عرش مجید پر لٹکا دیا، زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے یہاں تک کہ جنت اور دوزخ تمام ایک قندیل میں ہیں، باقی قندیلوں میں کیا ہے؟ یہ صرف اللہ تعالیٰ

---

[1] حاکم نیشاپوری، حافظ: المستدرک (طبع، بیروت) ۳۶۹/۲

[2] احمد شہاب الدین خفاجی، علامہ: عنایۃ القاضی (طبع، بیروت) ۱۲۹/۲

[3] عبد الحکیم سیالکوٹی، علامہ: حاشیہ تفسیر بیضاوی (کوئٹہ) ص ۳۰۱

ہی جانتا ہے حضرت کعب احبار نے فرمایا: تمام جہانوں کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ''وَمَایَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّاھُوَ '' (آپ کے رب کے لشکروں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے)۔[1]

خلاصۂ کلام

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور حبیب ﷺ کو '' مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ '' کا علم تدریجاً عطا فرمایا، جب قرآن پاک مکمل طور پر نازل ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ کو مخلوق کی ابتدا سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنے اپنے ٹھکانوں میں جانے تک، جو کچھ ہو چکا اور جو ہوگا سب کا علم بعطائے الٰہی حاصل ہو گیا، جیسے کہ اس سے پہلے آیات کریمہ، احادیث مبارکہ اور ائمہ دین کے ارشادات سے معلوم ہو گیا، منکرین پر لازم ہے کہ وہ دلیل قطعی سے ثابت کریں کہ پورے قرآن کریم کے نازل ہو جانے کے بعد بھی نبی اکرم ﷺ کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا --- دیدہ باید ---- یہی بہت سے فقہاء، محدثین اور مفسرین اہل سنت کا عقیدہ ہے اور صوفیہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے، اور یہی دور آخر کے اہل سنت، فضیلۃ الشیخ امام احمد رضا بریلوی، قندھاری، بریلوی کا عقیدہ ہے۔

اولیاء کرام اور علم غیب

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ جو شخص یہ کہے کہ مومن غیب جانتا ہے، کیا اسے کافر کہا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے حبیب! فرما دیجئے! اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین والے غیب نہیں جانتے، تو انہوں نے جواب دیا کہ اسے مطلقاً کافر نہیں کہا جائے گا، کیونکہ اس کے کلام میں مختلف احتمالات ہیں- ان کی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

---

[1] عبد الحکیم سیالکوٹی، علامہ: حاشیہ تفسیر بیضاوی (کوئٹہ) ص ۵۹

جب اس شخص سے تفصیل پوچھی جائے اور وہ کہے کہ میں نے جو کہا ہے کہ مومن غیب جانتا ہے، تو اس سے میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اولیاء کو بعض غیبی چیزوں کا علم عطا فرما دیتا ہے تو اس کی یہ بات قبول کی جائے گی، کیونکہ یہ عقلاً جائز ہے اور نقلاً ثابت ہے، اس لئے کہ یہ ہر دور میں واقع ہونے والی بے شمار کرامات میں سے ایک کرامت ہے، بعض اولیاء غیب کو خطاب سے جانتے ہیں، بعض کی نگاہوں سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے، بعض پر لوح محفوظ منکشف کر دی جاتی ہے[1] یہاں تک کہ وہ غیبی خبر کو دیکھ لیتے ہیں۔

اس سلسلے میں حضرت خضر کے بارے میں قرآن پاک کا بیان کافی ہے، اس صورت میں کہ انہیں ولی مانا جائے، جیسے کہ جمہور علماء اور تمام عارفین سے منقول ہے، اگرچہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ نبی ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کے بارے میں خبر دی کہ ان کے پیٹ میں لڑکا ہے[2] اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان پر حضرت ساریہ اور ان کا لشکر منکشف کر دیا گیا جو عجم میں تھا، چنانچہ آپ نے مدینہ منورہ کے منبر پر جمعہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ساریہ! پہاڑ کی طرف سے ہوشیار رہو، انہیں چھپے ہوئے دشمن سے خبردار کیا جو مسلمانوں کو برباد کرنا چاہتا تھا، صحیح حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا: وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں الہام کیا جاتا ہے۔

---

[1] حضرت مولانا رومی فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیش اولیا
آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا

[2] موطا امام محمد کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ انہوں نے بیٹی کی خبر دی تھی ۱۲- شرف قادری

رسالہ قشیریہ، امام سہروردی کی کتاب ''عوارف المعاف'' اور دیگر اہل علم کی کتابوں میں بے شمار واقعات ملتے ہیں کہ اولیاء کرام نے غیبی امور کی خبر دی، مثلاً بعض نے کہا کہ میں کل ظہر کے وقت وفات پا جاؤں گا اور اسی طرح ہوا، اور جب انہیں لحد میں اتارا گیا تو انہوں نے اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں، دفن کرنے والے نے کہا کیا موت کے بعد زندگی ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر محب زندہ ہے۔[1]

قاضی شوکانی کا حوالہ اس سے پہلے گزر چکا ہے، ایک دفعہ پھر ملاحظہ فرمائیں:

جب یہ ثابت ہو گیا تو اس امر سے کوئی مانع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے بعض اولیاء کو غیب کی کچھ خبروں کے ساتھ مخصوص فرمائے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ پر ظاہر فرمائیں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے بعض افراد پر ظاہر فرمائیں اور انہوں نے بعد والوں پر منکشف فرمائیں، اولیاء کرام کی کرامات اسی قبیلے سے ہیں اور سب اللہ تعالیٰ کا فیض ہے نبی اکرم ﷺ کے وسیلے سے۔[2]

بلکہ آج بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کے واسطے سے اولیاء کاملین کو متفرق علوم عطا فرما دے اور اس میں کوئی شرعی یا عقلی استحالہ نہیں۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں، وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو عالم غیب کے احوال کا زیادہ علم ہوتا ہے اس میں کمزوری کم ہوتی ہے اور اس کا دل قوی ہوتا ہے، اسی لئے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے

---

[1] احمد بن حجر مکی، علامہ: فتاویٰ حدیثیہ (طبع مصر) ص ۲۶۷

[2] محمد بن علی شوکانی، قاضی: فتح القدیر (طبع بیروت) ۵/۳۱۲

خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں بلکہ ربانی وقت سے اکھاڑا تھا، یہ اس لئے تھا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ کی نظر اس وقت عالم اجسام سے ہٹ گئی تھی اور فرشتے عالم کبریا کے انوار سے جگمگا اٹھے تھے، تو ان کی روح قوی ہو گئی، ملکوتی ارواح کے جواہر سے مشابہ ہو گئی اور اس میں عالم قدس وعظمت کے انوار روشن ہو گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں ایسے امور کی قدرت حاصل ہو گئی جو دوسروں کو حاصل نہ تھی۔

اسی طرح جب وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعتوں پر پابندی کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اس کا سمع اور بصر ہو جاتا ہوں ، تو جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کے لئے سمع بن جاتا ہے تو وہ قریب وبعید کو سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی بینائی بن جاتا ہے تو وہ قریب وبعید کو دیکھتا ہے، اور جب وہ نور اس کا ہاتھ بن جاتا ہے تو وہ مشکل اور آسان پر تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔[1]

علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِیۡنَ'' (بے شک اس میں نشانیاں ہیں، فراست والوں کے لئے) اس حدیث کو امام ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اس جگہ اس طرف توجہ دلانا مناسب ہے کہ فراست کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم ایمانی فراست ہے، اور اس کا سبب وہ نور ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ بندے

---

[1] محمد بن عمر رازی، امام: تفسیر کبیر (طبع مصر) ۹۱/۳۱

کے دل میں ڈال دیتا ہے، اس فراست کی حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ خیال ہوتا ہے جو دل پر اس تیزی سے وارد ہوتا ہے جیسے شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے، اسی مناسبت سے اسے فراست کہا جاتا ہے، یہ فراست قوت ایمان کی مناسبت سے ہوتی ہے، جس شخص کا ایمان جتنا قوی ہوگا اس کی فراست اتنی ہی قوی ہوگی۔

ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فراست نفس کا مشاہدہ اور غیب کا مطالعہ ہے، اور یہ ایمان کے مراتب میں سے ہے۔[1]

پاک و ہند کے شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

اگر نفس کی ملکوتی قوت غالب ہو اور حیوانی قوت اتنی مغلوب ہو جائے کہ گویا ختم ہوگئی ہے تو اس کا قلب روح بن جاتا ہے اور وہ مجاہدہ سے رہا ہو جاتا ہے، اب بسط ہی ہوگا، قبض کا نشان بھی نہ ہوگا، الفت ہی ہوگی اضطراب کا نام بھی نہ ہوگا، وجد ہوگا لیکن بغیر کسی حرکت کے، اور اس کی عقل سراپا کمال بن جاتی ہے اور معمول کے راستوں سے ہٹ کر فراست، کشف اور ہاتف غیبی کے ذریعے سے بلند و بالا غیبی علوم حاصل کرتی ہے (ترجمہ فارسی عبارت)۔[2]

شاہ صاحب کا ایک دوسرا ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

نقشبندیوں کے عجیب تصرفات ہیں، مثلاً وہ کسی مقصد پر توجہ مرکوز کر دیتے ہیں تو وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے، طالب کے دل پر اثر انداز ہوتے ہیں، بیمار کی بیماری دور کر دیتے ہیں، گنہگار کو توبہ پر آمادہ کر دیتے ہیں، اور لوگوں کے دلوں میں تصرف کرتے ہیں یہاں تک کہ ان میں عظیم واقعات نقش ہو جاتے ہیں، نقشبندی بزرگ زندوں اور اصحاب مزارات کی روحانی نسبتوں پر آگاہ ہوتے ہیں، لوگوں کے خیالات اور دلوں میں کھٹکنے والی باتوں پر مطلع ہو جاتے ہیں،

---

[1] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: شرح فقہ اکبر (طبع مصر) ص ۸۰

[2] ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: ہمعات (حیدرآباد، سندھ) ص ۱۰۹

آیندہ ہونے والے واقعات جان لیتے ہیں، اور نازل ہونے والی بلا ٹال دیتے ہیں وغیر ذلک ہم ان میں سے چند باتیں بطور نمونہ بیان کریں گے۔[1]

اس سب سے بھی عجیب گفتگو وہ ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفہیمات میں فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

میں آج خاموشی کے باوجود ببانگ دہل اور مختصر طور پر کہتا ہوں کہ میں ایک تجلی کے بعد دوسری تجلی، ایک راز کے بعد دوسرا راز، اور ایک میدان کے بعد دوسرا میدان طے کرتے ہوئے تمام تجلیات کے اصل اور مرکز اسم رحمٰن تک پہنچ گیا، تو اس کے ذریعے میں بلند مقام تک پہنچ گیا، جب یہ اسم مبارک میرے قلب و روح میں اتر گیا تو میں نے دیکھا کہ ہر علم اور ہر کمال جو پہلے انسان کو حاصل ہوا، میری مراد یہ آدم نہیں، بلکہ پہلے آدم سے لے کر زمانے کے ختم ہونے اور آسمانوں کے پھٹ جانے تک پائے جانے والے آخری انسان تک جو علم اور کمال بھی حاصل ہوا، خواہ اس دار میں ہو یا قبر یا حساب یا جنت میں ہو، میں نے ان تمام علوم اور کمالات کا اس طرح احاطہ کرلیا کہ ان کے درمیان کوئی تصادم نہیں----- میں نے تمام آسمانوں، کانوں، درختوں، چارپایوں، فرشتوں، جنوں، لوح و قلم، حضرت اسرافیل اور وجود میں داخل ہونے والی ہر چیز کے کمالات کا مکمل اور جامع احاطہ کرلیا۔

----- جو شخص میرا تجزیہ کرے وہ میرے لئے کمال نہیں پائے گا، بلکہ میں سراپا کمال ہوں، اور مجھ میں کمال ہے، بلکہ میرا ہاتھ، پاؤں، چہرہ اور سینہ کمال ہے، میں اپنے کمال کے اعتبار سے قبر میں داخل ہوا اور مجھے امید ہے کہ ہر کمال مجھ میں داخل ہو جائے، شاید کہ میرا وجود قیامت ہے جو کمال کے لئے قائم ہوا، میرے پاس کچھ ایسے راز ہیں جنہیں میں بیان نہیں کرسکتا۔

---

[1] ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: القول الجمیل (طبع، کراچی) ص ۳-۱۰۲

شعر

میرے پاس ایسے علوم ہیں جن کا احاطہ نہ آسمان کر سکتا ہے اور نہ بحر و بر اور نہ ہی ساحل کر سکتا ہے۔

لیکن میں نے معاصرین کو اس حال میں پایا ہے کہ ان کے نزدیک عالم اور جاہل برابر ہیں۔[1]

کہاں ہیں؟ اولیاء کرام کے علوم (اور قصیدہ غوثیہ) بلکہ انبیاء کرام کے علوم کی وسعت بیان کرنے، چیں بہ چیں ہونے والے؟ وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پر کیا حکم کریں گے؟ انہوں نے تو اپنے لئے تمام اشیاء کے محیط علم کا دعویٰ کیا ہے، اگر وہ اس دعوے کے باوجود آپ کے نزدیک موحد اور مومن ہیں، تو امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک علماء بلکہ تمام علماء اسلام پر کیوں شرک کا حکم لگایا جاتا ہے؟ جو اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبی اکرم ﷺ کے لئے "مَاكَانَ وَمَايَكُوْنُ" کا علم ثابت کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وہ شخصیت ہیں، جن کی جلالت علمی اور فضیلت کا اعتراف علماء اہل سنت، دیوبندی مکتب فکر اور غیر مقلدین کے علماء بھی کرتے ہیں۔

شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی انہیں ان القاب سے یاد کرتے ہیں:

قبلۂ ارباب تحقیق، کعبۂ اصحابِ تدقیق یعنی حضرت شیخ ولی اللہ۔[2]

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

قدوۃ الاولیاء وزبدۃ الارباب الصفا یعنی شیخ ولی اللہ۔[3]

سراج الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

اولیاء کرام کو موجودات واقعیہ کی اطلاع حاصل ہے، خواہ لوح محفوظ کے

---

[1] ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: تفہیمات (حیدر آباد، سندھ) ۲/۹۰-۸۹

[2] محمد اسمٰعیل دہلوی: صراط مستقیم فارسی (لاہور) ص ۱۱

[3] ایضاً: صراط مستقیم فارسی (لاہور) ص ۱۴

نقوش کے مطالعہ سے ہو یا اس کے بغیر، اور لوح محفوظ کے نقوش کا مطالعہ بعض اولیاء کرام سے بتواتر منقول ہے (ملخصاً)۔[1]

شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی جو پاک و ہند میں علماء دیوبند اور غیر مقلدین کے نزدیک مسلم امام ہیں، لکھتے ہیں:

اسی طرح اولیاء کرام کے دل جب غفلت اور ماسوی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کے زنگ سے پاک ہو جاتے ہیں تو وہ حظیرۃ القدس (لوح محفوظ) کے لئے آئینوں کا حکم رکھتے ہیں، مثلاً جب حظیرۃ القدس میں کوئی چیز مقدر ہوتی ہے تو اکثر صالحین اسے واقع ہونے سے پہلے خواب یا بیداری میں دیکھ لیتے ہیں۔[2]

انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

یاد رہے کہ اولیاء کرام دنیا میں موجود ہونے سے پہلے جو اشیاء کو دیکھ لیتے ہیں تو ان کا بھی ایک قسم کا وجود ہوتا ہے، جیسے کہ حضرت بایزید بسطامی ایک مدرسہ کے پاس سے گزرے اور ہوا چلی تو انہوں نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کی خوشبو آرہی ہے، تو وہاں سے شیخ ابوالحسن خرقانی پیدا ہوئے اور جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہمیں یمن سے رحمٰن کی خوشبو آرہی ہے، تو یمن سے حضرت اویس قرنی پیدا ہوئے۔[3]

قارئین کرام! آیات کریمہ، احادیث مبارکہ، اہل سنت، دیوبندی اور غیر مقلد علماء کے اقوال کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ یقیناً اس نتیجے پر پہنچ چکے ہوں گے کہ مسئلہ علم غیب میں امام احمد رضا قادری بریلوی کوئی الگ تھلگ رائے نہیں رکھتے، بلکہ وہ قرآن

---

[1] عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: تفسیر فتح القدیر، پ ۲۹ (دہلی) ص ۲۶

[2] محمد اسمٰعیل دہلوی: صراط مستقیم فارسی، ص ۳۷

[3] محمد انور شاہ کشمیری: فیض الباری (طبع، قاہرہ) ۱۸۲/۱

وحدیث، جلیل القدر علماء صوفیہ، فقہاء، محدثین اور مفسرین کے ارشادات کی روشنی میں صحیح اور ٹھوس موقف رکھتے ہیں، لہذا یہ کہنا کہ وہ اس مسئلے میں ایک الگ عقیدہ رکھتے تھے، یہ کسی طرح بھی قرین انصاف نہیں ہے۔

الحمدللہ تعالٰی فقیر کے تحریر کردہ رسالہ "مدینۃ العلم" کا ترجمہ آج بروز بدھ ۲۱/شعبان المعظم ۳۰/نومبر ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء کو مکمل ہوا۔ فالحمدللہ تعالٰی علی ذٰلك وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارك وسلم۔



باب نمبر6



پیکرِ نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم


Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نورانیت وبشریت کا پیکر حسین صلی اللہ علیہ وسلم

عام طور پر یہ مغالطہ دیا جاتا ہے کہ نورانیت اور بشریت میں منافات ہے، دونوں کا ایک جگہ اجتماع نہیں ہوسکتا، حالانکہ اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا'' (۱۷/۱۹)

تو اس (مریم) کی طرف ہم نے اپنا روحانی (جبریل امین) بھیجا، وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

ظاہر ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نوری مخلوق ہیں، جب حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے بشری صورت میں جلوہ گر ہوئے، تو اس وقت بھی وہ حقیقت کے لحاظ سے نوری ہی تھے، لیکن ان کا ظہور بشری لباس میں ہوا، اگر نور و بشر میں تضاد ہوتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کبھی بشری صورت میں تشریف نہ لاتے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کے اعتبار سے نور اور صورت کے اعتبار سے بے مثل بشر ہیں۔ علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں: ایک جہتِ ملکیت جس کی بناء پر آپ فیض حاصل کرتے ہیں اور دوسری جہتِ بشریت جس کی بناء پر فیض دیتے ہیں، اس لیے قرآن کریم آپ کی رُوح پر نازل کیا گیا، کیونکہ آپ کی روح ملکی صفات کے ساتھ متصف ہے جن کی بناء پر آپ رُوح الامین سے استفادہ کرتے ہیں۔[1]

---

[1] محمود الوسی، سید علامہ: روح المعانی (طبع، بیروت) ۱۹/۱۲۱

غزنوی خاندان کے مشہور غیر مقلد عالم پروفیسر ابوبکر غزنوی نے بڑی فیصلہ کن بات کی ہے، مولانا محمد انور جیلانی کے رسالۂ بشریت ورسالت پر تقریظ میں لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر تھے اور نور نہ تھے، اور بعض نے کہا کہ وہ نور تھے بشر نہ تھے، یہ دونوں باتیں افراط وتفریط کی ہیں، قرآن مجید کہتا ہے کہ وہ بشر بھی تھے اور نور بھی تھے، (اس کے بعد نورانیت اور بشریت سے متعلق دونوں آیتیں نقل کی ہیں) اور صحیح مسلک یہی ہے کہ وہ بشر ہوتے ہوئے از فرق تا بقدم نور کا سراپا تھے۔[1]

(تحریر ۱۴ ردسمبر ۱۹۷۱ء)

لیجئے اب تو اختلاف ختم ہوجانا چاہیئے، اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ بے مثل بشر بھی ہیں اور نور بھی۔

سرکار دو عالم ﷺ کی بشریت کا مطلقاً انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے ——امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے، وہ کافر ہے: قَالَ تَعَالٰی ''قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا''[2]

احسان الٰہی ظہیر کا کہنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کے زمانوں کے کفار، نبوت اور بشریت میں منافاۃ کا عقیدہ رکھتے تھے اور انبیاء کرام کی نبوت کا اس لئے انکار کرتے تھے کہ وہ بشر ہیں اور بشر رسول نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد بریلویوں پر طعن وتشنیع کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یہ لوگ چونکہ اسلامی معاشرے اور مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے ہیں، اس لئے انبیاء کی نبوت کا تو انکار نہیں کر سکے، لیکن ان کا عقیدہ بعینہ وہی

---

[1] ابوبکر غزنوی، پروفیسر: تقریظ رسالہ بشریت ورسالت (۱۹۸۷ء) ص ۱۷

[2] احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت امام: فتاویٰ رضویہ (مبارکپور، انڈیا) ۶/۶۷

ہے کہ نبوت اور بشریت میں منافاۃ ہے، اس لیے انہوں نے انبیاء اور رسل کی بشریت کا انکار کردیا ہے۔[1]

بلاشبہ یہ مجرمانہ خیانت ہے، قارئین کرام ابھی امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی تصریح ملاحظہ کر چکے ہیں کہ "جو مطلقاً حضور کی بشریت کا انکار کرے، وہ کافر ہے" اس کے باوجود اس غلط بیانی کا کیا جواز ہے؟

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بشر ضرور ہیں، لیکن افضل البشر اور سید الخلق ہیں، امام الانبیاء اور مقتدائے رسل ہیں اور مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نور ہیں ---- ظہیر صاحب نے محض یہ ثابت کرنے کے لیے متعدد آیتیں نقل کی ہیں کہ کافروں نے انبیاء کرام کی نبوت کا انکار محض اس لیے کیا کہ وہ بشر ہیں، حالانکہ اگر مطلب ثابت ہو جائے، تو اس کے لیے ایک ہی آیت کافی ہے، اور مطلب ثابت نہ ہو تو پانچ سو آیتیں پیش کرنا بھی بے فائدہ ہے ---- یہی صورت ظہیر صاحب کو پیش آئی ہے ----- ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور عاد وثمود کا یہ قول بیان فرمایا ہے:

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا[2]

تم نہیں مگر ہم جیسے بشر

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کافروں نے رسولانِ کرام علیہم السلام کی رسالت کا انکار صرف اس بناء پر نہیں کیا تھا کہ وہ بشر ہیں جیسے کہ ظہیر صاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں، بلکہ اس لئے انکار کیا کرتے تھے کہ وہ ہم جیسے بشر ہیں، کفار اگر سمجھ لیتے کہ ظاہری طور پر ہم جیسے بشر دکھائی دینے والے حضرات درحقیقت ہم سے کہیں بلند و بالا ہیں، تو وہ راہِ کفر اختیار نہ کرتے، بلکہ ایمان لے آتے، یہی وہ نکتہ ہے، جسے اہلِ سنت و جماعت

---

[1] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ (عربی) ص ۱۰۲-۱۰۱

[2] القرآن: ۱۰/۱۴

کے مخالفین نہیں سمجھ پاتے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

جیسے کہ کفار نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو دوسرے انسانوں کے رنگ میں جان کر، نبوت کے کمالات کا انکار کیا ہے۔[1]

غیر مقلدین اور علماء دیوبند کے مسلم پیشوا شاہ اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء، انبیاء، امام و امام زادہ، پیر، شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو اُن کی فرماں برداری کا حکم کیا ہے، ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔[2]

کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہم جیسے بشر ہیں؟ اور کیا یہ اس بات کے قریب نہیں ہے، جو کفار اپنے زمانے کے رسولوں کو کہتے رہے ہیں؟

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو! اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو، ان میں بھی اختصار کرو۔[3]

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ دہلوی صاحب کو اتنا بھی گوارا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کسی محبوب کی اتنی تعریف بھی کی جائے، جو بشر ہی کے شایانِ شان ہو، بلکہ اس میں بھی اختصار کا مشورہ دیتے ہیں۔

محبوبانِ بارگاہِ الٰہی کے بارے میں اسی خطرناک ذہنیت کے مسموم اثرات زائل کرنے کے لیے علماء اہل سنت نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقربانِ بارگاہ کی شان

---

[1] احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات فارسی (دفتر اول حصہ دوم) ص ۱۱۴

[2] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان (مطبع فاروقی، دہلی) ص ۶۰

[3] ایضاً: """ ص ۶۳

میں وہ گلہائے عقیدت پیش کیے کہ ایمان والوں کے ایمان تازہ ہو گئے۔

قرآن پاک میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر اور نور ہونے کی تصریح ہے، کسی مسلمان کے لئے نہ تو آپ کی بشریت کے انکار کی گنجائش ہے، اور نہ ہی نور ہونے کی نفی کی مجال ہے، حیرت ان لوگوں پر ہے جو توحید ورسالت کی گواہی دینے کے باوجود سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کا انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمانِ اقدس ہے:

''قَدۡجَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ '' (۱۵/۵)

تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نُور آیا اور کتاب مبین۔

اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ملتے ہیں:

اول: نور سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا نور ہے، اور کتاب سے مراد قرآن پاک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ''نُورٌ'' کی تفسیر ''رَسُولٌ'' سے کرنے کے بعد فرمایا: یعنی '' مُحَمَّدًا '' ۔[1] (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم)

امام رازی علیہ الرحمہ نے نور کی تفسیر میں متعدد اقوال بیان کیے، پہلا قول یہ ہے کہ نور سے مراد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔[2]

امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَعۡنِیۡ بِالنُّوۡرِ مُحَمَّدًا (صلی اللہ علیہ وسلم) نور سے مراد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔[3]

تفسیر جلالین میں ہے:

اس نور سے مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔[4]

---

[1] محمد بن یعقوب فیروز آبادی: تنویر المقیاس (مصطفےٰ البابی، مصر) ص ۷۲

[2] محمد بن عمر بن حسین رازی، امام: تفسیر کبیر (المطبعۃ البہیۃ، مصر) ۱۱/۱۸۹

[3] محمد بن جریر طبری، امام ابوجعفر: جامع البیان فی تفسیر القرآن (مطبعہ میمنیہ، مصر) ۶/۹۲

[4] عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام: تفسیر جلالین، اصح المطابع، دہلی، ص ۹۷

جلالین کے حاشیہ تفسیر صاوی میں ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ کا نام اس لئے نور رکھا گیا کہ آپ بصیرتوں کو منور فرماتے ہیں اور انہیں راہ راست کی ہدایت دیتے ہیں- دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ہر حسی اور معنوی نور کی اصل ہیں-[1]

تفسیر خازن میں ہے:

نور سے مراد حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں- اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام اس لئے نور رکھا کہ آپ کے ذریعے ہدایت پائی جاتی ہے، جیسے روشنی کے ذریعے اندھیروں میں ہدایت پائی جاتی ہے-[2]

تفسیر مدارک میں ہے:

دوسرا احتمال یہ ہے کہ نور، محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں، کیونکہ آپ کے ذریعے ہدایت حاصل کی جاتی ہے، جس طرح آپ کا نام سراج رکھا گیا-[3]

دوم: نور اور کتاب دونوں سے قرآن پاک مراد ہے- یہ جُبّائی اور زمخشری کا قول ہے، یہ دونوں معتزلی ہیں، ان پر یہ سوال وارد ہوا کہ عطف مغایرت کو چاہتا ہے- جب دونوں سے مراد قرآن پاک ہے تو مغائرت کہاں رہی؟ اس کا انہوں نے جواب دیا کہ عطف کے لیے ذاتی طور پر متغائر ہونا ضروری نہیں ہے، تغایر اعتباری ہی کافی ہے اور وہ یہاں موجود ہے-

سوم: نور اور کتاب دونوں سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ ہیں، اس پر اگر یہ سوال اُٹھایا جائے کہ عطف تغایر کو چاہتا ہے، تو اس کا جواب وہی ہوگا جو جُبّائی وغیرہ نے دیا کہ تغایر اعتباری کافی ہے-

---

[1] احمد بن محمد صاوی، مالکی علامہ: حاشیہ تفسیر جلالین (مصطفےٰ البابی، مصر) ۱/۲۵۸

[2] علاء الدین علی بن ابراہیم بغدادی: تفسیر خازن (مکتبہ تجاریہ، مصر) ۲/۲۳

[3] عبداللہ بن احمد نسفی، علامہ: تفسیر نسفی (دار الکتاب العربی، بیروت) ۱/۲۷۶

علامہ الوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میرے نزدیک یہ امر بعید نہیں ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے نبی اکرم ﷺ مراد ہوں، عطف کی وہی توجیہ کی جائے جو جُبائی نے کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر نور اور کتاب مبین دونوں کا اطلاق صحیح ہے، ہوسکتا ہے کہ عبارۃ النص کے اعتبار سے تمہیں اس کے قبول کرنے میں توقف ہو تو اسے اشارۃ النص کے قبیلے سے قرار دے دو۔[1]

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

اس امر سے کونسی چیز مانع ہے؟ کہ نور اور کتاب مبین دونوں نبی اکرم ﷺ کی صفتیں ہوں، کیونکہ آپ نور عظیم ہیں اور انوار کے درمیان کامل ظہور رکھتے ہیں اور آپ اس لحاظ سے کتابِ مبین ہیں کہ آپ تمام اسرار کے جامع، احکام، احوال اور بھلائیوں کے ظاہر کرنے والے ہیں۔[2]

تقریباً تمام اہل سنت وجماعت مفسرین کرام نے یہ احتمال ضرور بیان کیا ہے کہ نور سے مراد نور مصطفیٰ ﷺ ہے اور بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ کتاب سے مراد بھی آپ ہی کی ذات اقدس ہے۔ اب کون ہے، جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے نور ہونے کا بھی انکار کرے۔؟

۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ کو مولوی نورالدین احمد نے گوالیار سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں استفتاء ارسال کیا اور دریافت کیا:

"یہ مضمون کہ حضور سید عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے، اور ان کے نور سے باقی مخلوقات کس حدیث سے ثابت ہے؟ اور وہ حدیث کس قسم کی ہے۔؟

---

[1] محمود آلوسی، سید علامہ: روح المعانی (طبع بیروت) ۶/۹۸

[2] علی بن سلطان القاری: شرح شفاء (طبع مدینہ منورہ) ۱/۱۱۴

اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فرمایا: امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ، حافظ الحدیث، احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اپنی مصنّف میں حضرت سیدنا وابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں:

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتادیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا:

یَاجَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْخَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ

اے جابر! بے شک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔[1]

اس کے بعد پوری حدیث نقل کی۔

یہ حدیث کس قسم کی ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی "دلائل النبوۃ" میں بنحوہ روایت کی---اجلہ ائمۂ دین مثل امام قسطلانی "مواہب لدنیہ" اور امام ابن حجر مکی افضل القریٰ اور علامہ فاسی "مطالع المسرات" اور علامہ زرقانی "شرح مواہب" اور علامہ دیار بکری "خمیس" اور شیخ محقق دہلوی "مدارج النبوۃ" وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل و اعتماد فرماتے ہیں۔

بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے، تو بلاشبہہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے، تلقی علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظۂ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی "کما

---

[1] احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت امام — مجموعہ رسائل (نور و سایہ) (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ص ۸-۷

بَيَّنَاهُ فِیْ مُنِیْرِ الْعَیْنِ فِیْ حُکْمِ تَقْبِیْلِ الْاِبْهَامَیْنِ ''لاجرم علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی'' حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ'' میں فرماتے ہیں:

''وَقَدْ خُلِقَ كُلُّ شَيْءٍ مِنْ نُوْرِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا وَرَدَ بِهِ الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ -''

بے شک ہر چیز نبی اکرم ﷺ کے نور سے بنی جیسا کہ صحیح حدیث اس معنی میں وارد ہوئی ۔[1]

یہ جواب بڑا متین، مدلل اور معقول تھا، لیکن تعصب اور عنادا سے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں، اس پر چند اعتراض کئے گئے ہیں، ان کا جواب ملاحظہ ہو۔

پہلا اعتراض

احسان الٰہی ظہیر نے اس پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے:

اگر امت سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کی طرح جہالت اور گمراہی اور کج روی کے پیروکار ہیں، تو ہمیں نقصان دہ نہیں اور اگر امت سے مراد علماء اور حدیث کے ماہرین ہیں، تو اس امر کا وجود نہیں ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو قبول کیا ہے۔[2]

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اس حدیث کے روایت اور نقل کرنے والوں کا نام بنام ذکر کیا ہے، اس کے باوجود ان سب کو جاہل اور گمراہ قرار دینا ائمہ دین کی شان میں وہ کھلی گستاخی ہے، جو نا قابلِ معافی ہے اور ان لوگوں کا پرانا شیوہ ہے۔

ذیل میں ہم حدیثِ نور کے چند حوالے تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ احسان الٰہی ظہیر نے کتنے جلیل القدر ائمہ کو جاہل اور گمراہ قرار دیا ہے؟

---

[1] احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت امام: مجموعہ رسائل (نور و سایہ) (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ص ۹-۸

[2] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ (عربی) ص ۱۰۳

1- امام بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ امام عبدالرزاق نے مصنّف میں اس حدیث کو روایت کیا، اس سلسلے میں چند گزارشات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں-

2- امام بیہقی نے یہ حدیث روایت کی، امام زرقانی فرماتے ہیں:

امام بیہقی نے یہ حدیث کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کی ہے-

(شرح زرقانی علی المواہب ج ۱، ص ۵۶، تاریخ الخمیس، ج ۱، ص ۲۰)

3- تفسیر نیشاپوری میں آیتِ مبارکہ ''وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ'' کی تفسیر میں ہے:

''کَمَا قَالَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ''-

جیسے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا-

(نظام الدین حسن نیشاپوری (م ۷۲۸ھ غرائب القرآن (مصطفیٰ البابی، مصر، ج ۸، ص ۶۶)

4- عارف باللہ شیخ عبدالکریم جیلی (م ۸۰۵ھ) اپنی کتاب----الناموس الاعظم والقاموس الاقدم فی معرفۃ قدر النبی ﷺ میں فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کی روح پیدا فرمایا-

(یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، علامہ: جواہر البحار، عربی (مصطفیٰ البابی، مصر، ج ۴، ص ۲۲۰)

5- مواہب لدنیہ میں ہے کہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سند سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا:

یَاجَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ قَدْخَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرِ نَبِیِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ -

اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا-

(احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی (م ۹۲۳ھ) مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی، ج۱، ص ۵۵)

6- سیرتِ حلبیہ میں یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

وَفِيهِ اَنَّهُ اَصلٌ لِكُلِّ مَوْجُوْدٍ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ –

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر موجود کی اصل ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم!-

امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی (م ۱۰۴۴ھ/۱۶۳۵ء) "سیرتِ حلبیہ" مکتبہ اسلامیہ، بیروت، ج۱، ص ۳۱)

7- "كشف الخفاء" میں یہ حدیث ان ہی الفاظ میں نقل کی گئی ہے-

(علامہ اسمٰعیل بن محمد عجلونی (م ۱۱۶۲ھ" كشف الخفاء و مزيل الالباس، مکتبہ غزالی، بیروت ج۱، ص ۲۶۵)

8- خرپوطی نے شرح قصیدہ بُردہ میں یہ حدیث مفہوماً نقل کی-

(عمر بن احمد الخرپوطی (م ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۲ء) "عصيدة الشهدة شرح القصيدة البردة"، نور محمد، کراچی، ص ۷۳)

9- "الحدیقۃ الندیہ" میں ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ صاحب الجمعیۃ الکبریٰ ہیں، کیوں نہ ہو، جب کہ ہر شے آپ کے نور سے پیدا کی گئی ہے، جیسے کہ اس بارے میں یہ حدیث صحیح وارد ہے-

(امام عبدالغنی نابلسی (م ۱۱۴۳ھ/۳۱-۱۷۳۰ء) مکتبہ نوریہ، فیصل آباد، ج۲، ص ۳۷۵)

10- تاریخ خمیس میں یہ روایت معنیً نقل کی ہے-

علامہ حسین بن محمد بن حسن دیاربکری (م ۹۶۶ھ) تاريخ الخميس فی احوال انفس نفيس، مؤسسته الشعبان، بیروت، ج۱، ص ۱۹)

11- امام علامہ شرف الدین بوصیری کے قصیدہ ہمزیہ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

علامہ سلیمان الجمل (م۱۲۰۴ھ) صاحب تفسیر الجمل ''الفتوحات الاحمدیه بالمخ المحمدیه ''ص۶، ادارہ محمد عبد الطیف حجازی، قاہرہ)

12- امام علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں:

فقیہ خطیب ابوالربیع کی کتاب ''شفاء الصدور'' میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نورِ مصطفےٰ ﷺ کو پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام اشیاء کو پیدا کیا ----- پس نورِ عرش، نورِ مصطفےٰ ﷺ سے ہے، نورِ قلم، نورِ مصطفےٰ ﷺ سے ہے، لوحِ محفوظ کا نور، نورِ مصطفےٰ ﷺ سے ہے، دن کا نور، نورِ مصطفےٰ ﷺ سے ہے، معرفت کا نور، شمس وقمر اور آنکھوں کا نور، نورِ مصطفےٰ ﷺ سے ہے۔

(ترجمہ ملخصاً) (ابن الحاج: المدخل، دار الکتاب العربی، بیروت، ج۲، ص۳۴)

13- علامہ ابوالحسن بن عبداللہ بکری فرماتے ہیں:

حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موجود تھا، اور کوئی شے اس کے ساتھ موجود نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے حبیب ﷺ کا نور پیدا کیا، پانی، عرش، کرسی، لوح وقلم، جنت اور دوزخ، حجاب اور بادل حضرت آدم اور حضرت حوا (علیہما السلام) سے چار ہزار سال پہلے۔

(ابوالحسن بن عبداللہ بکری، ''الانوار فی مولدالنبی محمد'' نجف اشرف، ص۵)

اِس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نورِ مصطفےٰ ﷺ کے پیدا کئے جانے کی روایت صرف حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نہیں ہے بلکہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

14- علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ کا سب کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ممکنات پر نازل ہونے والے فیضِ الٰہی کا ان کی قابلیتوں کے مطابق واسطہ ہیں، اسی لئے آپ کا نور سب سے پہلی مخلوق تھا، حدیث شریف میں ہے: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(سید محمود الوسی (م ۱۲۷۰ھ) روح المعانی، طبع بیروت) ج ۱۷، ص ۱۰۵)

ایک جگہ حدیث ''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ'' نقل کی ہے۔

(روح المعانی، ج ۸، ص ۷۱)

15- علامہ شامی کے بھتیجے سید احمد عابدین شامی (م ۱۳۲۰ھ تقریباً) نے علامہ ابن حجر مکی کے رسالہ ''النعمة الكبرىٰ على العالم'' کی شرح میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

(یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، علامہ: جواہر البحار (مصطفٰے البابی، مصر) ج ۳، ص ۳۵۴)

16- علامہ محمد مہدی فاسی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث نقل کرنے کے علاوہ ایک دوسری حدیث بھی نقل کی کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ''

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا اور میرے نور سے ہر چیز پیدا کی۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام مخلوقات سے پہلے اور ان کا سبب ہیں۔

(محمد مہدی بن احمد فاسی (م ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) ''مطالع المسرات، شرح دلائل الخیرات، المطبعة التازیہ) ص ۲۲۱

17- علامہ احمد عبدالجواد دمشقی نے یہ حدیث امام عبدالرزاق اور امام بیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے۔

احمد عبدالجواد دمشقی، علامہ: السراج المنیر و بسیرته آستنیز (طبع دمشق ص ۱۴-۱۳

18- محدثِ جلیل حضرت ملا علی قاری نے "المورد الروی" میں "مصنف عبدالرزاق" کے حوالے سے سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔

(علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: (م ۱۰۱۴ھ) المورد الروی فی المولد النبوی "تحقیق محمد بن علوی مالکی (پہلا ایڈیشن ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء، ص ۴۰)

19- مکہ مکرمہ کے نامور محقق فاضل سید محمد علوی مالکی لکھتے ہیں:

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند صحیح ہے، اس پر کوئی غبار نہیں ہے، چونکہ متن غریب ہے، اس لئے اس میں علماء کا اختلاف ہے، اس حدیث کو امام بیہقی نے کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے۔

"محمد بن علوی مالکی حسنی، علامہ: حاشیہ "المورد الروی" ص ۴۰)

اس جگہ علامہ مالکی نے تفصیلی نوٹ دیا ہے، جس میں حضور سیدِ عالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت، احادیث مبارکہ کے حوالے سے بیان کی ہے۔

20- فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

"وَاِنَّمَا الَّذِیْ رَوَاہُ عَبْدُالرَّزَّاقِ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ نُوْرَ مُحَمَّدٍ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ مِنْ نُوْرِہٖ"

عبدالرزاق نے جو حدیث روایت کی ہے، وہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کیا۔

(ابن حجر ہیتمی مکی، امام: (م ۹۷۴ھ) فتاویٰ حدیثیہ (مصطفیٰ البابی، مصر، ص ۲۴۷)

21- مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی ''الآثار المرفوعه'' میں امام عبدالرزاق کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد تنبیہ کا عنوان دے کر لکھتے ہیں:

عبدالرزاق کی روایت سے نورِ محمدی کا پیدائش میں اوّل ہونا، اور مخلوق سے پہلے ہونا ثابت ہے۔

(عبدالحی لکھنوی، علامہ: الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة (مکتبہ قدوسیہ، لاہور) ص ۳۴-۳۳)

22- یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، علامہ: حجۃ اللہ علی العالمین (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ص ۲۸)

23- مدارج النبوۃ میں ہے:

درحدیث صحیح وارد شدہ کہ ''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ''

(عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: (م۱۰۵۲ھ) مدارج النبوۃ، فارسی، (مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر) ج ۲، ص ۲)

فرض کیجئے کہ کسی محفل میں یہ تمام، علماء، عرفاء اور محدثین تشریف فرما ہوں اور اس حدیث کو بیان کر رہے ہوں اور اس کی تصدیق و توثیق کر رہے ہوں، تو کیا کوئی بڑے سے بڑا علامہ یہ کہنے کی جرأت کر سکے گا؟ کہ یہ سب جھوٹے، جاہل اور کج رو ہیں۔

مخالفین کی گواہی

24- غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نورِ محمدی کو پیدا کیا، پھر پانی، پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا، پھر قلم اور دوات، پھر عقل کو پیدا کیا، پس نورِ محمدی آسمانوں، زمین اور ان میں پائی جانے والی مخلوق کے لئے مادۂ اوّلیہ ہے۔

حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ قلم اور عقل کی اولیت اضافی ہے (یعنی یہ دونوں دوسری چیزوں سے پہلے ہیں، یہ نہیں کہ سب سے پہلے ہوں ۱۲ ق ن)

(وحید الزمان، ہدیۃ المہدی (طبع سیالکوٹ) ص ۵۶)

25- علماء دیوبند کے حکیم الامت نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بحوالہ امام عبد الرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کی اور اس پر اعتماد کیا۔

(اشرف علی تھانوی، مولوی: نشر الطیب (تاج کمپنی، لاہور) ص ۶)

26- غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے امام شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

چنانکہ روایت ''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ '' برآں دلالت می دارد

جیسے کہ روایت ''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ ''اس پر دلالت کرتی ہے۔

(محمد اسمٰعیل دہلوی: یک روزہ (طبع ملتان) ص ۱۱)

27- فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

سوال: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ اور لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ---

یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟

جواب: یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں، مگر شیخ عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ '' کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

(رشید احمد گنگوہی، مولوی: فتاویٰ رشیدیہ، مبوب (محمد سعید، کراچی) ص ۱۵۷)

اس سے پہلے مدارج النبوۃ کی عبارت گزر چکی ہے جس میں شیخ محقق نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، جبکہ گنگوہی صاحب کہہ رہے ہیں کہ شیخ کے نزدیک اس کی کچھ اصل ہے-----فیا للعجب

تطبیق احادیث

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ اس سلسلے میں مختلف روایات ملتی

ہیں، مثلاً نبی اکرم ﷺ کا نور، عقل یا قلم- آیئے ذرا دیکھیں کہ ائمہ محدثین اور ارباب مشاہدہ نے ان روایات میں کس طرح تطبیق دی ہے؟

28- حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا نام ابن تیمیہ بھی احترام سے لیتے ہیں، فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے محمد مصطفےٰ علیہ السلام کی روح کو اپنے جمال کے نور سے پیدا کیا، جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا فرمایا اور سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، ان سب سے مراد ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، اس حقیقت کو نور اس لئے کہا کہ وہ جلالی ظلمات سے پاک ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''قَدْجَآءَكُمْ مِنَ اللهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ''

عقل اس لئے کہا کہ وہ کلیات کا ادراک کرنے والی ہے، قلم اس لئے کہا کہ وہ علم کے نقل کرنے کا سبب ہے-

(عبدالقادر جیلانی، سید غوث اعظم: سِرُّ الْاَسْرَارِ فِیْ مَا یَحْتَاجُ اِلَیْهِ الْاَبْرَارُ- طبع لاہور، ص ۱۴-۱۲)

29- عمدۃ القاری میں مختلف روایات نقل کیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، ایک روایت میں ہے کہ نور و ظلمت کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے نورِ مصطفےٰ علیہ السلام کو پیدا کیا- اس کے بعد فرماتے ہیں:

ان روایات میں تطبیق یہ ہے کہ اوّلیت اضافی امر ہے، اور جس چیز کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اوّل ہے، تو وہ مابعد کے لحاظ سے ہے-

(محمود بن احمد عینی، بدرالدین: (م ۸۵۵ھ) عمدۃ القاری، طبع بیروت، ج ۱۵، ص ۱۰۹)

30- محدثِ جلیل حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مختلف روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

معلوم ہو گیا کہ مطلقاً سب سے پہلی شے نورِ محمدی ہے، پھر پانی، پھر عرش، اس کے بعد قلم، نبی اکرم ﷺ کے ماسوا سب میں اولیتِ اضافی ہے۔

(علی بن سلطان محمد القاری: المورد الروی، ص ۴۴)

31- حضرت ملا علی قاری ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' میں فرماتے ہیں:

علامہ ابن حجر نے فرمایا: اوّل مخلوقات کے بارے میں مختلف روایات ہیں اور ان کا حاصل جیسے کہ میں نے شمائل ترمذی کی شرح میں بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے وہ نور پیدا کیا گیا، جس سے نبی اکرم ﷺ پیدا کئے گئے، پھر پانی، اس کے بعد عرش۔

(المرقاۃ، طبع ملتان، ج ۱، ص ۱۴۶)

32- ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

اوّل حقیقی نورِ محمدی ہے جیسے میں نے '' المورد للمولد '' میں بیان کیا ہے۔

(المرقاۃ، ج ۱، ص ۱۶۶)

33- مرقاۃ کے صفحہ ۱۹۴ پر فرماتے ہیں:

''ہمارے نبی ﷺ کا ذکر پہلے کیا گیا، اس لئے کہ آپ رتبے میں پہلے ہیں یا اس لئے کہ آپ وجود میں پہلے ہیں --- نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ '' اور '' کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ''

(اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا --- اور میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم (علیہ السلام) روح اور جسم کے درمیان تھے)

34- ایک جگہ مختلف روایات میں تطبیق کا دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اوّلیت امورِ اضافیہ میں سے ہے، لہذا تاویل یہ کی جائے گی کہ امورِ مذکورہ (قلم، عقل، نوری، روحی اور عرش) میں سے ہر ایک اپنی جنس کے افراد میں سے پہلے ہے، پس قلم دوسرے قلموں سے پہلے پیدا کیا گیا اور حضور سید عالم ﷺ کا نور، تمام نوروں سے پہلے پیدا کیا گیا۔

(المرقاۃ، ج ۱، ص ۱۶۷)

35- یہی امام جلیل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رہا نبی اکرم ﷺ کا نور، تو وہ مشرق و مغرب میں انتہائی ظاہر ہے اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کا نور پیدا کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام نور رکھا، اور نبی اکرم ﷺ کی دُعا میں ہے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا اے اللہ! مجھے نور بنا دے (اس کے بعد چند آیات مبارکہ نقل کی ہیں) لیکن اس نور کا ظہور اہلِ بصیرت کی آنکھ میں ہے، کیونکہ (صرف) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، لیکن سینوں میں دل اندھے ہو جاتے ہیں۔

(موضوعات کبیر: مجتبائی دہلی، ص ۸۶)

اس کے بعد یہی کہا جا سکتا ہے کہ جن لوگوں کی بصیرت کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں، ان کی طرف ہمارا روئے سخن ہی نہیں ہے۔

36- علامہ نجم الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۵۴ھ) ---- احادیث نقل کرنے کے بعد مختلف روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلم، عقل اور روح تینوں سے مراد ایک ہی ہے، اور وہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی روح ہے۔

(نجم الدین رازی، علامہ: مرصاد العباد، طبع ایران، ص ۳۰)

37- حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حقیقتِ محمدیہ علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات ظہورِ اوّل ہے، اور بایں معنی حقیقۃ الحقائق ہے کہ تمام حقائق خواہ وہ انبیاء کرام کی ہوں یا ملائکہ کی، اس حقیقت کے لئے سائے کی حیثیت رکھتی ہیں اور حقیقتِ محمدیہ تمام حقیقتوں کی اصل ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا) اور یہ بھی فرمایا: خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُوْرِیْ (میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا اور مومن میرے نور سے) لہذا آپ اللہ تعالیٰ اور تمام حقیقتوں کے درمیان واسطہ ہیں، کسی بھی شخص کا آپ کے واسطے کے بغیر مطلوب تک پہنچنا محال ہے (ترجمہ)

(احمد سرہندی، امام ربانی شیخ: مکتوبات فارسی (مکتبہ سعیدیہ، لاہور) حصہ نہم، دفتر سوم، ص ۱۵۳)

38- عارف باللہ، علامہ عبدالوہاب شعرانی (م ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

اگر تو کہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا گیا، اور ایک روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا، ان میں تطبیق کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ ان دونوں سے مراد ایک ہے، کیونکہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی حقیقت کو کبھی عقلِ اوّل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی نور سے۔

(عبدالوہاب شعرانی، امام: م ۹۷۳ھ (الیواقیت والجواہر، مصر) ج ۲، ص ۲۰)

39- حضرت شیخ عبدالکریم جیلی (م ۸۰۵ھ) نے بھی یہی تطبیق دی ہے کہ عقل، قلم اور روحِ مصطفےٰ ﷺ سے مراد ایک ہی چیز ہے صرف تعبیر کا فرق ہے۔

(جواہر البحار، ج ۴، ص ۲۲۰)

40- تاریخ خمیس میں ہے:

محققین کے نزدیک اِن احادیث سے مراد ایک ہی شے ہے، حیثیتوں اور نسبتوں کے اعتبار سے عبارات مختلف ہیں، پھر ''شرح مواقف'' سے بعض ائمہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

عقل، قلم اور روحِ مصطفےٰ ﷺ کا مصداق ایک ہی ہے۔

(حسین بن محمد دیار بکری، علامہ: تاریخ خمیس، ج۱ص۱۹)

41- امام المناطقہ میر سید زاہد ہروی، ملا جلال کے حواشی کے منہیہ میں فرماتے ہیں:

علم تفصیلی کے چار مرتبے ہیں، پہلے مرتبے کو اصطلاحِ شریعت میں قلم، نور اور عقل کہتے ہیں، صوفیاء اسے عقلِ کل اور حکماء عقول کہتے ہیں۔

(میر سید زاہد ہروی: حاشیہ ملا جلال (مطبع یوسفی، لکھنو) ص۹۶)

42- علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ، تیرے محیط میں حباب

(کلیاتِ اقبال اردو (شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور) ص۴۰۵)

اگر زحمت نہ ہو تو ایک مرتبہ پھر ان حوالہ جات پر طائرانہ نظر ڈال لیجئے اور پوری دیانت داری سے بتائیے کہ کیا کوئی صاحبِ علم، ہوش و حواس کی سلامتی کے ساتھ ان حوالوں کو یہ کہہ کر رد کر سکتا ہے کہ یہ حضرات جاہل اور گمراہ تھے، اگر اب بھی کوئی شخص یہ کہنے پر مصر ہے، تو اسے پہلی فرصت میں اپنا دماغی معائنہ کرانا چاہیے۔

دوسرا اعتراض

احسان الٰہی ظہیر نے لکھا ہے:

یہ کس نے کہا ہے؟ کہ امت کا کسی حدیث کو قبول کر لینا اسے اس درجہ تک

پہنچادیتا ہے کہ اس کی سند کی طرف نظر ہی نہیں کی جائے گی۔"[1]

جواب:

آیئے آپ کو دکھائیں کہ علماء امت کے کسی حدیث کو قبول کرنے کا کیا مقام ہے؟

(۱) عمدۃ المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام بخاری اور مسلم کی روایت کردہ حدیث، خبر واحد ہونے کے باوجود یقین کا فائدہ دیتی ہے، کیونکہ اس میں صحت کے کئی قرائن پائے گئے ہیں، ان میں سے ایک قرینہ یہ ہے کہ علماء امت نے ان کی کتابوں کو قبول کیا ہے، اس گفتگو کے بعد علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

"وَهٰذَا التَّلَقِّيْ وَحْدَهٗ اَقْوٰى فِيْ اِفَادَةِ الْعِلْمِ مِنْ مُجَرَّدِ كَثْرَةِ الطُّرُقِ الْقَاصِرَةِ عَنِ التَّوَاتُرِ"[2]

یقین کے لیے تواتر سے کم درجہ کثرتِ طرق کے مقابلے میں علماء امت کا قبول کرنا زیادہ مفید ہے۔

غور فرمایا آپ نے؟ مطلب یہ ہے کہ کسی حدیث کی سندوں کی کثرت (جبکہ تواتر سے کم ہو) اس قدر مفید یقین نہیں، جس قدر علماء امت کا کسی حدیث کو قبول کر لینا مفید یقین ہے۔

(۲) حضرت علی مرتضی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے ایک شخص نماز کو حاضر ہو اور امام ایک حال میں ہو تو مقتدی اسی حال کو اختیار کرے۔

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے، ہمیں معلوم نہیں کہ کسی نے اس حدیث کو کسی دوسری سند سے روایت کیا ہو، اس کے باوجود امام ترمذی نے فرمایا:

"وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ"۔

---

[1] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ، ص ۱۰۳

[2] احمد بن حجر عسقلانی، امام: نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر (طبع ملتان) ص ۲۵-۲۴

اہل علم کے نزدیک اس پر عمل ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَكَانَّ التِّرمِذِيَّ يُرِيدُ تَقْوِيَةَ الْحَدِيثِ بِعَمَلِ اَهْلِ الْعِلْمِ[1]

گویا امام ترمذی اہلِ علم کے عمل کے ذریعے اس حدیث کو تقویت دینا چاہتے ہیں۔

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے بارے میں ہم چند حوالے اس سے پہلے پیش کر چکے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس حدیث کو یک لخت رد کر دیا جائے اور اس کے بیان کرنے کو ناجائز اور گناہ قرار دیا جائے۔

ہفت روزہ الاعتصام کے مدیر حافظ صلاح الدین یوسف کا ناروا انداز ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

صاحب المواہب علامہ قسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) نویں دسویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں، ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان نو سو سال کا طویل فاصلہ ہے، جب تک درمیان کی یہ کڑیاں مستند سلسلہ سے نہ جوڑی جائیں گی، اس وقت تک موصوف کی بے سند نقل کردہ روایات پایہ اعتبار سے ساقط سمجھی جائے گی، اس اعتبار سے سوال میں مذکور روایت بالکل بے اصل ہے، اس کو بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔[2]

امام قسطلانی نے یہ حدیث مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے بیان کی ہے، صرف انہوں نے ہی نہیں، بلکہ بہت سے جلیل القدر محدثین اور اصحابِ کشف بزرگانِ دین نے بھی اسے روایت کیا ہے، تفصیل اس سے پہلے گزر چکی ہے، اتنے جلیل القدر ائمہ کرام کو بہت بڑے گناہ کا مرتکب قرار دینا، جیسے الاعتصام کے مدیر نے کیا ہے، خود گناہ کے زمرے

---

[1] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: مرقاۃ المفاتیح (امدادیہ، ملتان) ۳/۹۸

[2] صلاح الدین یوسف، حافظ: ہفت روزہ الاعتصام، ۲۳، مارچ ۱۹۹۰ء ص ۸

میں آتا ہے۔

حیرت ہے کہ مصنف عبدالرزاق کو تو معتمد کتاب تسلیم کیا جاتا ہے اور جب ثقہ محدثین اور اہلِ علم اس کے حوالے سے حدیث بیان کریں، تو کہا جاتا ہے یہ حدیث تب مقبول ہوگی، جب تم اپنی پوری سند بیان کرو گے، یہ ایسے ہی ہے جیسے آج کوئی شخص بخاری شریف کے حوالے سے حدیث بیان کرے اور اسے کہا جائے کہ تمہارے اور امام بخاری کے درمیان صدیوں کا فاصلہ حائل ہے، تمہارا حوالہ اُس وقت تک قابلِ قبول نہیں، جب تک تم اپنی سند امام بخاری تک بیان نہ کرو بلکہ بقول صلاح الدین یوسف چودہ سوسالہ درمیانی کڑیاں ملانا پڑیں گی اور ظاہر ہے یہ مطالبہ قابل قبول نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض

احسان الٰہی ظہیر، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> انہوں نے اپنے رسالہ ''صلاۃ الصفا'' میں ایک موضوع اور باطل روایت درج کی ہے اور اس کی نسبت سے کہا ہے کہ حافظ عبدالرزاق نے اسے مصنف میں بیان کیا ہے، حالانکہ وہ روایت مصنف میں نہیں ہے۔[1]

اس سے پہلے متعدد حوالوں سے بیان کیا جاچکا ہے کہ اس حدیث کو عالمِ اسلام کے جلیل القدر علماء، محدثین، اور اربابِ کشف وشہود نے بیان کیا ہے، اور اس سے استدلال کیا ہے، اس کے باوجود اس حدیث کو موضوع اور باطل قرار دینا قطعاً غلط ہے، رہا یہ سوال کہ اس حدیث کے سلسلے میں عبدالرزاق کا حوالہ دیا جاتا ہے، مصنف عبدالرزاق چھپ چکی ہے، اور اس میں یہ حدیث نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال اس وقت صحیح ہوتا، جبکہ ناشرین کو مکمل نسخہ دستیاب ہوا ہوتا، وہ تو خود تسلیم کررہے ہیں کہ ہمیں مکمل نسخہ کہیں سے نہیں مل سکا، اس کتاب کے مرتب اور ناشر نے کتاب الطہارۃ کی ابتدا میں یہ نوٹ دیا ہے:

---

[1] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ (عربی) ص ۱۰۲

اس جلیل دفتر (مصنف) کی طباعت اور تیاری کے سلسلے میں جن نسخوں پر ہمیں آگاہی ہوئی ہے یا ہم نے مخطوطے یا فوٹو کاپی کی صورت میں حاصل کئے ہیں، ان کی تفصیل آپ مقدمہ میں پائیں گے انشاء اللہ! وہ سب ناقص ہیں، ہاں آستانہ (ترکی) کے کتب خانہ میں ملا مراد کا نسخہ کامل ہے، لیکن اس کی ابتدا میں طویل نقص ہے اور اصل کی پانچویں جلد بھی ابتداء سے ناقص ہے[1]

اب یہ فیصلہ تو ناظرین ہی کریں گے کہ جن لوگوں کے پاس مصنف کا مکمل نسخہ ہی موجود نہیں ہے، ان کا یہ کہنا کس طرح قابلِ قبول ہوسکتا ہے؟ کہ چونکہ یہ حدیث مصنف میں موجود نہیں ہے، اس لئے موضوع ہے، جبکہ دوسری طرف تاریخِ اسلام کے نامور اور مستند علماء اسے مصنف کے حوالے سے بیان کررہے ہیں، بدیہی بات ہے کہ ان کا بیان ہی قبول کیا جائے گا۔

امام علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

جس شخص کو علم اور لوگوں کی روایت کے ساتھ تھوڑا سا تعلق بھی ہے، وہ اس امر میں شک نہیں کرے گا کہ اگر امام مالک اسے بالمشافہہ کوئی خبر دیں، تو وہ یقین کرلے گا کہ امام نے سچی خبر دی ہے۔[2]

یہی بات ہم بھی کہتے ہیں کہ علم و دیانت سے تعلق رکھنے والا ہر شخص باور کرے گا کہ عالم اسلام کی نامور شخصیات، جن کے حوالے اس سے پہلے گزر چکے ہیں، اگر بالمشافہہ اسے بیان کریں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث امام عبدالرزاق نے مصنف میں بیان کی ہے، تو وہ اس بیان میں یقیناً سچے ہوں گے۔

چوتھا اعتراض

غیر مقلدین کے ایک امام مولوی محمد داؤد غزنوی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ

[1] حبیب الرحمٰن اعظمی: مصنف عبدالرزاق (طبع بیروت) ۳/۱

[2] احمد بن حجر عسقلانی، امام: شرح نخبة الفکر (طبع ملتان) ص ۲۷

عنہ کی روایت پر اعتراض کیا ہے۔

لیکن یہ کہنا یہ نبی اکرم ﷺ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ، کے ذاتی طور سے پیدا ہوئے ، نہ صرف یہ کہ جہالت ہے، بلکہ صریح کفر ہے، اس لئے کہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ ذاتِ الٰہی کا نور، مادہ ہوا، آپ کی پیدائش کا گویا آپ ذاتِ الٰہی کے جز ہیں ---العیاذ باللہ اور یہ عقلاً وشرعاً غلط ہے ---- نیز اگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ و تقدس نے اپنے نور کا ایک حصہ الگ کر کے آپ کے وجود کو تیار کیا، تو معاذ اللہ! معاذ اللہ! اللہ جل شانہٗ کے ذاتی نور کا ایک جزو کم ہوگیا۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے:

''نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُوْرِہٖ ،غزنوی صاحب نے سمجھا کہ لفظ مِنْ تبعیضیہ ہے، لہذا یہ معنی کشید کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا ایک حصہ الگ کر کے آپ کے وجود کو تیار کیا، یہ خیال نہ کیا کہ لفظ مِنْ کئی دوسرے معنوں کے لئے بھی آتا ہے--- درسِ نظامی کی ابتدائی کتاب ''مأته عامل '' میں وہ معانی دیکھے جا سکتے ہیں--- اس جگہ لفظ مِنْ ابتدائیہ، اتصالیہ ہے، جس کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے کسی چیز کے واسطے کے بغیر آپ کا نور پیدا کیا، اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

''وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ''(النساء۴، ۱۷۱)

علامہ سید محمود الوسی، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کلمۂ مِن مُجازاً ابتداءِ غایت کے لئے ہے، تبعیضیہ نہیں ہے، جیسے کہ عیسائیوں نے گمان کیا، کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کے دربار کا ایک ماہر طبیب عیسائی تھا، اُس نے ایک دن علامہ علی بن حسین واقدی مروزی سے مناظرہ کیا

---

[2] محمد داؤد غزنوی: ہفت روزہ الاعتصام، لاہور (۲۳- مارچ، ۱۹۹۰ء) ص ۱۱

اور کہا کہ تمہاری کتاب (قرآن پاک) میں ایک آیت ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کی جُز ہیں اور یہی آیت پیش کی (وَرُوْحٌ مِّنْهُ) علامہ واقدی نے یہ آیت پیش کی:

''وَسَخَّرَلَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ''

(اور تمہارے لئے وہ سب چیزیں مسخر کیں جو آسمانوں اور جو زمین میں ہیں، سب اس کی طرف سے ہیں)

کہنے لگے کہ تمہاری بات مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی جز ہوں، عیسائی لاجواب ہو گیا اور اسلام لے آیا۔ ہارون الرشید بہت خوش ہوا اور واقدی کو گراں قدر انعام سے نوازا۔[1]

عیسائی طبیب کی سمجھ میں بات آ گئی اور وہ اسلام لے آیا، اب دیکھئے منکرین اور معترضین کی عقل میں یہ بات آتی ہے اور وہ تسلیم کرتے ہیں یا اپنے انکار پر ہی ڈٹے رہتے ہیں ----؟ دیدہ باید!

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

اے! مِنْ نُوْرٍ هُوَ ذَاتُهٗ لَا بِمَعْنٰى اَنَّهَا مَادَّةُ خَلْقِ نُوْرِهٖ مِنْهَا بَلْ بِمَعْنٰى تَعَلُّقِ الْاِرَادَةِ بِهٖ بِلَا وَاسِطَةِ شَيْءٍ فِيْ وُجُوْدِهٖ[2]

یعنی اس نور سے پیدا کیا جو ذاتِ باری تعالیٰ کا عین ہے، یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مادہ ہے، جس سے نبی اکرم ﷺ کا نور پیدا کیا گیا، بلکہ آپ کے نور کے ساتھ کسی چیز کے واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ارادے کا تعلق ہوا۔

اس وضاحت کے بعد غزنوی صاحب کے دونوں اعتراض اُٹھ جاتے ہیں۔

---

[1] محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع، ایران) ۶/۲۳

[2] محمد بن عبدالباقی زرقانی، امام: شرح مواہب لدنیہ، ۱/۵۵

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

حَاشَ لِلّٰہ ! یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ نورِ رسالت یا کوئی چیز معاذ اللہ! ذاتِ الٰہی کا جُز یا عین ونفس ہے، ایسا عقیدہ ضرور کفر و ارتداد ہے۔[1]

پانچواں اعتراض

احسان الٰہی ظہیر لکھتے ہیں:

قرآن وحدیث کی نصوص سے نبی اکرم ﷺ کی بشریت ثابت ہے اور یہ حدیث اپنے ظاہر کے اعتبار سے ان نصوص کے مخالف ہے۔

واقع بھی اس حدیث کے خلاف ہے، آپ کے والدین تھے، حلیمہ سعدیہ نے آپ کو دودھ پلایا، آپ نے امہات المؤمنین سے نکاح کیا، آپ کی اولاد تھی، آپ کے رشتے دار اور سسرال تھے۔[2] (ترجمہ ملخصاً)

یہ عبث گفتگو اس مفروضے پر مبنی ہے کہ اہل سنت و جماعت (بریلویوں) کے نزدیک حضور نبی اکرم ﷺ صرف نور ہیں اور بشر نہیں ہیں، حالانکہ ہمارا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے، جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا۔

چھٹا اعتراض

پرتگال کے ایک صاحب نے اول مخلوق کے بارے میں وارد احادیث کے درمیان تطبیق دینے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ: صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا، حدیث نور ثابت ہی نہیں ہے، تو تطبیق کی کیا ضرورت اور گنجائش ہے؟

---

[1] احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت امام: مجموعہ رسائل (نور وسایہ) طبع، لاہور، ص ۳۶

[2] احسان الٰہی ظہیر: البریلویہ (عربی) ص ۱۰۳

اس کا جواب یہ ہے یہ تطبیق ہم نے نہیں دی، ہم تو ناقل ہیں، پوچھنا ہو تو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ عبدالکریم جیلی، علامہ عبدالوہاب شعرانی، علامہ حسین بن محمد دیار بکری علامہ بدرالدین محمود عینی اور حضرت ملا علی قاری رحمہم اللہ تعالیٰ سے پوچھئے، جنہوں نے تطبیق دی ہے اور اول مخلوق حضور نبی اکرم ﷺ کے نور کو قرار دیا ہے، ان کے نزدیک حدیث نور ثابت نہ ہوتی، تو تطبیق ہی کیوں دیتے؟ حوالے اس سے پہلے دیے جا چکے ہیں۔

پرتگال کے اسی علامہ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پانی پیدا کیا، اس دعوے پر بطورِ دلیل یہ آیت پیش کی:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ

اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا۔

ان کے خیال میں حدیثِ نور اس آیت کے خلاف ہے اور تطبیق کی ضرورت نہیں، کیونکہ حدیثِ نور ثابت ہی نہیں ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ آیتِ مبارکہ میں مطلق موجودات کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ اجسام اور خصوصاً حیوانات کا ذکر ہے۔

علامہ سید محمود الوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ہم نے پانی سے ہر حیوان کو پیدا کیا، یعنی ہر اس چیز کو جو حیاتِ حقیقیہ سے متصف ہے، یہ تفسیر کلبی اور مفسرین کی ایک جماعت سے منقول ہے، اس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ — اللہ تعالیٰ نے ہر چوپائے کو پانی سے پیدا کیا۔[1]

ظاہر ہے کہ آیت و حدیث میں مخالفت ہی نہیں ہے، آیتِ مبارکہ میں حیوانات کو پانی سے پیدا کئے جانے کا ذکر ہے اور حدیث نور میں کسی حیوان اور جسم کا ذکر نہیں ہے، بلکہ

---

[1] محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع، ایران) ۱۷/۳۴

ایک مجرد کا ذکر ہے جو تمام اجسام، بلکہ تمام انوار سے پہلے پیدا کیا گیا اور وہ تھا نورِ مصطفےٰ، (حضور نبی اکرم ﷺ)۔

لطیفہ

احسان الٰہی ظہیر کہتے ہیں کہ ایک بریلوی نے اُردو میں یہ شعر کہا ہے:

وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہو کر
اُتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر[1]

اللہ اکبر! اجلہ علماء اسلام کی ایک جماعت نے مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے عظمتِ مصطفےٰ ﷺ کو ظاہر کرنے والی ایک حدیث بیان کی، تو اسے یہ لوگ بے سند کہہ کر رد کر دیتے ہیں اور اس طرح انکار حدیث کا دروازہ کھولتے ہیں، دوسری طرف خود یہ شعر نقل کر دیا اور یہ تک نہ سوچا کہ ہم کس منہ سے یہ شعر بریلویوں کے سر تھوپ رہے ہیں، نہ کوئی حوالہ نہ کوئی سند، ہمارے نزدیک یہ شعر اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے غلط ہے۔

بے سایہ و سایہ بانِ عالم

سایہ کثیف اجسام کا ہوتا ہے، لطیف اشیاء مثلاً ہوا، اور فرشتوں کا سایہ نہیں ہوتا، حضور نبی اکرم ﷺ نورِ مجسم ہیں، اس لئے آپ کے جسمِ اقدس کا سایہ نہ تھا، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے حدیث شریف اور ائمہ متقدمین کے ارشادات کی روشنی میں یہ مسئلہ بیان کیا، ظاہر ہے کہ جس شخص کا دل نورِ ایمان سے روشن ہوگا، وہ اپنے آقا و مولا رحمۃ للعالمین، محبوب رب العالمین ﷺ کے کمالاتِ عالیہ اور فضائل سن کر جھوم جائے گا۔ اور ''آمنا و صدقنا'' کہے گا، مخالف یہ کہہ کر دامن نہیں چھڑا سکے گا کہ یہ تو بریلویوں کے خرافات ہیں، کیونکہ اس باب میں جن اکابر کے نام آتے ہیں ان پر بریلویت کی چھاپ نہیں لگائی جا سکتی یہ تو وہ بزرگ ہیں جو صدیوں پہلے گزر چکے ہیں، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] احسان الٰہی ظہیر: البریلویہ، ص ۱۰۵

1- سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے لئے سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ کہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آ گیا اور نہ قیام فرمایا، چراغ کی ضیاء میں، مگر یہ کہ حضور کے تابش نور نے اس چمک کو دبالیا![1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشادِ مبارک سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ صرف معنوی نور ہی نہیں ہیں، حسّی نور بھی ہیں۔

2- امام نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ ''تفسیر مدارک'' میں فرماتے ہیں:

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا: بیشک اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔[2]

3- امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''خصائص کبریٰ'' میں ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے:

بَابُ الْآيَةِ فِيْ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يُرٰى لَهٗ ظِلٌّ

نبی اکرم ﷺ کا یہ معجزہ کہ آپ کا سایہ نہیں دیکھا جاتا تھا، اس باب میں حکیم ترمذی کے حوالے حضرت ذکوان کی روایت لائے ہیں کہ سرورِ دوعالم ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا تھا، دھوپ میں اور نہ چاندنی میں۔ (ترجمہ)

اس کے بعد محدث ابن سبع کا یہ ارشاد لائے ہیں:

حضور اکرم ﷺ کے خواص میں سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور آپ نور ہیں، اس لئے جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے، آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا، بعض علماء نے کہا اس کی شاہد وہ حدیث ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے

---

[1] عبدالرحمن ابن جوزی، امام: کتاب الوفا (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ۲/۴۰۷

[2] عبداللہ بن احمد نسفی، امام: تفسیر مدارک (طبع، بیروت) ۳/۱۳۵

اپنی دعا میں عرض کیا کہ مجھے نور بنا دے۔[1]

4- علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی دوسری تصنیف ''انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب'' میں فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑا، حضور ﷺ کا سایہ نظر نہیں آیا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں ---- ابن سبع نے فرمایا: اس لیے کہ حضور نور ہیں --- امام رزین نے فرمایا کہ حضور کے انوار سب پر غالب ہیں۔[2]

5- امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں سے وہ بات ہے جو بیان کی گئی کہ آپ ﷺ کے جسمِ انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں، اس لئے کہ حضور نور ہیں۔[3]

6- علامہ شہاب الدین خفاجی نے ''شرح شفاء'' میں کسی قدر گفتگو کے بعد اپنی ایک رباعی بیان کی، جس کا ترجمہ یہ ہے:

احمد مصطفےٰ ﷺ کے سائے کا دامن، حضور کی فضیلت و کرامت کی بناء پر زمین پر نہ کھینچا گیا، جیسے کہ محدثین کرام نے کہا ہے، یہ عجیب بات ہے اور اس سے عجیب تر یہ کہ تمام لوگ آپ کے سائے میں ہیں۔

نیز فرمایا:

قرآن پاک کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نور ہیں اور آپ ﷺ کا بشر ہونا، اس کے منافی نہیں ہے، جیسے کہ وہم کیا گیا ہے، اگر تو سمجھے تو وہ آپ ﷺ ''نورٌ علیٰ نور'' ہیں۔[4]

---

[1] عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، امام: خصائص کبریٰ (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ۱/۶۸

[2] ایضاً: انموذج اللبیب (الکتاب، لاہور) ص ۵۳

[3] قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی، امام: الشفاء (عربی، طبع ملتان) ۱/۲۴۲

[4] احمد شہاب الدین خفاجی، علامہ: نسیم الریاض (مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ) ۳/۲۸۲

7- علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

نبی اکرم ﷺ کا دھوپ اور چاندنی میں سایہ نہ تھا، اسے حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کیا، پھر ابنِ سبع کا حضور اکرم ﷺ کے نور سے استدلال اور حدیث ''اِجۡعَلۡنِی نُوۡرًا'' سے استشہاد کیا۔[1]

8- اسی طرح ''سیرتِ شامیہ'' میں ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ امام حکیم ترمذی نے فرمایا: اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایہ اقدس پر پاؤں نہ رکھے۔[2]

9- امام زرقانی نے اس پر تفصیلاً گفتگو کی ہے۔[3]

10- امام علامہ بوصیری کے ''قصیدہ ہمزیہ'' کی شرح میں علامہ سلیمان جمل نے یہی بیان کیا۔[4]

11- اسی طرح ''کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس'' میں ہے۔[5]

12- امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

عالمِ شہادت میں کسی بھی شخص کا سایہ اُس سے لطیف ہوتا ہے اور چونکہ پورے جہان میں آپ سے زیادہ لطیف کوئی نہیں ہے، تو آپ کا سایہ کس طرح ہوسکتا ہے؟۔[6]

13- شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز نے حکیم ترمذی کی روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا:

حضور نبی اکرم ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام نور ہے، اور نور کا سایہ

---

[1] احمد بن محمد قسطلانی، علامہ: مواہب لدنیہ (مع زرقانی) ۲۵۳/۴

[2] محمد بن یوسف شامی، علامہ: سبل الہدیٰ والرشاد (طبع مصر) ۱۲۳/۲

[3] محمد بن عبد الباقی زرقانی، علامہ: شرح مواہب لدنیہ، ۲۵۳/۴

[4] سلیمان جمل، علامہ: فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ (المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر) ص ۵

[5] حسین بن محمد دیار بکری، علامہ: تاریخ الخمیس (مؤسسۃ الشعبان، بیروت) ۲۱۹/۱

[6] (الف) احمد سرہندی، مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی، فارسی حصہ نہم دفتر سوم (طبع، لاہور) ص ۱۵۳

(ب) ایضاً: مکتوبات امام ربانی، اردو (مدینہ پبلشنگ، کراچی) ص ۱۵۵۳

نہیں ہوتا۔[1]

14- علامہ عبدالرؤف مناوی (م ۱۰۰۳ھ) نے امام ابن مبارک اور ابن جوزی کے حوالے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث نقل کی ہے۔[2]

15- تفسیر عزیزی میں سورۃ الضحیٰ کی تفسیر میں ہے:

نبی اکرم ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔[3]

احسان الٰہی ظہیر نے لکھا ہے:

انہوں (مولانا احمد رضا) نے اپنے اماموں سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور یہ کہ آپ نور تھے۔[4]

اہل سنت و جماعت! مبارک ہو کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لے کر امام ربانی مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک جن حضرات نے سرکار دو عالم ﷺ کے سائے کی نفی ہے، وہ سب ہمارے امام ہیں، غیر مقلدین کے نہیں، اگر اُن کے امام ہوتے تو یہ کیوں کہا جاتا کہ "انہوں نے اپنے اماموں سے نقل کیا ہے" آیئے سرسری نظر سے جائزہ لیں کہ ظہیر صاحب نے کن کن حضرات کو امام ماننے سے انکار کیا ہے۔

(۱) حضرت ابن عباس (۲) حضرت عثمان غنی (۳) امام جلال الدین سیوطی (۴) امام نسفی، صاحب مدارک (۵) امام قاضی عیاض (۶) علامہ شہاب الدین خفاجی (۷) جلیل القدر تابعی، حضرت ذکوان (۸) امام ابن سبع (۹) حکیم امام ترمذی (۱۰) علامہ محمد بن یوسف شامی (۱۱) امام احمد بن قسطلانی (۱۲) امام زرقانی (۱۳) علامہ سلیمان جمل (۱۴) علامہ حسین بن محمد دیار بکری (۱۵) امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۷) امام عبدالرؤف مناوی (۱۸) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ فارسی (مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر) ۱/۲۱

[2] عبدالرؤف مناوی، علامہ: شرح شمائل ترمذی (مصطفی البابی، مصر) ۱/۴۷

[3] عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: تفسیر عزیزی، فارسی (مسلم بک ڈپو، دہلی) ص ۳۱۲

[4] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ (عربی) ص ۱۰۵

باب نمبر 7



روح اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی کائنات میں جلوہ گری



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہدیۂ سپاس وتشکر

مسئلہ حاضر و ناظر کا تعلق، کشف وشہود سے ہے، یہ مسئلہ علمی بھی ہے اور روحانی بھی، پیش نظر مقالہ میں راقم نے جہاں قرآن وحدیث سے دلائل پیش کیے ہیں، وہاں مستند علماء امت اور اربابِ معرفت کے ارشادات کا حوالہ بھی دیا ہے، مخالفین کے اقوال بھی بطور تائید نقل کیے ہیں، تاکہ اختلاف کی خلیج ختم ہو، اور اتفاق کی راہ ہموار ہو۔

ابتداء میرا خیال تھا کہ اس موضوع پر زیادہ مواد نہیں ملے گا، لیکن جوں جوں مطالعہ کرتا گیا، یہ انکشاف باعثِ حیرت بنتا گیا کہ اس موضوع پر اتنا زیادہ مواد ہے کہ اسے سمیٹنا مشکل ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ مقالہ کسی قدر طویل ہوگیا ہے، مزید کوشش کی جائے تو اس عنوان پر ایک ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے۔

یہ مقالہ عربی اور اُردو میں شائع کیا جارہا ہے تاکہ اپنا موقف وسیع طور پر علمی دُنیا کے سامنے پیش کیا جاسکے، عربی مقالے کا عنوان ہے:

''اَلْحَبِيْبُ فِيْ رِحَابِ الْحَبِيْبِ حَاضِرٌ وَّشَاهِدٌ عَلٰى اَعْمَالِ الْاُمَّةِ''

یاد رہے کہ یہ مقالہ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب ''البریلویۃ'' کی الزام تراشی کے ازالے کے لیے لکھا گیا ہے، آپ دیکھیں گے کہ ان کے شرک اور بدعت کے فتووں کی زد میں ملتِ اسلامیہ کے کتنے اکابر ائمہ آرہے ہیں؟

یوں تو راقم نے اس مقالے میں بہت سی مستند کتابوں سے استفادہ کیا ہے جیسے کہ آپ مطالعہ کے دوران ملاحظہ فرمائیں گے، درج ذیل سطور میں چند ان کتابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جن میں ہمارے موضوع پر خصوصی طور پر گفتگو کی گئی ہے، یا جو اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں، جن حضرات کی تصانیف عالیہ سے راقم نے استفادہ کیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب کو اجرِ جمیل عطا فرمائے۔

۱-عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، امام علامہ	اَلْمُنْجَلِیْ فِیْ تَطَوُّرِ الْوَلِیْ
۲-عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، امام علامہ	تَنْوِیْرُ الْحِلَكْ فِیْ رُؤْیَةِ النَّبِیِّ وَالْمَلَكْ

نوٹ: پہلا رسالہ ''الحاوی للفتاوی'' (بیروت) کی پہلی جلد میں اور دوسرا، دوسری جلد میں ہے۔

۳-علی نورالدین حلبی، علامہ: (صاحب سیرت حلبیہ)	''تَعْرِیْفُ اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَ الْاِیْمَانِ بِأَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ لَا یَخْلُوْ مِنْهُ مَکَانٌ وَلَا زَمَانٌ'' (جواہرالبحار، ج۲، عربی)
۴-محمود الوسی، علامہ سید:	رُوح المعانی، ج۳۳-۲۲-۱۷
۵-احمد سعید کاظمی، علامہ سید:	تَسْکِیْنُ الْخَوَاطِرْ (مکتبہ حامدیہ، لاہور)
۶-عطامحمد چشتی گولڑوی، ملک المدرسین	اَلْقَوْلُ السَّدِیْدُ فِیْ تَحْقِیْقِ مَعْنَی الشَّاهِدِوَ الشَّهِیْدِ (یہ رسالہ چھپ گیا ہے)
۷-محمد منظور احمد فیضی، علامہ:	مقامِ رسول (مکتبہ محمدیہ، احمد پور شرقیہ)
۸-محمد امین، مفتی علامہ:	اَلْیَوَاقِیْتُ وَالْجَوَاهِرْ، اَقْوَالُ الْاَکَابِرِ فِیْ مَسْئَلَةِ الْحَاضِرِ وَالنَّاظِرْ (مکتبہ سلطانیہ، محمد پورہ، فیصل آباد)
۹-عبدالمنان اعظمی، بحرالعلوم مفتی:	الشاہد (حق اکیڈمی، مبارکپور، انڈیا)
۱۰-محمد عنایت اللہ قادری، مناظر اہل سنت:	مسئلہ حاضر و ناظر (سانگلہ ہل)

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو دُنیا و آخرت میں بہترین اجر عطا فرمائے، جنہوں نے اپنے اپنے انداز میں حضور سیدِ عالم، شاہد اعظم ﷺ کی بارگاہِ ناز میں گلہائے عقیدت و نیاز پیش کیے ہیں۔

۲۱ر ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
۹ر اکتوبر ۱۹۹۳ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمدلله العلی القدیر، السمیع البصِیر ، الفعال لمایرِید و اکمل الصلوت واجمل التحیات علی خیر خلق الله وافضل رسله سیدنا ومولانا محمدن المصطفی الذی ارسله ربه رحمة للعالمین وبعثه شاھداومبشراً ونذیراً وداعیاً الی الله باذنه وسراجاً منِیرا وعلی آله وأصحابه وأولیاءِ أمته ذوی الکرامات الباهرة والبرکات السامیة-

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوقوتیں عطا فرمائی ہیں:

1-قوتِ نظریہ، اس کا کمال یہ ہے کہ حقائق کو اس طرح پہچانا جائے جس طرح وہ واقع میں ہیں-

2-قوتِ عملیہ، اس کا کمال یہ ہے کہ افعال کو اس طرح ادا کیا جائے جس طرح انہیں ادا کرنے کا حق ہے----- دین اور فلسفہ دونوں کا مقصد یہ ہے کہ ان دوقوتوں کی تکمیل کر کے دنیا وآخرت کی سعادت حاصل کی جائے اور مبدأ و معاد (خالقِ کائنات اور آخرت) کی معرفت حاصل کی جائے، فرق یہ ہے کہ عقل دین میں ہدایتِ ربانی کی پیروی کرتی ہے اور فلسفہ میں خواہشِ نفس کی-

مبدأ و معاد کی معرفت کے دو طریقے ہیں: (۱) نظر و استدلال (۲) ریاضت و مجاہدہ، پہلے طریقے کو اختیار کرنے والے کسی ملت اور دین کے پیروکار ہیں تو انہیں متکلمین کہا جاتا ہے، اور اگر کسی ملت کے پیروکار نہیں، تو انہیں حکماء مشائیہ کہا جاتا ہے، جیسے ارسطو، فارابی اور ابنِ سینا، دوسرے طریقے پر چلنے والے اگر شریعت کے موافق ہیں، تو وہ صوفیہ ہیں ورنہ وہ حکماء اشراقیہ، جیسے افلاطون اور شیخ شہاب الدین مقتول-[1]

---

[1] عبدالنبی احمد نگری، القاضی: دستور العلماء، (طبع، بیروت) ۱/۱۷۱

افلاطون کے شاگرد تین طرح کے تھے:

۱- **اشراقیہ**: یہ وہ لوگ تھے، جنہوں نے اپنی عقلوں کو نفسانی کثافتوں سے اس قدر پاک کر لیا تھا کہ وہ الفاظ اور اشارات کے بغیر براہِ راست افلاطون کے دماغ سے علومِ حکمت حاصل کرتے تھے- (جسے آج کی اصطلاح میں ٹیلی پیتھی کہا جاتا ہے)

۲- **رواقیہ**: وہ شاگرد تھے جو افلاطون کی مجلس میں حاضر ہو کر اس سے حکمت کا درس لیتے تھے اور اس کے الفاظ اور اشارات سے استفادہ کرتے تھے-

۳- **مشّائیہ**: جب افلاطون سوار ہو کر چلتا تو یہ لوگ اس کے ہمرکاب چلتے اور حکمت کا استفادہ کرتے تھے-[1]

اس تفصیل کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو قوتِ نظریہ عطا فرمائی ہے تو اسے فکر و نظر سے جلا ملتی ہے اور ریاضت و مجاہدہ سے اس کے ادراکات میں ترقی واقع ہوتی ہے، حقائقِ واقعیہ اس پر منکشف ہوتے ہیں، اس میں شریعت کی پیروی کرنے یا نہ کرنے والے کی کوئی تخصیص نہیں، البتہ حقائقِ واقعیہ تک صحیح رسائی ان ہی لوگوں کا حصہ ہے، جو وحیٔ الٰہی اور سنت نبوی کی اتباع کرتے ہیں، ان کے لیے عالمِ غیب کا دروازہ کھل جاتا ہے، آئندہ ہونے والے واقعات ان پر ظاہر کر دیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ نیند بلکہ بیداری میں بھی ملائکہ اور ارواحِ انبیاء کرام علیہم السلام کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں اور ان سے استفادہ کرتے ہیں-

حجۃ الاسلام امام ابو حامد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ علوم دینیہ حاصل کرنے کے بعد طریقت کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مجھے یقین ہے کہ صوفیاءِ کرام ہی اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے والے ہیں، ان کی سیرت بہترین سیرت، ان کا راستہ صحیح ترین راستہ، اور ان کے اخلاق، پاکیزہ اخلاق ہیں، ان کے ظاہر و باطن کی تمام

---

[1] عبد النبی احمد نگری، القاضی: دستور العلماء (طبع بیروت) ۲/۱۴۴

حرکات وسکنات، مشکوٰۃِ نبوت کے نور سے مستفاد ہیں اور روئے زمین پر نورِ نبوت کے علاوہ کوئی نور نہیں ہے، جس سے روشنی حاصل کی جاسکے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: (اور اسی نکتہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں)

صوفیاء کرام ہی ہیں، جو بیداری میں ملائکہ اور ارواحِ انبیاء کی زیارت کرتے ہیں، ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں، پھر حال، صورتوں اور مثالوں کی زیارت سے ترقی کر کے ان مقامات تک پہنچتا ہے، جن کے بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔[1]

راقم نے اس موضوع کے مناسب چند حوالے "مدینۃ العلم" کے آخر میں نقل کیے ہیں، موقع کی مناسبت سے اس جگہ ان کا نقل کر دینا موجب بصیرت و اطمینان ہوگا۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم اپنے رب کے پاس رات گزارتے ہیں، وہ ہمیں کھلاتا اور پلاتا ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو عالم غیب کے احوال کا زیادہ علم ہوگا، اس کے دل میں کمزوری کم اور طاقت زیادہ ہوگی، اسی طرح جب بندہ طاعتوں پر مداومت کرتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اُس کے کان اور آنکھیں ہوتا ہوں، جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور کان بن جائے تو وہ قریب اور دور سے سنے گا اور جب وہ نور بینائی بن جائے، تو قریب اور دور کو دیکھے گا۔[2]

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ

---

[1] (الف) عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (طبع، بیروت) ۲/ ۲۵۷

(ب) محمد بن محمد غزالی، امام: المنقذ من الضلال (طبع، ترکیا) ص ۳۳-۳۴

[2] محمد بن عمر بن حسین رازی، امام: تفسیر کبیر (المطبعۃ البہیۃ، مصر) ۲۱/ ۹۱

اللہ" (مومن کی فراست سے ڈرو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے)
پھر آپ نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی: " اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ "
(بے شک اس میں فراست والوں کے لیے نشانیاں ہیں)

یہ حدیث امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔

اس جگہ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ فراست کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم، فراستِ ایمانیہ ہے، اس کا سبب وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈالتا ہے، اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک خیال اس تیزی سے دل پر وارد ہوتا ہے جیسے شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ فراست فَرِیْسَةٌ ہی سے مشتق ہے، یہ فراست ایمان کی قوت کے مطابق ہوگی، جس کا ایمان زیادہ قوی ہوگا، اس کی فراست بھی تیز ہوگی، حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فراست نفس کو حاصل ہونے والا کشف اور غیب کا مشاہدہ ہے اور یہ ایمان کے مقامات میں سے ہے۔[1]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے عروج و کمال اور علوم کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے تے ہیں:

میں ایک تجلی کے بعد دوسری تجلی کو عبور کرتے ہوئے اصلِ تجلیات اسمِ رحمٰن تک پہنچ گیا، جب اسمِ رحمٰن میری ذات میں اُترا اور جلوہ گر ہوا، تو میں نے ہر مقام، ہر علم ہر کمال دیکھا جو پہلے انسانی فرد کو حاصل ہوا، میں اس آدم کی بات نہیں کرتا، بلکہ پہلے آدم سے لے کر آخر زمانہ تک پائے جانے والے آخری انسان تک جتنے علوم و کمالات حاصل ہوئے، خواہ اس دنیا میں یا قبر

---

[1] ...ن بن سلطان محمد القاری، علامہ: شرح الفقہ الاکبر (مصطفےٰ البابی، مصر) ص ۸۰

ہیں، روز حساب یا جنت میں، میں نے ان سب کا احاطہ کرلیا کہ ان میں کوئی تصادم نہیں (اس کے بعد فرماتے ہیں) میں نے افلاک، معادن، درختوں، چار پایوں، فرشتوں، جنوں، لوح وقلم، حضرت اسرافیل اور جو کچھ موجود ہو چکا ہے، سب کے کمالات کا کامل اور مکمل احاطہ کرلیا۔[1]

قطب زمانہ حضرت عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ایک ولی مغرب میں ہو اور وہ سوڈان یا بصرہ کے ولی سے کلام کرنا چاہے تو تُو اسے دیکھے گا کہ وہ اس طرح کلام کرے گا جیسے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے کلام کر رہا ہو، اور جب تیسرا ان سے کلام کرنا چاہے گا، تو وہ بھی کلام کرے گا----اسی طرح چوتھا، یہاں تک کہ تمام اولیاء کرام کی جماعت کو دیکھوگے، جن میں سے ہر ایک الگ خطے میں ہے اور وہ اس طرح گفتگو کر رہے ہوں گے، جیسے ایک جگہ اکٹھے ہوں۔[2]

غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے امام، شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

اسی طرح جب اولیاء کرام کے دل غفلت کے زنگ اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی طرف سے پاک ہو جاتے ہیں، تو وہ حظیرۃ القدس (عالمِ بالا) کے لیے آئینوں کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں، مثلاً جب حظیرۃ القدس میں کسی چیز کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو اکثر صالحین اس کے واقع ہونے سے پہلے اسے نیند یا بیداری میں دیکھ لیتے ہیں۔[3]

دیوبندی مکتب فکر کے علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

اولیاء کرام اس جہان میں اشیاء کے موجود ہونے سے پہلے جو کچھ دیکھتے

---

[1] ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: التفہیمات (حیدرآباد، سندھ) ۲/۹۰-۸۹

[2] احمد بن مبارک، علامہ: الابریز (مصطفےٰ البابی، مصر) ص ۱۷

[3] محمد اسمٰعیل دہلوی: صراط مستقیم، فارسی (طبع، لاہور) ص ۳۷

ہیں، ان کے لیے بھی ایک قسم کا وجود ہے، جیسے کہ حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مدرسہ کے پاس سے گزر ہوا، ہوا کا ایک جھونکا آیا، تو فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، تو وہاں سے حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی پیدا ہوئے اور جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم یمن سے اللہ تعالیٰ (کے بندے کی) خوشبو محسوس کرتے ہیں، تو وہاں سے حضرت اویس قرنی پیدا ہوئے۔[1]

حافظ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آئینہ سکندر، جامِ جم است بنگر　　　　تا بر تو عرضہ گردد احوال ملک دارا

(تیرے پاس آئینہ سکندر اور جامِ جمشید موجود ہے، اس میں تو دیکھ تو سہی، تجھ پر دارا کے ملک کے حالات منکشف ہو جائیں گے)

اس مقام پر پہنچ کر چند لمحوں کے لیے آپ کو ایک بار پھر پیچھے لے جانا چاہتا ہوں، ترمذی شریف کی حدیث کے مطابق بندۂ مومن (ولی) اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے اور امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور کسی کی بینائی بن جائے تو وہ قریب و بعید کو دیکھتا ہے، بقول محمد اسمٰعیل دہلوی، جب دل کا زنگ دور ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی طرف توجہ سے بالکل پاک ہو جائے، تو وہ حظیرۃ القدس (عالمِ بالا) کے لیے آئینہ کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے اور آئندہ پیدا ہونے والی چیزوں کی جھلک اس میں دکھائی دیتی ہے، یہی بات انور شاہ کشمیری نے بھی کہی ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو خود اپنے بارے میں بیان کیا: کہ میں یکے بعد دیگرے تجلیات کو طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچا کہ جو کچھ معرضِ وجود میں آچکا ہے، اس میں سے ہر ایک کے کمالات کا میں نے مکمل احاطہ کر لیا۔

---

[1] محمد انور شاہ کشمیری: فیض الباری (مطبعہ حجازی قاہرہ) ۱/۱۸۳

اب آپ خود ہی سوچئے کہ جب ایک ولی کی روحانی اور علمی پرواز کا یہ عالم ہے اور وسعت مشاہدہ کا یہ حال ہے تو اولیاء کاملین، شہداء، صدیقین، صحابہ کرام، اہل بیت عظام، پھر انبیاء کرام اور خصوصاً انبیاء و رُسل کے امام اور تاجدار ﷺ کے علم اور مشاہدہ کی وسعت کا کیا عالم ہوگا؟

سرکارِ دوعالم ﷺ کی قوت مشاہدہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو دیگر قوتوں کی طرح قوت مشاہدہ بھی بے مثل عطا فرمائی ہے، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لَهٗ هِمَمٌ لَا مُنْتَهٰى لِكُبَارِهَا　　وَهِمَّتُهُ الصُّغْرٰى اَجَلُّ مِنَ الدَّهْرِ

لَهٗ رَاحَةٌ لَوْ اَنَّ مِعْشَارَ جُوْدِهَا　　عَلَى الْبَرِّ كَانَ الْبَرُّ اَنْدٰى مِنَ الْبَحْرِ [1]

نبی اکرم ﷺ کی بڑی ہمتوں کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں ہے، آپ کی چھوٹی ہمت بھی زمانے بھر سے بلند و بالا ہے۔

آپ کے دست اقدس کی سخاوت کا دسواں حصہ بھی خشکی پر تقسیم کر دیا جائے تو خشکی سخاوت میں سمندر سے بڑھ جائے۔

آج سائنسی ترقی کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں میل دور ہونے والی نقل و حرکت ٹیلی ویژن کی سکرین پر دیکھی جا سکتی ہے اور آوازیں سنی جا سکتی ہیں، اطلاعات نشر کی جاتی ہیں۔

کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ بات نہیں ہے؟ کہ تحت الثریٰ سے لے کر عرش تک تمام مخلوقات اپنے حبیب مکرم ﷺ پر منکشف کر دے، اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ کا امکان ثابت کرنے کے لیے آیۂ کریمہ "اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ" سے استدلال کرنے والوں کو اس وقت یہ آیت مبارکہ کیوں بھول جاتی ہے؟

---

[1] علی الاقشہری بن عثمان: مختصر الدسوقی علی مختصر المعانی (طبع قم ایران) ص ۲۹۹

چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:

1- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز خود پڑھائی، پھر منبر شریف پر جلوہ افروز ہو کر نماز اور رکوع کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''اِنِّی لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ کُمْ کَمَا اَرَاکُمْ ''[1]

''بے شک ہم تمہیں پیچھے سے دیکھتے ہیں جیسے کہ تمہیں (آگے سے) دیکھتے ہیں۔''

2- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی، پچھلی صفوں میں ایک شخص نے صحیح طرح نماز ادا نہ کی، رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے فلاں! کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ تو نہیں دیکھتا کہ نماز کس طرح پڑھتا ہے؟

اِنَّکُمْ تُرَوْنَ اَنَّہٗ یَخْفٰی عَلَیَّ شَیْءٌ مِّمَّا تَصْنَعُوْنَ ط وَاللّٰہِ اِنِّیْ اَرٰی مِنْ خَلْفِیْ کَمَا اَرٰی مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)[2]

ترجمہ: تمہارا خیال یہ ہے کہ تم جو کچھ کرتے ہو، اس میں سے کوئی چیز ہم پر مخفی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم! آگے کی طرح ہم پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔

3- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارا گمان ہے کہ ہماری توجہ صرف اس طرف ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم پر نہ تو تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور نہ ہی رکوع، ہم تمہیں پشت کے پیچھے (بھی) دیکھتے ہیں۔[3]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ پشت کے پیچھے کھڑے ہونے والے افراد ہی کو نہیں دیکھتے بلکہ ان کے دلوں کی کیفیات بھی ملاحظہ فرماتے تھے، کیونکہ خشوع، دل

---

[1] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری شریف (رشیدیہ، دہلی) ۱/۵۹

[2] محمد بن عبداللہ خطیب، امام: مشکوۃ المصابیح (ایچ، ایم، سعید کمپنی، کراچی) ص ۷۷

[3] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری شریف (رشیدیہ، دہلی) ۱/۵۹

کی کیفیت کا نام ہے۔

4- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اندھیرے میں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے۔[1]

5- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک ہم اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہے ہیں۔[1]

6- حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

کیا تم وہ کچھ دیکھ رہے ہو جو ہم دیکھ رہے ہیں؟ ہم تمہارے گھروں پر بارش کی طرح فتنوں کے واقع ہونے کے مقامات دیکھ رہے ہیں۔[2]

مستقبل میں آنے والے فتنوں کو ملاحظہ فرمایا۔

7- حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز کسوف پڑھانے کے بعد خطبہ دیا، اس میں ارشاد فرمایا:

جو چیز ہم نے نہیں دیکھی تھی، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ، وہ ہم نے اس جگہ دیکھ لی۔[3]

8- ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں، تمہیں سلام کہتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کہا:

وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حضور! آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں، جو میں نہیں دیکھتی۔[4]

9- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت ہمارے کندھوں کے درمیان

---

[1] عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، امام: خصائص کبریٰ (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ۱/۶۱

[2] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری شریف، (رشیدیہ، دہلی) ۱/۱۷۹

[3] ایضاً: ۱/۲۵۲

[4] ایضاً: ۱/۱۸

[5] ایضاً: ۱/۵۳۲

رکھا، تو ہم نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی:

''فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''[1]

تو میں نے وہ سب جان لیا جو آسمانوں اور زمین میں ہے-

اس حدیث کو حضرت عبدالرحمٰن بن عایش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا-

10- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت، میرے کندھوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دونوں پستانوں کے درمیان محسوس کی-

''فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَّعَرَفْتُ ''-[2]

ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے پہچان لی-

11- دنیا اور آخرت کی جو چیز بھی ہونے والی ہے، مجھ پر پیش کی گئی-[3]

اس حدیث کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا-

12- گذشتہ رات میری امت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی، یہاں تک کہ میں ان میں سے ایک شخص کو اتنا جانتا ہوں کہ اس کا ساتھی بھی اتنا نہیں پہچانتا، میری امت مٹی کی صورتوں میں پیش کی گئی- (طب، والضیاء، عن حذیفۃ بن اسید)[4]

13- حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے زمین کو لپیٹ دیا، تو ہم نے اس کے مشرق اور مغربی حصوں کو دیکھا-[5]

---

[1] محمد بن عبداللہ خطیب، امام: مشکوۃ شریف (مطبوعہ کراچی) ص ۷۰

[2] (ا) محمد بن عبداللہ خطیب، امام: مشکوۃ شریف (مطبوعہ کراچی) ص ۷۲
(ب) احمد بن حنبل، امام: مسند امام احمد (طبع، بیروت) ۲۴۳/۵

[3] ایضاً: ۴/۱۳۳

[4] علی متقی، امام: کنز العمال (طبع، حلب) ۱۰۸/۱۱

[5] مسلم بن حجاج قشیری، امام: صحیح مسلم شریف (رشیدیہ، دہلی) ۳۹/۲

14- حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَاِلٰی مَاهُوَ کَائِنٌ فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی هٰذِهٖ کَفِّیْ۔[1]

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو پیش فرمادیا، تو میں اسے اور اس میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو اس طرح دیکھتا ہوں، جس طرح میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

''فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا'' جملہ اسمیہ ہے، جس کی خبر فعل مضارع ہے اور ایسا جملہ اسمیہ دوام تجددی پر دلالت کرتا ہے، جیسے کہ علم معانی میں بیان کیا گیا ہے، لہذا اس جملے کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی اکرم ﷺ دنیا اور آخرت میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو دوام تجددی کے ساتھ ملاحظہ فرمارہے ہیں، نظر کی یہ وسعت دنیا کی زندگی میں تھی، عالم آخرت جو دنیا سے کہیں وسیع ہے اس میں نظر کی وسعت کا کیا عالم ہوگا؟

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ دنیا کی نسبت آخرت کی وسعت کا وہی حال ہے، جو رحم مادر کی تاریکی کی نسبت دنیا کی وسعت کا ہے۔[2]

علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا'' تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دنیا کو اس طرح ظاہر و منکشف فرمادیا کہ اس میں جو کچھ ہے ہم نے سب کا احاطہ کر لیا۔

''کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ هٰذِهٖ'' یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ

---

[1] علی متقی، امام: کنز العمال (طبع، حلب) ۱۱/۳۷۸

[2] محمد بن محمد غزالی، امام: احیاء العلوم (دار المعرفۃ، بیروت) ۴/۴۹۷

نے حقیقۃً دیکھا اور اس احتمال کو رد کر دیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔[1]

سوال: کنز العمال (۶/۹۵) میں ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، ضعیف حدیث کے ساتھ تو عمل سے متعلق احکام بھی ثابت نہیں کیے جا سکتے، حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ کیسے ثابت ہوگا؟

جواب: (۱) اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تین ائمہ محدثین نے روایت کیا ہے:

(۱) امام نعیم بن حماد (م ۲۲۸ھ)

(۲) امام طبرانی (م ۳۶۰ھ)

(۳) امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ (م ۴۳۰ھ)

کنز العمال میں صرف امام نعیم بن حماد کی روایت ذکر کر کے کہا گیا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے، باقی دو سندوں کے بارے میں ضعیف کا حکم نہیں لگایا گیا۔[2]

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کی ایک سند ضعیف ہے، باقی دو سندیں ضعیف نہیں ہیں، حدیث ضعیف متعدد سندوں سے قوت حاصل کر کے حسن لغیرہ بن جاتی ہے، لہٰذا یہ حدیث مبارک ایک سند کے اعتبار سے بھی ضعیف نہیں رہی، بلکہ ترقی کر کے درجۂ حسن کو پہنچ گئی ہے۔

(۲) اس حدیث کا ضعیف ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے، تو ہمارے لیے مضر نہیں، کیونکہ عقیدۂ حاضر و ناظر جن آیات و احادیث سے ثابت ہے، ان کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جا رہا ہے، پیشِ نظر حدیث ہمارے عقیدے کی بنیادی اور مرکزی دلیل نہیں، بلکہ تائیدی اور توثیقی دلیل ہے۔

15- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ: زرقانی علی المواہب (الطبع القدیم) ۷/۲۳۴

[2] علی متقی، علامہ: کنز العمال (مکتبۃ التراث الاسلامی، حلب) ۱۱/۴۲

فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلی فرمائی تو وہ تاریک رات میں دس فرسخ (تیس میل) کے فاصلے سے پتھر پر چلنے والی چیونٹی دیکھ لیتے تھے۔[2]

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے کوہِ طور پر صفاتی تجلی ڈالی تھی، اس کے دیکھنے سے بینائی اس قدر تیز ہوگئی، کہ تیس میل کے فاصلے پر رات کی تاریکی میں چلنے والی چیونٹی دیکھ لیتے تھے، ہمارے آقا و مولا ﷺ کو ذاتِ باری تعالیٰ کے دیدار سے مشرف فرمایا گیا، آپ کے بارے میں ارشاد ہے: "مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" (نظر نہ تو ایک طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی) آپ کی نظر کی وسعت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔؟

مشاہدۂ اعمال

امام ابو عبداللہ قرطبی "التذکرۃ" کے "بَابُ مَا جَآءَ فِیْ شَهَادَةِ النَّبِیِّ ﷺ عَلٰی اُمَّتِهٖ" میں فرماتے ہیں:

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ ہمیں ایک انصاری نے منہال ابن عمرو سے خبر دی کہ انہوں نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر دن صبح و شام نبی اکرم ﷺ کی امت آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے، تو آپ انہیں ان کی علامتوں اور اعمال سے پہچانتے ہیں، اسی لیے آپ ان کے بارے میں گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا"[1]

علامہ ابن کثیر اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

یہ ایک تابعی کا قول ہے اور منقطع ہے، کیونکہ اس کی سند میں ایک مبہم شخص ہے، جس کا نام نہیں لیا گیا، نیز یہ سعید بن مسیب کا قول ہے، اسے انہوں نے

---

[1] محمود آلوسی، علامہ سید: روح المعانی، ۹/۵۳

[2] محمد بن احمد قرطبی، امام: التذکرۃ (المکتبۃ التوفیقیہ) ص ۳۳۹

(ب) ایضاً: الجامع لاحکام القرآن (طبع، بیروت) ۵/۱۹۸

مرفوعاً بیان نہیں کیا۔

تاہم امام قرطبی نے اسے قبول کیا ہے اور اسے بیان کرنے کے بعد فرمایا: اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر پیر اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں، انبیاء کرام، آباء اور ماؤں کے سامنے جمعہ کے دن پیش کیے جاتے ہیں، امام قرطبی نے فرمایا کہ ان روایات میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ہر دن اعمال کا پیش کیا جانا آپ کی خصوصیت ہو اور جمعہ کے دن دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی آپ کے سامنے اعمال پیش کیے جاتے ہوں۔[1]

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم ہمارے سامنے ناموں اور علامتوں کے ذریعے پیش کیے جاتے ہو، لہذا تم ہماری بارگاہ میں اچھی طرح درود شریف پیش کیا کرو۔

یہ حدیث صحیح ہے، اسے امام عبدالرزاق نے مرسلاً روایت کیا۔[2]

یہ بھی ارشاد فرمایا:

ہماری (ظاہری) زندگی تمہارے لیے بہتر ہے، تم گفتگو کرتے ہو اور تمہارے ساتھ بات کی جاتی ہے، جب ہمارا وصال ہو جائے گا، تو ہمارا وصال تمہارے لیے بہتر ہوگا، تمہارے اعمال ہمارے سامنے پیش کیے جائیں گے، پس اگر ہم اچھے اعمال دیکھیں گے، تو اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور اگر برے اعمال دیکھیں گے، تو تمہارے لیے بخشش کی دعا کریں گے، یہ حدیث ابن سعد نے حضرت بکر بن عبداللہ سے مرسلاً روایت کی۔[3]

حضور نبی اکرم ﷺ کا درود شریف پڑھنے والوں کے درود کا سننا بھی مشاہدہ

---

[1] اسمٰعیل بن کثیر القرشی: تفسیر ابن کثیر (عیسیٰ البابی، مصر) ۱/۴۹۹

[2] علی متقی، امام: کنز العمال (طبع، حلب) ۱/۴۹۸

[3] ایضاً: ۱۱/۴۰۷

اعمال میں شامل ہے، امام طبرانی حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو بندہ بھی ہماری بارگاہ میں درود شریف پیش کرتا ہے، اس کی آواز ہمیں پہنچتی ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو، ہم نے عرض کیا کہ آپ کے وصال کے بعد بھی؟ فرمایا: ہمارے وصال کے بعد بھی، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔[1]

امام علامہ سید محمد بن سلیمان جزولی رحمہ اللہ تعالیٰ، دلائل الخیرات کی فصل ''فَضل الصَّلوٰۃ عَلَی النَّبِی ﷺ'' میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ہم اپنی محبت والوں کا درود سنتے ہیں، دوسروں کا درود ہم پر پیش کیا جاتا ہے۔

شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

علماء امت کے مذاہب اور اختلافات کی کثرت کے باوجود کسی ایک شخص کا بھی اس مسئلے میں اختلاف نہیں ہے، کہ نبی اکرم ﷺ مجاز کے شائبہ اور تاویل کے وہم کے بغیر، حقیقی حیات کے ساتھ دائم و باقی اور اعمالِ امت پر حاضر و ناظر ہیں۔[2]

عقیدۂ حاضر و ناظر

حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے حاضر و ناظر کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کی بشریت مطہرہ اور جسم خاص ہر جگہ ہر شخص کے سامنے موجود ہے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے مقامِ رفیع پر فائز ہونے کے باوجود تمام کائنات کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ملاحظہ فرماتے ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ اپنی روحانیت اور بشریت کے اعتبار سے بیک وقت متعدد

---

[1] ابن القیم، علامہ: جلاء الافہام (طبع فیصل آباد) ص ۶۳

[2] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مکتوبات بر حاشیہ اخبار الاخیار (طبع سکھر) ص ۱۵۵

مقامات پر تشریف فرما ہو سکتے ہیں اور اولیاء کرام خواب اور بیداری میں آپ کے جمال اقدس کا مشاہدہ کرتے ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ بھی انہیں رحمت وعنایت سے مسرور و محظوظ فرماتے ہیں، گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ تعالیٰ کے حرمِ خاص میں موجود ہونا اور اپنے غلاموں کے سامنے جلوہ فگن ہونا، سرکار کے حاضر ہونے کے معنی ہیں اور انہیں اپنی نظر مبارک سے دیکھنا حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ناظر ہونے کا مفہوم ہے --- یہ بھی پیش نظر رہے کہ یہ عقیدہ ظنیہ اور از قبیل فضائل ہے، اس کے لیے دلائلِ قطعیہ کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ دلائلِ ظنیہ بھی مفید مقصد ہیں۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ، تفضیل رسل کی بحث میں فرماتے ہیں:

مخفی نہ رہے کہ یہ مسئلہ ظنی ہے اور ظنی مسائل میں ظنی دلائل کافی ہوتے ہیں[1]

علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

حاصل جواب یہ ہے کہ اعتقادی مسائل دو قسم کے ہیں: (۱) وہ مسائل جن میں یقین مطلوب ہوتا ہے جیسے واجب الوجود کا ایک ہونا اور نبی اکرم ﷺ کا سچا ہونا (۲) وہ مسائل جن میں ظن کافی ہوتا ہے، جیسے یہ مسئلہ ہے، پہلی قسم میں ظنی دلیل کافی نہیں ہوتی، جبکہ دوسری قسم میں کافی ہوتی ہے۔[2]

آئندہ صفحات میں یہ عقیدہ قرآن وحدیث اور ارشادات سلف وخلف سے پیش کیا جاتا ہے، سرکارِ دو عالم ﷺ کی وسعت نظر اور مشاہدہ کا بیان کسی قدر گزشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے۔

آیات مبارکہ

1 - ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا '' (الاحزاب، ۳۳/۴۵)

---

[1] مسعود بن عمر تفتازانی، علامہ: شرح عقائد (طبع لکھنؤ) ص ۱۳۶

[2] عبدالعزیز پرہاروی، علامہ: نبراس، ص ۵۹۸

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! بے شک ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بھیجا۔

علامہ ابوالسعود (م ۹۵۱ھ) اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اے نبی! ہم نے آپ کو ان لوگوں پر شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر بھیجا، جن کی طرف آپ مبعوث ہیں، آپ ان کے احوال و اعمال کا مشاہدہ اور نگرانی کرتے ہیں، آپ ان سے صادر ہونے والی تصدیق و تکذیب اور ہدایت و ضلالت کے بارے میں گواہی حاصل کرتے ہیں اور قیامت کے دن آپ ان کے حق میں یا ان کے خلاف جو گواہی دیں گے، وہ مقبول ہوگی۔[1]

علامہ سلیمان جمل نے ''الفتوحات الالٰہیۃ'' (ج ۳، ص ۴۴۲) اور علامہ سید محمود آلوسی نے تفسیر ''روح المعانی'' (ج ۲۲، ص ۴۵) میں یہی تفسیر کی ہے۔

امام محیی السنۃ علاء الدین خازن رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۴۱ھ) نے ایک تفسیر یہ بیان کی ہے:

''شَاهِدًا عَلَى الْخَلْقِ كُلِّهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ''[2]

آپ ﷺ قیامت کے دن تمام مخلوق پر گواہ ہوں گے۔

نبی اکرم ﷺ کی دعوت اسلام ہر مومن اور کافر کو شامل ہے، لہٰذا امت دعوت میں ہر مومن اور کافر داخل ہے، البتہ امت اجابت میں صرف وہ خوش قسمت افراد داخل ہیں، جو حضور سید عالم ﷺ کی دعوت پر مشرف بہ اسلام ہوئے، آیت مبارکہ کی تفسیر میں ''عَلٰى مَنْ بُعِثْتَ اِلَيْهِمْ'' (جن کی طرف آپ کو بھیجا گیا) اور ''عَلَى الْخَلْقِ كُلِّهِمْ'' کہہ کر حضرات مفسرین نے اشارہ کیا ہے کہ آپ صرف اہل ایمان ہی نہیں، بلکہ کافروں کے احوال بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں، اسی لیے آپ مومنوں کے حق میں اور کافروں کے خلاف گواہی دیں گے۔

---

[1] محمد بن محمد العمادی، ابوالسعود امام: تفسیر ابوالسعود (احیاء التراث العربی، بیروت) ۴۲/۷

[2] علی بن محمد البغدادی الشہیر بالخازن: تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل (مصطفےٰ البابی، مصر) ۲۶۶/۵

علامہ سید محمود الوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بعض اکابر صوفیہ نے اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو اپنے بندوں کے اعمال پر آگاہ کیا اور آپ نے انہیں دیکھا، اسی لیے آپ کو شاہد کہا گیا۔[1]

مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ فرماتے ہیں:

درنظر بودش مقامات العباد　　　زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

بندوں کے مقامات آپ کی نظر میں تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شاہد رکھا۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے فرمان ''شَاهِدًا'' میں کئی احتمال ہیں (پہلا احتمال یہ ہے کہ) آپ قیامت کے دن مخلوق پر گواہی دینے والے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا'' (اور رسول تم پر گواہ ہوں گے اور نگہبان) اسی بناء پر نبی اکرم ﷺ شاہد بنا کر بھیجے گئے ہیں، یعنی آپ گواہ بنتے ہیں اور آخرت میں آپ شہید ہوں گے، یعنی اس گواہی کو ادا کریں جس کے آپ حامل بنے تھے۔[2]

علامہ اسمٰعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں آپ کی سنت کی حقیقی پیروی کی جائے اور یہ یقین رکھا جائے کہ آپ موجودات کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں، آپ ہی محبوبِ ازلی ہیں، باقی تمام مخلوق آپ کے تابع ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔

چونکہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی پہلی مخلوق ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ کی

---

[1] محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی، ۲۲/۴۵

[2] محمد بن عمر بن حسین الرازی، امام: تفسیر کبیر (مطبعہ بھیہ، مصر) ۲۵/۲۱۶

وحدانیت اور ربوبیت کے شاہد ہیں اور عدم سے وجود کی طرف نکالی جانے والی تمام ارواح، نفوس، اجرام و ارکان، اجسام واجساد، معدنیات، نباتات، حیوانات، فرشتوں اور جنات، شیاطین اور انسانوں وغیرہ کے شاہد ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے افعال کے اسرار، عجائب صنعت اور غرائب قدرت میں سے جس چیز کا ادراک مخلوق کے لیے ممکن ہو، وہ آپ کے مشاہدہ سے خارج نہ رہے، آپ کو ایسا مشاہدہ عطا کیا کہ کوئی دوسرا اس میں آپ کے ساتھ شریک نہیں۔

اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عَلِمْتُ مَاكَانَ وَمَاسَيكُوْنَ'' (ہم نے جان لیا، وہ سب، جو ہو چکا اور جو ہوگا) کیونکہ آپ نے سب کا مشاہدہ کیا، اور ایک لمحہ بھی غائب نہیں رہے، آپ نے آدم علیہ السلام کی پیدائش ملاحظہ فرمائی، اسی لیے فرمایا: ''كُنْتُ نَبِيّاوَّ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ'' (ہم اس وقت بھی نبی تھے، جب کہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے، یعنی ہم پیدا کیے گئے تھے اور جانتے تھے کہ ہم نبی ہیں اور ہمارے لیے نبوت کا حکم کیا گیا ہے، جبکہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کا جسم اور رُوح پیدا نہیں کیے گئے تھے، آپ نے ان کی پیدائش اور اعزاز واکرام کا مشاہدہ کیا اور خلاف ورزی کی بنا پر جنت سے نکالا جانا ملاحظہ فرمایا۔

آپ نے ابلیس کی پیدائش دیکھی اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے سبب اس پر جو کچھ گزرا، اسے راندۂ درگاہ اور ملعون قرار دیا گیا سب کچھ ملاحظہ فرمایا، ایک حکم کی مخالفت کی بنا پر اس کی طویل عبادت اور وسیع علم رائیگاں گیا، انبیاء ورسل اور ان کی امتوں پر وارد ہونے والے حالات کے علوم آپ کو حاصل ہوئے۔[1]

---

[1] اسمٰعیل حقی، علامہ: روح البیان (داراحیاء التراث العربی، بیروت) ۹/۱۸

2- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا" (البقرہ، ۲/۱۴۳) اور یہ رسول تمہارے گواہ (اور حاضر وناظر) ہیں۔

علامہ اسمٰعیل حقی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے گواہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نورِ نبوت کے ذریعے ہر دیندار کے بارے میں جانتے ہیں کہ اس کے دین کا مرتبہ کیا ہے اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس حجاب کو بھی جانتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ کمالِ دین سے روک دیا گیا ہے، پس آپ امتیوں کے گناہوں، ان کے ایمان کی حقیقت، ان کے اعمال، نیکیوں، برائیوں اور اخلاص ونفاق وغیرہ کو جانتے ہیں۔[1]

امام علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ اپنی امت کو ملاحظہ فرماتے ہیں، ان کے احوال، نیتوں عزائم اور خیالات کو جانتے ہیں اور اس سلسلے میں آپ کی حیاتِ مبارکہ اور وصال میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ سب کچھ آپ پر عیاں ہے اور اس میں کچھ پوشیدگی نہیں ہے۔[2]

3- "وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا" (النساء: ۴/۴۱)

ان آیات مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کو شاہد اور شہید کہا گیا ہے، ان دونوں کا مصدر شہادت ہے، آیئے دیکھیں کہ علماءِ لغت اور ائمۂ دین نے اس کا کیا معنیٰ بیان کیا ہے:

---

۱ (ا) اسمٰعیل حقی، امام: روح البیان، ۱/۲۴۸

(ب) عبدالعزیز محدث دہلوی، علامہ شاہ: تفسیر عزیزی، فارسی (طبع، دہلی) ۱/۵۱۸

۲ (ا) ابن الحاج، امام: المدخل (دارالکتاب العربی، بیروت) ۱/۲۵۲

(ب) احمد بن قسطلانی، امام: مواہب لدنیہ مع الزرقانی (طبع مصر ۱۲۹۲ھ) ۸/۳۴۸

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۵۰۲ھ) فرماتے ہیں:

شہود اور شہادت کا معنی مشاہدہ کے ساتھ حاضر ہونا ہے، مشاہدہ آنکھ سے ہو یا بصیرت سے، شہادت اس قول کو کہتے ہیں جو آنکھ یا بصیرت کے مشاہدے سے حاصل ہونے والے علم کی بناء پر صادر ہو، رہا شہید، تو وہ گواہ اور شے کا مشاہدہ کرنے والے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہی معنی ہے (جس کا ترجمہ ہے) کیا حال ہوگا؟ جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔[1]

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

شہادت، مشاہدہ اور شہود کا معنی دیکھنا ہے، جب تم کسی چیز کو دیکھو گے تو تم کہتے ہو: شَاهَدْتُ كَذَا (میں نے فلاں چیز دیکھی) چونکہ آنکھ کے دیکھنے اور دل کے پہچاننے میں شدید مناسبت ہے، اس لیے دل کی معرفت اور پہچان کو بھی مشاہدہ اور شہود کہا جاتا ہے۔[2]

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

شہادت کی تین شرطیں ہیں، جن کے بغیر وہ مکمل نہیں ہوتی:

(۱) حاضر ہونا (۲) جو کچھ دیکھا ہے اسے محفوظ رکھنا (۳) گواہی کا ادا کرنا۔[3]

امام ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ (م۴۶۵ھ) فرماتے ہیں:

وَمَعْنَى الشَّاهِدِ اَلْحَاضِرُ فَكُلُّ مَاهُوَ حَاضِرٌ قَلْبَكَ فَهُوَ شَاهِدُكَ"[4]

شاہد کا معنی حاضر ہے، پس جو تیرے دل میں حاضر ہو وہ تیرا شاہد ہے۔

---

[1] حسین بن محمد المقلب بالراغب الاصفہانی: المفردات (نور محمد، کراچی) ص ۲۷۰-۲۶۹

[2] محمد بن عمر حسین رازی، امام: تفسیر کبیر (المطبعۃ المصریہ) ج ۴/۱۱۴-۱۱۳

[3] محمد بن احمد قرطبی، امام: التذکرہ (المکتبۃ التوفیقیہ) ص ۱۸۳

[4] عبد الکریم بن ہوازن ابو القاسم، امام: الرسالۃ القشیریہ (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۴۷

قرآن پاک سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ شاہد ہیں اور شاہد کا معنی حاضر ہے، جیسے امام قشیری نے فرمایا، امام اصفہانی کے مطابق شہادت کا معنی حضور مع المشاہدۃ ہے، خواہ مشاہدہ سر کی آنکھوں سے ہو یا دل کی بصیرت سے کہنے دیجئے کہ قرآن پاک کی آیات سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور سید یوم النشور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حاضر و ناظر بنایا ہے، اس عقیدے کو اپنی نادانی اور جہالت کی بنا پر کوئی شخص نہیں مانتا، تو بے شک نہ مانے، لیکن اسے شرک قرار دینے کا قطعاً جواز نہیں ہے۔

حضور سید عالم ﷺ کس نسبت سے حاضر و ناظر ہیں؟ اس سے پہلے مستند تفاسیر کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے، امام رازی اور امام خازن نے فرمایا کہ آپ قیامت کے دن تمام مخلوق پر گواہ ہوں گے، امام ابو سعید نے فرمایا: جن کی طرف آپ کو بھیجا گیا، اس کا مطلب بھی وہی ہے جو امام رازی نے بیان کیا، کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

''اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً''[1] ہم تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے ہیں

مخالفین کہتے ہیں کہ شاہد اور شہید کے الفاظ دوسرے لوگوں کے لیے بھی وارد ہوئے ہیں، کیا آپ انہیں بھی نبی اکرم ﷺ کی طرح حاضر و ناظر مانیں گے؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر شاہد اپنی شہادت کے دائرہ کار تک حاضر و ناظر ہوتا ہے، حضور نبی اکرم ﷺ تو تمام امت اور تمام مخلوق کے شاہد ہیں، کوئی شاہد ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا، جس کی شہادت کا دائرہ اتنا وسیع ہو، لہذا نبی اکرم ﷺ کی طرح کسی کو حاضر و ناظر ماننے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

5- ''اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ'' (الاحزاب: ٦/٣٣)

علامہ سید محمود الوسی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

(اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى) اَىْ اَحَقُّ وَاَقْرَبُ اِلَيْهِمْ (مِنْ اَنْفُسِهِمْ)[2]

---

[1] مسلم بن حجاج قشیری، امام: صحیح مسلم شریف (طبع، کراچی) ۱/۱۹۹

[2] محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی، ۲۱/۱۵۱

نبی ان کی جانوں کی نسبت زیادہ حق رکھتے ہیں اور ان کے زیادہ قریب ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے:

پیغمبر نزدیک تر است بمومناں از ذات ہائے ایشاں۔[1]

پیغمبر مومنوں کے ان کی ذوات سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

دیوبندی مکتب فکر کے پہلے امام، محمد قاسم نانوتوی کہتے ہیں:

''اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ ''جس کے معنی یہ ہیں کہ نبی نزدیک ہے مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے، یعنی ان کی جانیں ان سے اتنی نزدیک نہیں، جتنا نبی ان کے نزدیک ہے، اصلی معنی اولیٰ کے اقرب ہیں۔[2]

اللہ اکبر! عقیدۂ حاضر وناظر کی یہ کتنی کھلی تائید اور ترجمانی ہے؟ اب بھی اگر کوئی شخص نہ مانے، تو ہمارے پاس اس کا کیا علاج ہے۔؟

کیا یہ قرب صرف صحابۂ کرام سے خاص تھا، یا قیامت تک آنے والے تمام مومنوں کو شامل ہے؟ اس سلسلے میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ خود کریں۔

''مَامِنْ مُّؤْمِنٍ اِلَّا وَاَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِہٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ''[3]

ہم دنیا وآخرت میں دوسرے تمام لوگوں کی نسبت ہر مومن کے زیادہ قریب ہیں۔

6- ''وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ''(الانبیاء:۲۱/۱۰۷)

اے حبیب! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا، مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت۔

---

۱ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ، فارسی (مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر) ۱/۸۱

۲ (ا) محمد قاسم نانوتوی: آب حیات (مجتبائی، دہلی) ص ۴۷

(ب) ایضاً: تحذیر الناس (مکتبہ امدادیہ، دیوبند) ص ۱۰

۳ محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری (مجتبائی، دہلی) ۲/۷۰۵

یہ بھی ارشادِ ربانی ہے:

"وَمَايَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ اِلَّاهُوَ" (المدثر:۷۴/۳۱)

اور تیرے رب کے لشکروں کو وہی جانتا ہے۔

ان آیات کے پیش نظر ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات بے شمار ہیں اور ہمارے آقا و مولا محمد مصطفےٰ ﷺ ان سب کے لیے رحمت ہیں، یہ تعلق سمجھنے کے لیے درج ذیل تصریحات ملاحظہ ہوں، علامہ الوسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کا تمام جہانوں کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے مطابق جو فیض الٰہی وارد ہوتا ہے، حضور سید عالم نور مجسم ﷺ اس فیض کا واسطہ ہیں، اسی لیے آپ کا نور سب سے پہلے پیدا کیا گیا، حدیث شریف میں ہے: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ دینے والا اور ہم تقسیم کرنے والے ہیں، اس سلسلے میں صوفیاء کرام کا کلام کہیں بڑھ چڑھ کر ہے![1]

علامہ اسمٰعیل حقی (م ۱۱۳۷ھ) "تفسیر عرائس البیان" کے حوالے سے فرماتے ہیں:

اے دانشور! بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اس نے سب پہلے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا نور پیدا کیا، پھر عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام مخلوقات کو آپ کے نور کی ایک جز سے پیدا فرمایا، پس آپ کو وجود اور شہود کی طرف بھیجنا ہر موجود کے لیے رحمت ہے، لہذا آپ کا موجود ہونا مخلوق کا موجود ہونا ہے اور آپ کا موجود ہونا وجودِ مخلوق اور تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب ہے، پس آپ ایسی رحمت ہیں، جو سب کے لیے کافی ہے۔

---

[1] محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی، ۱۰۵/۱۷

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سمجھا دیا کہ تمام مخلوق فضائے قدرت میں بے روح صورت کی طرح پڑی ہوئی حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہی تھی، جب حضورِ اقدس ﷺ تشریف لائے تو عالم آپ ﷺ کے وجود مسعود کی بدولت زندہ ہوگیا، کیونکہ آپ تمام مخلوقات کی روح ہیں۔[1]

احادیث مبارکہ

پہلی حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے ایک شخص نماز پڑھے تو کہے:

"اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَاالنَّبِىُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ"

"فَاِنَّكُمْ اِذَاقُلْتُمُوْهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ"

قول، فعل اور مال سے تعلق رکھنے والی تمام عبادتیں، اللہ تعالیٰ کے لیے، اے نبی! آپ پر سلام ہو، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں، ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو۔[2]

جب تم یہ کلمات کہو گے، تو اللہ تعالیٰ کے زمین و آسمان میں رہنے والے ہر نیک بندے کو پہنچیں گے۔

غور کیجئے کہ نماز پڑھنے والا مشرق و مغرب، بحر و بر، زمین یا فضا جہاں بھی نماز

---

[1] (ا) اسمٰعیل حقی، علامہ امام: تفسیر روح البیان (طبع، بیروت) ۵/۵۲۸

(ب) روز بہان، علامہ شیخ: تفسیر عرائس البیان (نولکشور، لکھنؤ) ۲/۵۲

[2] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: بخاری شریف (رشیدیہ، دہلی) ۱/۱۱۵

پڑھے، اس کے لیے سرکارِ دو عالم ﷺ کا حکم ہے کہ اپنی تمام عبادتوں کا ہدیہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنے کے بعد بصیغۂ خطاب اور نداء، حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں ہدیۂ سلام پیش کرے، یہ خیال ہرگز نہ کیا جائے کہ ہمارا سلام حضور نبی اکرم ﷺ کو نہیں پہنچتا، محض خیالی صورت سامنے رکھ کر سلام عرض کیا جا رہا ہے، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کردہ حدیث مذکور کے مطابق جب ہر نیک بندے کو سلام پہنچتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم رحمت عالم ﷺ کو کیوں نہیں پہنچتا؟

اس جگہ سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ روشِ کلام کے مطابق غائب کا صیغہ ''اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ'' لانا چاہیے تھا، خطاب کا صیغہ ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَاالنَّبِیُّ'' کیوں لایا گیا ہے؟ علامہ طیبی نے جواب دیا کہ ہم ان کلمات کی پیروی کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام کو سکھائے۔

دوسرا جواب جسے علامہ بدرالدین عینی، علامہ ابن حجر عسقلانی اور دیگر شارحین حدیث نے نقل فرمایا، حسبِ ذیل ہے:

> ارباب معرفت کے طریقے پر کہا جا سکتا ہے کہ جب نمازیوں نے ''اَلتَّحِیَّاتُ'' کے ذریعے ملکوت کا دروازہ کھلوانے کی درخواست کی، تو انہیں ''حَیِّ لَایَمُوْتُ'' کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دے دی گئی، مناجات کے بدولت ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، انہیں آگاہ کیا گیا کہ یہ سعادت نبی رحمت شفیع امت ﷺ اور آپ کی پیروی کی برکت سے ہے، اچانک انہوں نے توجہ کی، تو پتہ چلا کہ ''اَلْحَبِیْبُ فِیْ حَرَمِ الْحَبِیْبِ حَاضِرٌ'' ''محبوب کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہیں، تو ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه'' کہتے ہوئے آپ

کی طرف متوجہ ہو گئے۔[1]

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا تقریر کے بعد فرماتے ہیں:

میرے والدِ علام اور استاذِ جلیل (علامہ عبدالحلیم لکھنوی) اپنے رسالہ "نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن" میں فرماتے ہیں: کہ التحیات میں صیغۂ خطاب (اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ) لانے کا راز یہ ہے کہ گویا حقیقتِ محمدیہ ہر وجود میں جاری و ساری اور ہر بندے کے باطن میں حاضر ہے، اس حالت کا کامل طور پر انکشاف نماز کی حالت میں ہوتا ہے، لہذا محل خطاب حاصل ہو گیا۔[2]

دراصل یہ روحانیت کا مسئلہ ہے جس شخص کا روحانیت کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہ ہو، جسے معرفت کے ساتھ کوئی علاقہ ہی نہ ہو اور جو شخص بصیرت سے یکسر محروم ہو، وہ اس مسئلہ کو ہرگز تسلیم نہیں کرے گا اور سچی بات یہ ہے کہ ہمارا روئے سخن بھی ان کی طرف نہیں ہے، ہمارا تو خطاب ہی ان لوگوں سے ہے جو اولیاء کرام اور انبیاء عظام علیہم السلام کی روحانی عظمتوں کو ماننے والے ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ ہمیشہ، تمام احوال و اوقات میں مومنوں کے پیش نظر اور عبادت گزاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، خصوصاً عبادت کی حالت میں اور (بالخصوص) اس کے آخر میں، کیونکہ ان احوال میں نورانیت اور انکشاف کا

---

1 (ا) محمود بن عینی، بدرالدین، علامہ: عمدۃ القاری (احیاء التراث العربی، بیروت) ۶/۱۱۱

(ب) احمد بن علی بن حجر عسقلانی، علامہ: فتح الباری (" " ") ۲/۲۵۰

(ج) محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ: شرح مواہب لدنیہ، ۷/۳۷۷-۳۷۸

(د) ایضاً: زرقانی علی المؤطا (المکتبۃ التجاریۃ، مصر) ۱/۱۹۰

(ہ) محمد عبدالحیٔ لکھنوی، علامہ: السعایۃ فی کشف شرح الوقایۃ (سہیل اکیڈمی، لاہور) ۲/۲۲۷

2 ایضاً: " " " (سہیل اکیڈمی، لاہور) ۲/۲۲۸

وجود ان احوال میں بہت زیادہ اور نہایت قوی ہوتا ہے، بعض عارفوں نے فرمایا کہ یہ خطاب اس بنا پر ہے کہ حقیقت محمد یہ موجودات کے ذرّوں اور افراد ممکنات میں جاری وساری ہے، پس آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں، لہذا نمازی کو چاہیے کہ اس حقیقت سے آگاہ رہے اور نبی اکرم ﷺ کے حاضر ہونے سے غافل نہ رہے، تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے منور اور فیض یاب ہو۔[1]

لطف کی بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کے امام اور پیشوا، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے ''مسک الختام، شرح بلوغ المرام''، ج۱، ص۲۴۴، میں بعینہٖ یہی عبارت درج کی ہے، اس مقام پر تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر کر ہم غیر مقلدین سے صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہیں کہ عقیدۂ حاضر وناظر کی بنا پر بریلویوں کو تو تم مشرک قرار دیتے ہو، کیا ان کے ساتھ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو بھی زمرۂ مشرکین میں شمار کرو گے یا نہیں، اگر نہیں، تو کیوں۔؟

اس جگہ مخالفین یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ تشہد سے حاضر وناظر کے عقیدہ پر استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات میں یہ ''اَلتَّحِیَّاتُ'' پڑھا کرتے تھے، آپ کے وصال کے بعد ہم ''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِیِّ'' پڑھنے لگے، اس کا جواب، حضرت ملا علی قاری کی زبانی سنیے، وہ ''شرح مشکوٰۃ'' میں فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہرہ میں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ'' پڑھا کرتے تھے، جب آپ ﷺ کا وصال ہوگیا، تو ہم ''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِیِّ'' کہتے تھے، یہ امام

۱(ا) عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: اشعۃ اللمعات، فارسی (نوریہ رضویہ، سکھر) ۱/۴۰۱
(ب) نورالحق محدث دہلوی، علامہ: تیسیر القاری شرح صحیح بخاری (مطبع علوی لکھنو) ۱/۲/۱۷

ابوعوانہ کی روایت ہے، امام بخاری کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ نہیں ہیں، بلکہ ان کے شاگرد راوی نے جو کچھ سمجھا، وہ بیان کر دیا۔

''امام بخاری کی روایت میں ہے:'' فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا السَّلَامُ يَعْنِي عَلَى النَّبِيِّ '' جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا، تو ہم نے کہا'' اَلسَّلَامُ '' یعنی نبی اکرم ﷺ پر (لفظ یعنی بتا رہا ہے کہ بعد میں کسی نے وضاحت کی ہے، ۱۲-شرف قادری) اس قول میں دو احتمال ہیں: (۱) یہ کہ جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات میں بصیغہ خطاب سلام عرض کیا کرتے تھے، اسی طرح وصال کے بعد بھی کہتے رہے (۲) ہم نے خطاب چھوڑ دیا تھا، جب لفظوں میں متعدد احتمال ہیں، تو (قطعی) دلالت نہ رہی، اسی طرح علامہ ابن حجر مکی نے فرمایا۔[1]

علامہ عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) علامہ قسطلانی کے حوالے سے اس روایت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

یہ روایت، دوسری روایات کے مخالف ہے، جن میں یہ کلمات نہیں ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ یہ تبدیلی نبی اکرم ﷺ کی تعلیم کی بنا پر نہیں ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم نے کہا'' اَلسَّلَامُ عَلَى ''۔[2]

یہی سبب ہے کہ جمہور صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ نے اس طریقے کو اختیار نہیں کیا، بلکہ وہی تشہد پڑھتے رہے ہیں، جس میں'' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ '' ہے۔

دوسرا اشکال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کو خطاب کر کے سلام عرض

---

[1] علی بن سلطان محمد القاری، امام: المرقاۃ (مکتبہ امدادیہ، ملتان) ۲/۳۳۲

[2] محمد عبدالحی لکھنوی، علامہ: السعایۃ، ۲/۲۲۸

نہیں کرتے، ہم تو واقعہ معراج کی حکایت اور نقل کرتے ہوئے یہ کلمات ادا کرتے ہیں اور بس، لہذا ہم پر عقیدہ حاضر و ناظر ماننا لازم نہیں آتا۔

اس اشکال کے کئی جواب ہیں:

۱۔ جس روایت کی بنا پر ''اَلتَّحِیَّاتُ'' کے سلام کے واقعہ معراج کی حکایت کہا جاتا ہے، اس کے بارے میں دیوبندی مکتب فکر کے مولوی انور شاہ کشمیری کہتے ہیں کہ مجھے اس کی سند نہیں ملی۔[۱]

۲۔ جب ''اَلتَّحِیَّاتُ'' میں حکایت اور نقل ہی مقصود ہے، ''اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ'' بھی بطور حکایت ہوگا، حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے سے اعراض کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی ہدیۂ عبادات پیش نہ ہو سکا، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

۳۔ ابھی بخاری شریف کی حدیث گزری ہے کہ جب تم یہ کلمات کہتے ہو تو زمین و آسمان کے ہر نیک بندے کو سلام پہنچ جاتا ہے، اب اگر آپ کے قول کے مطابق سلام کہا ہی نہیں گیا، محض واقعہ معراج کی حکایت اور نقل کی گئی ہے تو ہر بندۂ صالح کو سلام پہنچنے کا کیا مطلب؟ ماننا پڑے گا کہ ہر نمازی حضور سید عالم نبی اکرم ﷺ اور اللہ رب العزت کے نیک اور صالح بندوں کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے اور پیش کرتا ہے، اسی کو انشاءِ سلام کہتے ہیں۔

۴۔ ہمارے فقہاء کرام نے تصریح کر دی ہے کہ انشاء سلام کا ارادہ ہونا چاہیے نہ کہ حکایت کا ''تنویر الابصار'' اور اس کی شرح ''درِمختار'' میں ہے:

---

[۱] محمد انور شاہ کشمیری: عرف الشذی (مکتبۃ الرحیمیہ، دیوبند) ص ۱۳۹

نمازی تشہد کے الفاظ سے ان معانی کا قصد کرے، جو ان الفاظ سے مراد ہیں اور یہ قصد بطور انشاء ہو، گویا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحفے پیش کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبی کریم ﷺ، اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام پیش کر رہا ہے، اخبار اور حکایت سلام کی نیت ہرگز نہ کرے۔[1]

دوسری حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی چلے جاتے ہیں، تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھا کر ''حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں:

''مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ''[2]

تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا۔؟

وجہِ استدلال یہ ہے کہ ھٰذَا اسم اشارہ ہے اور اسماء اشارہ کا حقیقی استعمال محسوس اشارہ کے لیے ہوتا ہے، مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ ''کافیہ'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

اسماء اشارہ وہ اسماء ہیں جن کی وضع اس چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہوتی ہے، جس کی طرف اعضاء اور جوارح کے ساتھ محسوس اشارہ کیا جائے ''ذَالِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ'' میں محسوس اشارہ نہیں ہے، اس جگہ اسم اشارہ کا استعمال مجازاً ہے۔[3]

علامہ ابن حاجب فرماتے ہیں:

''وَيُقَالُ ذَا لِلْقَرِيْبِ'' ذَا، کے ساتھ قریب کی طرف اشارہ کیا جاتا

---

[1] علاء الدین الحصکفی، امام: درمختار (مجتبائی، دہلی) ۱/۷۶
[2] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری (رشیدیہ، دہلی) ۱/۱۸۴-۱۸۳
[3] عبدالرحمٰن جامی ملا، علامہ: شرح جامی (مطبع، یوسفی، دہلی) ص ۲۱۱

ہے، اصولِ فقہ کا قاعدہ ہے کہ جب تک حقیقت پر عمل ہو سکے، مجاز ساقط اور ناقابلِ اعتبار ہوگا۔

حدیث شریف میں وارد کلمات "هٰذَا الرَّجُل" سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر قبر والے کے سامنے محسوس اور قریب ہوتے ہیں، کیونکہ هٰذَا اسم اشارہ کا حقیقی معنی یہی ہے، جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ معلوم ذہنی کی طرف اشارہ ہے، انہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ اس جگہ ایسا قرینہ پایا گیا ہے جو حقیقت کے مراد لینے سے مانع ہے" وَدُوْنَه خَرْطُ الْقَتَاد " ہمیں بتایا جائے کہ وہ کونسا قرینہ ہے؟ جب کہ حقیقت کے مراد لینے کے لیے تو کسی قرینے کی ضرورت نہیں ہے۔

مقصد یہ ہے کہ دنیا میں بیک وقت ہزاروں افراد مرتے ہیں اور زیر زمین دفن ہوتے ہیں۔ سب کو سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے اور سب سے یہی سوال ہوتا ہے کہ تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا۔؟

ایک صاحب کہنے لگے کہ میت کے سامنے سے پردے اٹھا دیے جاتے ہیں اسی لیے اسے سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت ہو جاتی ہے، راقم نے ان سے گزارش کی کہ امتی کے سامنے سے تو عملاً پردے اٹھا دیے جاتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم ﷺ کے لیے کونسا امر مانع ہے کہ آپ کے سامنے سے پردے نہیں اٹھائے جا سکتے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امتی کے سامنے سے پردے اٹھ سکتے ہیں، نبی کے سامنے سے نہیں اٹھ سکتے، (علیہ ﷺ)

امام علامہ علی نورالدین حلبی، صاحب سیرت حلبیہ (م ۱۰۴۴ھ) فرماتے ہیں:

دو فرشتے قبر والے کو کہتے ہیں کہ تو اس شخصیت کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ (مَاتَقُوْلُ فِی هٰذَا الرَّجُل؟) اسم اشارہ کا اصل اور حقیقی معنی یہ ہے کہ اس کے ساتھ صرف حاضر کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، بعض علماء کا یہ کہنا کہ ممکن ہے نبی اکرم ﷺ ذہناً حاضر ہوں، تو اس تاویل کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے،

کیونکہ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ وہ کونسی چیز ہے، جس نے تمہیں حقیقت کے چھوڑنے اور مجاز کے اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے؟ لہذا ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے جسم شریف (شخص کریم) کے ساتھ حاضر ہوں[1]

نوٹ: جواہر البحار میں رسالہ "تعریف اہل الاسلام والایمان" علامہ حلبی کا قرار دیا ہے، حال ہی میں مصر سے شائع ہونے والے نسخے کے محقق عبدالرحمٰن حسن محمود کی تحقیق یہ ہے کہ یہ رسالہ امام حسین بن محمد شافعی (م ۹۲۶ھ) کا ہے- اور اس رسالہ کا نام ہے "فی اثبات وجود النبی فی کل مکان" اس کا ترجمہ مفتی محمد خان قادری زید مجدہ نے "ہر مکان کا اجالا ہمارا نبی" کے نام سے کیا ہے، جو چھپ چکا ہے-

حضور سید عالم ﷺ کی زیارت

امام بخاری، مسلم اور ابوداؤد، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ رَّآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَةِ وَلَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطٰنُ بِیْ"[2]

"جس نے خواب میں ہماری زیارت کی، وہ عنقریب بیداری میں ہماری زیارت کرے گا اور شیطان ہماری صورت اختیار نہیں کرسکتا-"

بیداری میں زیارت سے مراد کیا ہے؟ آخرت میں یا دنیا میں؟ دنیا میں زیارت مراد ہو تو یہ آپ کی حیات ظاہرہ کے ساتھ خاص ہے یا بعد والوں کو بھی شامل ہے؟ پھر کیا یہ حکم ہر اس شخص کے لیے ہے، جس کو خواب میں زیارت ہوئی یا ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے، جن میں قابلیت اور سنت کی پیروی پائی جائے؟ اس سلسلے میں محدثین کے اقوال مختلف ہیں، امام ابومحمد ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ الفاظ سے عموم معلوم ہوتا ہے اور جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی تخصیص کے بغیر تخصیص کرتا ہے، وہ سینہ زوری کا مرتکب ہے-

---

[1] یوسف بن نبہانی، علامہ: جواہر البحار (مصطفٰے البابی، مصر) ۱۱۶/۲

[2] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری (مجتبائی، دہلی) ۱۰۳۵/۲

امام علامہ جلال الدین سیوطی، امام ابن ابی جمرہ کا یہ قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا وعدہ شریفہ پورا کرنے کے لیے خواب میں دیدار سے مشرف ہونے والوں کو بیداری میں بھی دولت دیدار عطا کی جاتی ہے، اگر چہ ایک ہی مرتبہ ہو۔

عوام الناس کو یہ دولت گراں مایہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت حاصل ہوتی ہے، وہ حضرات جو پابند سنت ہوں، انہیں ان کی کوشش اور سنت کی حفاظت کے مطابق زندگی بھر بکثرت یا کبھی کبھی زیارت حاصل ہوتی ہے، سنت مطہرہ کی خلاف ورزی اس سلسلے میں بڑی رکاوٹ ہے۔[1]

امام مسلم، حضرت عمران بن حصین (صحابی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے سلام کہا جاتا تھا، میں نے گرم لوہے کے ساتھ داغ لگایا، تو یہ سلسلہ منقطع ہو گیا اور جب یہ کام ترک کیا، تو سلام کا سلسلہ پھر جاری ہو گیا، علامہ ابن اثیر نے ''نہایۃ'' میں فرمایا:

> فرشتے انہیں سلام کہتے تھے، جب انہوں نے بیماری کی وجہ سے گرم لوہے سے علاج کیا، تو فرشتوں نے سلام کہنا چھوڑ دیا، کیونکہ گرم لوہے سے داغ لگانا توکل، تسلیم، صبر اور اللہ تعالیٰ سے شفاء طلب کرنے کے خلاف ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ داغ لگانا ناجائز ہے، ہاں یہ توکل کے خلاف ہے، جو اسباب کے اختیار کرنے کے مقابلے میں بلند درجہ ہے۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ سنت کی خلاف ورزی برکات و کرامات کے حاصل ہونے کی راہ میں رکاوٹ ہے، امام قرطبی چند احادیث کی طرف اشارہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

> مجموعی طور پر ان احادیث کے پیش نظر یہ بات یقینی ہے کہ انبیاء کرام کی

---

[1] عبد الرحمٰن بن ابو بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (طبع، بیروت) ۲/۲۵۶

[2] ایضاً: " " ۲/۲۵۷

وفات کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب کر دیئے گئے ہیں اور ہم ان کا ادراک نہیں کرتے، اگرچہ وہ زندہ موجود ہیں، یہی حال فرشتوں کا ہے، کیونکہ وہ زندہ اور موجود ہیں، لیکن ہم میں سے انہیں کوئی نہیں دیکھتا سوائے اولیائے کرام کے، جنہیں اللہ تعالیٰ اس کرامت کے ساتھ خاص کرتا ہے۔[1]

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: گویا ہم موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہے ہیں، جب وہ تلبیہ کہتے ہوئے وادی میں اترے، یہ حدیث امام بخاری نے ''کتاب المناسک'' میں روایت کی، نیز! نبی اکرم ﷺ نے خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، یہ حدیث امام بخاری نے ''کتاب الانبیاء'' میں روایت کی۔

امام نووی ''شارح مسلم'' فرماتے ہیں:

سوال: انبیاء کرام کیسے حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں؟ حالانکہ وہ وصال فرما چکے ہیں اور دارِ آخرت میں ہیں، جبکہ دارِ آخرت دارِ عمل نہیں ہے۔

جواب: مشائخ محدثین اور ہمارے سامنے اس کے کئی جواب آئے ہیں، ایک یہ ہے کہ انبیاء کرام، شہداء کی طرح زندہ ہیں، بلکہ ان سے افضل ہیں، شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، اس لیے بعید نہیں ہے کہ انبیاء کرام حج کریں اور نماز پڑھیں، جیسے کہ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں، کیونکہ وہ اگرچہ وصال فرما چکے ہیں، تاہم وہ اسی دنیا میں ہیں جو کہ دار العمل ہے، یہاں تک کہ جب دنیا کی مدت ختم ہو جائے گی اور اس کے بعد دارِ آخرت آئے گا جو کہ دار الجزاء ہے، تو عمل منقطع ہو جائے گا۔[2]

---

[1] محمد بن احمد قرطبی، امام: التذکرۃ (المکتبۃ التجاریۃ) ص ۱۹۱

[2] یحییٰ بن شرف نووی، امام: شرح مسلم (بیروت) ۲/۲۲۸

امام علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی کے قریب بیان فرمایا۔[1]

قاضی ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ کا دیدار صفت معلومہ کے ساتھ ہو تو یہ حقیقی ادارک ہے اور اگر اس سے مختلف صفت کے ساتھ ہو تو یہ مثال کا ادارک ہے، (علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ بہت عمدہ بات ہے) آپ کی ذات اقدس کا روح اور جسم کے ساتھ دیدار محال نہیں ہے، کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ اور باقی انبیائے کرام زندہ ہیں، وصال کے بعد ان کی روحیں لوٹا دی گئی ہیں، انہیں قبروں سے نکلنے اور علوی اور سفلی جہان میں تصرف کی اجازت دی گئی ہے۔[2]

جو لوگ اس دنیا میں ہیں، وہ عالم ملک اور عالم شہادت میں ہیں اور جو اس دنیا سے رحلت کر گئے ہیں، وہ عالم غیب اور عالم ملکوت میں ہیں، عالم ملکوت میں چلے جانے والے ہمیں دکھائی دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سلسلے میں حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انہیں ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے، انہیں ایک دوسری آنکھ سے دیکھا جاتا ہے، جو ہر انسان کے دل میں پیدا کی گئی ہے؛ لیکن انسان نے اس پر شہوات نفسانیہ اور دنیاوی مشاغل کے پردے ڈال رکھے ہیں، جب تک دل کی آنکھ سے یہ پردہ دور نہیں ہوتا، اس وقت تک عالمِ ملکوت کی کسی چیز کو نہیں دیکھ سکتا۔

چونکہ انبیائے کرام کی آنکھوں سے یہ پردہ دور ہوتا ہے، اس لیے انہوں نے ضرور عالمِ ملکوت اور اس کے عجائب کا مشاہدہ کیا ہے، مردے عالمِ ملکوت میں ہیں، انبیاء کرام نے ان کا مشاہدہ بھی کیا اور خبر بھی دی، ایسا مشاہدہ صرف

---

[1] احمد بن حجر عسقلانی، امام: فتح الباری (بیروت) ۶/۳۸۴

[2] عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (طبع، بیروت) ۲/۲۶۳

انبیاء کرام کے لیے ہو سکتا ہے یا ان اولیائے کرام کے لیے جن کا درجہ انبیاء کرام کے قریب ہے۔[1]

خواب میں زیارت

بہت سے خوش قسمت حضرات کو خواب یا بیداری میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت حاصل ہوئی، چند واقعات ملاحظہ ہوں:

1- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی، میں نے دیکھا کہ آپ میری طرف توجہ نہیں فرما رہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا کیا حال ہے؟ (کہ آپ میری طرف توجہ نہیں فرما رہے) آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم روزے کی حالت میں بوسہ نہیں لیتے؟ میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں روزے کی حالت میں کبھی بیوی کا بوسہ نہیں لوں گا۔[2]

۲- ایک صحابی (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے رمادہ کے سال (۱۸ھ) نبی اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر خشک سالی کی شکایت کی، انہیں سید عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، آپ نے حکم دیا کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ لوگوں کو لے کر آبادی سے باہر نکلو اور بارش کی دعا مانگو، علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث زیر بحث مسئلے سے متعلق نہیں ہے، ایسے بہت سے واقعات نبی اکرم ﷺ کے ماسوا کے لیے بھی واقع ہوئے ہیں اور مجھے اس قسم کے بہت سے واقعات کا علم ہے۔[3]

۳- حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ کی

---

[1] محمد بن محمد غزالی، امام: احیاء علوم الدین (دار المعرفۃ، بیروت) ۴/۵۰۲

[2] ایضاً " " " ۴/۵۰۶

[3] احمد بن تیمیہ، علامہ: اقتضاء الصراط المستقیم (طبع، لاہور) ص ۳۷۳

زیارت ہوئی یعنی خواب میں، آپ کے سرِ اقدس اور داڑھی مبارک کے بال گرد آلود تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی یہ حالت کیوں ہے؟ فرمایا: ہم ابھی حُسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت پر حاضر ہوئے تھے، اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت فرمایا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔[1]

۴- امام ترمذی نے شمائل ترمذی میں ایک باب "بَابُ رُؤْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ الْمَنَامِ" قائم کیا ہے، اور اس میں ان حضرات کی روایات لائے ہیں، جنہیں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

۵- قاہرہ، مصر کے حضرت شیخ عبدالمقصود محمد سالم رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء) نے ایک کتاب "انوار الحق فی الصلوٰۃ علی سیدالخلق سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" لکھی ہے، جس میں درود پاک کے مختلف حسین وجمیل صیغے درج ہیں، انہیں درود شریف پڑھنے کا اتنا شوق پیدا ہوا کہ ہر روز پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے، وہ گورنمنٹ کے ملازم تھے، چھٹیوں میں یہ تعداد چودہ ہزار تک پہنچ جاتی، انہوں نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انہیں خواب میں حضور سرکار دو عالم ﷺ کی بکثرت زیارت ہوتی تھی[2] یہ کتاب پاکستان میں اردو ترجمہ کے ساتھ چھپ چکی ہے، اس وقت جو نسخہ راقم کے سامنے ہے، وہ مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری کی کوشش اور پیر بہاء الدین ہاشمی (مریدکے) کے اہتمام سے شائع ہوا ہے۔

بیداری میں زیارت

۱- امام عماد الدین اسمٰعیل بن ہبۃ اللہ، اپنی تصنیف "مزیل الشبہات فی اثبات الکرامات" میں فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محاصرہ کے دنوں میں فرمایا: مجھے اس کھڑکی میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی، فرمایا: عثمان! ان لوگوں نے

---

۱ محمد بن عبداللہ خطیب، امام: مشکوٰۃ المصابیح (طبع کراچی) ص ۵۷۰

۲ عبدالمقصود محمد سالم، علامہ: انوار الحق (عربی) ص ۹۰

تمہارا محاصرہ کر رکھا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: انہوں نے تمہیں پیاس میں مبتلا کر دیا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! آپ نے ڈول لٹکایا جس میں پانی تھا، میں نے سیر ہو کر پانی پیا، یہاں تک کہ میں اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کر رہا ہوں، پھر فرمایا: اگر چاہو تو ان کے خلاف تمہیں مدد دی جائے اور اگر چاہو تو ہمارے پاس افطار کرو، میں نے آپ کے پاس افطار کرنے کو ترجیح دی، چنانچہ وہ اسی دن شہید کر دیئے گئے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مشہور ہے اور کتب حدیث میں سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، امام حارث بن اسامہ نے یہ حدیث اپنی مسند میں اور دیگر ائمہ نے بھی بیان کی ہے، امام عماد الدین نے اسے بیداری کا واقعہ قرار دیا ہے۔[1]

۲- امام ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ (میرا گمان ہے کہ وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، ۱۲- سیوطی) کو خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی، انہیں یہ حدیث یاد آئی (کہ جسے خواب میں زیارت ہوئی، وہ بیداری میں بھی زیارت کرے گا) اور اس بارے میں غور و فکر کرتے رہے، پھر ایک روز ام المومنین (میرا گمان ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ۱۲- سیوطی) کے پاس حاضر ہوئے اور ماجرا بیان کیا، ام المومنین نے انہیں حضور نبی اکرم ﷺ کا آئینہ لا کر دیا، صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے آئینہ دیکھا، تو مجھے اپنی صورت نہیں، بلکہ نبی اکرم ﷺ کی صورت مبارکہ دکھائی دی۔[2]

۳- شیخ سراج الدین ملقن ''طبقات الاولیاء'' میں فرماتے ہیں: شیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا: مجھے ظہر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ نے فرمایا: بیٹے گفتگو کیوں نہیں کرتے؟ عرض کیا: ابا جان! میں عجمی ہوں، فصحاء بغداد کے سامنے گفتگو کیسے کروں؟ فرمایا: منہ کھولو، میں نے منہ کھولا، تو آپ

---

[1] عبد الرحمٰن بن ابو بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی، ۲/۲۶۳

[2] ایضاً " " (۲/۲۵۶)

نے سات مرتبہ لعاب دہن عطا فرمایا اور حکم دیا کہ لوگوں سے خطاب کرو اور اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے دعوت دو، میں نماز ظہر پڑھ کر بیٹھا ہوا تھا، مخلوق خدا بڑی تعداد میں حاضر تھی، مجھ پر اضطراب طاری ہوگیا، میں نے دیکھا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس میں میرے سامنے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں: بیٹے! خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: کیسے خطاب کروں؟ میری طبیعت پر ہیجان طاری ہے، فرمایا: منہ کھولو، میں نے منہ کھولا، تو آپ نے مجھے چھ مرتبہ لعاب دہن عطا فرمایا: میں نے پوچھا: آپ نے سات کی تعداد کیوں نہیں پوری کی؟ تو فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے احترام کے پیشِ نظر۔[1]

۴- ''طبقات الاولیاء'' میں شیخ خلیفہ بن موسیٰ نہر ملکی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انہیں خواب اور بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی بکثرت زیارت ہوتی تھی، ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان کے افعال خواب یا بیداری میں حضور نبی اکرم ﷺ سے حاصل کیے گئے تھے، ایک رات انہیں سترہ مرتبہ زیارت کی سعادت حاصل ہوئی، ان ہی مواقع میں سے ایک موقع پر ارشاد فرمایا خلیفہ! ہم سے تنگ نہ ہو، بہت سے اولیاء ہمارے دیدار کی حسرت لے کر دنیا سے رخصت ہوگئے۔[2]

۵- شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ ''لطائف المنن'' میں فرماتے ہیں:

ایک شخص نے شیخ ابوالعباس مرسی سے عرض کیا: جناب! آپ اپنے ہاتھ کے ساتھ مجھ سے مصافحہ فرمائیں، کیونکہ آپ نے بہت سے شہر دیکھے ہیں اور بہت سے اللہ والوں سے ملاقات کی ہے، انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم!

---

[1] محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع بیروت) ۳۵/۲۲

[2] ایضاً: " " (") ۳۶/۲۲-۳۵

میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی سے مصافحہ نہیں کیا۔

شیخ ابوالعباس مرسی نے فرمایا: اگر ایک لمحے کے لیے رسول اللہ ﷺ مجھ سے غائب ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہ کروں۔[1]

۶۔ علامہ سید محمود الوسی بغدادی فرماتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانی ملاقات ہوئی ہو اور یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین کو بیداری کی حالت میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے استفادہ کیا۔[2]

۷۔ حضرت سید احمد کبیر رفاعی، حج کرنے گئے، تو حجرۂ مبارکہ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے۔

فِیْ حَالَةِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُهَا تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَهِیَ نَائِبَتِیْ

وَهٰذِهٖ دَوْلَةُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ فَامْدُدْ یَمِیْنَكَ کَیْ تَحْظٰی بِهَا شَفَتِیْ

ترجمہ: ''میں دوری کی حالت میں اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا، وہ میری نیابت میں زمین بوسی کیا کرتی تھی۔

اور یہ جسمانی دولت ہے، میں جسمانی طور پر حاضر ہوں، آپ ہاتھ بڑھائیں تاکہ میرے ہونٹ اس سے فیض یاب ہوں۔''

روضۂ اقدس سے دست مبارک باہر نکلا جسے انہوں نے بوسہ دیا۔[3]

۸۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی ایک روحانی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع، بیروت) ۲۲/۳۶

[2] ایضاً ۲۲/۳۵

[3] عبد الرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (۲/۲۹۱)

یہ حالت ایک مدت تک رہی، پھر اتفاقاً ایک ولی کے مزار شریف کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا، اس معاملے میں اس صاحب مزار بزرگ کو میں نے اپنے مددگار بنایا (ان سے مدد طلب کی) اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہوگئی اور معاملے کی حقیقت پوری طرح منکشف کر دی، حضرت خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ کی روح انور رونق افروز ہوئی اور میرے غمگین دل کو تسلی دی۔[1]

ایک دوسرا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اتفاقاً آج صبح حلقۂ مراقبہ کے دوران کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰات والتسلیمات روحانیوں کی صورت میں تشریف لائے اور اس روحانی ملاقات میں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: ہم روحیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ وہ اجسام کی صورت میں متشکل ہو کر جسمانی حرکات وسکنات اور عبادات ادا کرتی ہیں، جو اجسام ادا کیا کرتے ہیں۔[2]

۹- دیوبندی مکتب فکر کے شیخ الحدیث، محمد انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

میرے نزدیک بیداری میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ممکن ہے، جسے اللہ تعالیٰ یہ سعادت عطا فرمائے، جیسے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ انہیں بائیس مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے آپ سے کئی حدیثوں کے بارے میں دریافت کیا، اور آپ کے صحیح قرار دینے پر ان احادیث کو صحیح قرار دیا۔[3]

۱۰- یہ بھی ان ہی کا بیان ہے کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ انہیں

---

[1] احمد سرہندی، امام ربانی، شیخ: مکتوبات امام ربانی، فارسی، دفتر اول، مکتوب ۲۲۰

[2] ایضاً: " " " ۲۸۲

[3] محمد انور شاہ کشمیری: فیض الباری (مطبعہ حجازی، قاہرہ) ۱ر۲۴

حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی، انہوں نے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ سے بخاری شریف پڑھی، ان کے نام بھی گنوائے، ان میں سے ایک حنفی تھا، انہوں نے وہ دعا بھی لکھی جو ختم بخاری کے موقع پر فرمائی۔

محمد انور شاہ کشمیری کہتے ہیں:

----''فَالرُّؤْيَةُ يَقْظَةً مُتَحَقِّقَةٌ وَاِنْكَارُهَا جَهْلٌ''[1]

ترجمہ: بحالتِ بیداری زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار جہالت ہے۔

۱۱- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جب میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے روضۂ مقدسہ کی زیارت کی، تو آپ کی روح انور کو ظاہر و عیاں دیکھا تو فقط عالم ارواح میں نہیں، بلکہ حواس کے قریب، عالم مثال میں، تب مجھے معلوم ہوا کہ عوام الناس جو نمازوں میں نبی اکرم ﷺ کے حاضر ہونے اور لوگوں کو امامت کرانے کا ذکر کرتے ہیں، اس کی بنیاد یہی دقیقہ ہے۔[2]

محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

پھر میں چند بار روضۂ عالیہ مقدسہ کی طرف متوجہ ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے ایک لطافت کے بعد دوسری لطافت میں ظہور فرمایا، کبھی محض ہیبت و عظمت کی صورت میں اور کبھی جذب، محبت، انس اور انشراح کی صورت میں اور کبھی سُریان کی صورت میں، یہاں تک کہ میں خیال کرتا تھا کہ تمام فضا رسول اللہ ﷺ کی روح مقدس سے بھری ہوئی ہے اور روح مبارک فضا میں تیز ہوا کی طرح موجزن ہے۔[3]

---

[1] محمد انور شاہ کشمیری: فیض الباری (مطبعہ حجازی، قاہرہ) ۱/۲۰۴

[2] ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: فیوض الحرمین (محمد سعید، کراچی) ص ۸۲

[3] ایضاً: " " " ص ۸۳

۱۲- امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ جب دوسری دفعہ حرمین شریفین کی حاضری کے لیے گئے، تو روضۂ مقدسہ کے سامنے کھڑے ہو کر درود شریف پڑھتے رہے اور یہ آرزو دل میں لیے حاضر رہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کرم فرمائیں گے اور بیداری کی حالت میں شرف زیارت سے مشرف فرمائیں گے، پہلی رات آرزو پوری نہ ہوئی، تو بے قراری کے عالم میں ایک نعت لکھی جس کا مطلع ہے۔ ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں   تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مقطع میں اسی کیفیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ؎

کوئی کیوں پوچھے؟ تیری بات رضا   تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ نعت مواجہۂ عالیہ میں عرض کر کے باادب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور سر کی آنکھوں سے بحالت بیداری حضور رحمت عالم ﷺ کی زیارت مقدسہ سے مشرف ہوئے۔[1]

۱۳- راقم کے مرشد گرامی حضرت شیخ المشائخ اخندزادہ سیف الرحمٰن مدظلہ العالی پیرارچی (پشاور) نے بیان کیا کہ مجھے ساڑھے تین سال تک ہر محفل ذکر میں جناب سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت ہوتی رہی۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ رسالہ مبارکہ "تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک" میں متعدد احادیث و آثار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ان نقول اور احادیث کے مجموعہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جناب رسالت مآب ﷺ اپنے جسم اور روح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور اطراف زمین اور ملکوت اعلیٰ میں جہاں چاہتے ہیں، تصرف اور سیر فرماتے ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ اسی حالت مقدسہ میں ہیں جس پر وصال سے پہلے تھے، آپ کی

---

[1] ظفر الدین بہاری، ملک العلماء: حیات اعلیٰ حضرت (مکتبہ رضویہ، کراچی) ۱/۴۴۲

کوئی چیز تبدیل نہیں ہوئی۔

بے شک حضور نبی اکرم ﷺ ظاہری آنکھوں سے غائب کر دئے گئے ہیں، جس طرح فرشتے غائب کر دئے گئے ہیں، حالانکہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا اعزاز عطا فرمانا چاہتا ہے، تو اس سے حجاب دور کر دیتا ہے اور وہ بندہ حضور (علیہ السلام) کو اسی حالت میں دیکھ لیتا ہے جس پر آپ واقع میں ہیں، اس دیدار سے کوئی مانع نہیں ہے اور مثال کے دیدار کی تخصیص کا بھی کوئی امر داعی نہیں ہے۔[1]

علامہ سید محمود الوسی بغدادی نے بھی یہ عبارت لفظ بہ لفظ نقل کی ہے۔[2]

شخص واحد متعدد مقامات میں

ایک شخص کا متعدد مقامات میں دیکھا جانا نہ صرف ممکن ہے، بلکہ بالفعل واقع ہے، اس کی کئی صورتیں ہیں:

۱- درمیان کے پردے اٹھا دئے جائیں اور ایک شخص ایک جگہ ہوتے ہوئے کئی جگہ سے دیکھا جائے۔

۲- ایک شخص موجود تو ایک جگہ ہو، اس کی تصویریں کئی جگہ دکھائی جائیں جیسے ٹیلی ویژن میں ہوتا ہے، حاضر و ناظر کا مسئلہ سمجھنے کے لیے ٹیلی ویژن بہت معاون ہو سکتا ہے، بلکہ اب تو ایسا ٹیلیفون آ گیا ہے کہ آپس میں گفتگو بھی ہو رہی ہے اور ایک دوسرے کی تصویر بھی دکھائی دے رہی ہے، جو چیز آلات کے ذریعے سے واقع ہو رہی ہو، کیا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہیں ہوگی؟ یقیناً ہوگی، تو استبعاد کیوں۔؟

۳- اللہ تعالیٰ شخص واحد کے لیے متعدد اجسام مثالیہ مسخر فرما دیتا ہے، ان میں تصرف اور انہیں کنٹرول کرنے والی ایک ہی روح ہوتی ہے، اس سے وہ تکثر جزئی لازم نہیں

---

[1] عبد الرحمٰن بن ابو بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (طبع، بیروت) ۲/۲۶۵

[2] محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع، بیروت) ۲۲/۳۷

آئے گا جسے مناطقہ محال کہتے ہیں، کیونکہ وحدت اور تعدد کا مدار روح پر ہے، جب روح ایک ہے تو وہ ایک ہی شخص کہلائے گا، چاہے اجسام مختلف اور متعدد ہی ہوں۔

سب سے پہلے ایک حدیث ملاحظہ ہو، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بطور خرق عادت ایک شخص کے متعدد اجسام ہو سکتے ہیں۔

حضرت قرہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی کو اپنے بیٹے سے شدید محبت تھی، قضائے الٰہی سے ان کا بیٹا فوت ہو گیا، حضور نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَّا تَاْتِیَ بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَّه یَنْتَظِرُكَ" کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم جنت میں جس دروازے پر بھی جاؤ، اپنے بیٹے کو وہاں انتظار کرتے ہوئے پاؤ۔

ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) کیا یہ اس کے لیے خاص ہے یا ہم سب کے لیے ہے؟ فرمایا: تم سب کے لیے ہے۔[1]

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ بطور خرق عادت، مکتسب اجسام متعدد ہوتے ہیں، کیونکہ صحابی کا بیٹا، جنت کے ہر دروازے پر موجود ہوگا۔[2]

امام احمد اور امام نسائی سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ہمیں سفر معراج پر لے جایا گیا، تو ہم نے مکہ معظمہ میں صبح کی، ہمیں یقینی طور پر معلوم تھا کہ لوگ ہماری تکذیب کریں گے، اہل مکہ نے کہا کیا آپ مسجد اقصیٰ کی صفات بیان کر سکتے ہیں؟ ان میں سے ایسے لوگ بھی تھے، جنہوں نے یہ مسجد دیکھی ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم نے اس مسجد کے اوصاف

---

[1] محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی، امام: مشکوۃ المصابیح (رشیدیہ، دہلی) ص ۱۵۳

[2] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: مرقاۃ المفاتیح (امدادیہ، ملتان) ۱۰۹/۴

بیان کرنے شروع کیے، بعض اوصاف کے بارے میں اشتباہ پیدا ہوگیا، ہم دیکھ رہے تھے کہ وہ مسجد (مسجد اقصیٰ) لاکر حضرت عقیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر کے آگے رکھ دی گئی، چنانچہ ہم نے اسے دیکھ کر اس کے اوصاف بیان کرنے شروع کر دیئے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

یا تو مسجد اقصیٰ کی تصویر پیش کی گئی جیسے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے دیوار کی چوڑائی میں جنت اور دوزخ کو ملاحظہ فرمایا، یا درمیانی مسافت سمیٹ دی گئی، میرے نزدیک اس جگہ یہ بہتر توجیہ ہے، کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ اس وقت بیت المقدس وہاں کے لوگوں کے سامنے رہا اور غائب نہیں ہوا۔[1]

اسی سلسلے میں وہ حدیث ہے جو امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفسیروں میں بیان کی اور امام حاکم نے ''مستدرک'' میں روایت کی اور اسے صحیح قرار دیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''لَوْلَآ اَنْ رَّ آ بُرْھَانَ رَبِّہٖ'' (یوسف علیہ السلام بھی اس عورت کا قصد کرتے، اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ان کے سامنے حضرت یعقوب علیہ السلام کی تصویر لائی گئی، ایسی ہی تفسیر ابن جریر نے سعید بن جبیر، حمید بن عبد الرحمٰن، مجاہد، قاسم بن ابی بزہ، عکرمہ، محمد بن سیرین، قتادہ، ابو صالح، شمر بن عطیہ اور ضحاک سے روایت کی، نیز حضرت حسن بصری سے روایت کیا کہ مکان کی چھت کھل گئی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا، ایک روایت میں حضرت حسن بصری نے فرمایا: انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی تصویر دیکھی۔

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ ان آثار کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ان سلف صالحین کا یہ قول، مثال کے ثابت کرنے یا زمین کے سمیٹ دینے کی

---

[1] عبد الرحمٰن بن ابو بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (طبع، بیروت) ۱/۲۲۲

دلیل ہے اور یہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کے لیے عظیم گواہ ہے، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں ہوتے ہوئے اپنے والد ماجد کو دیکھا، جبکہ حضرت یعقوب علیہ السلام شام میں تھے، اس سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک وقت میں دو دور دراز جگہوں میں دیکھا جانا ثابت ہوتا ہے، اور یہ ہمارے بیان کردہ دو قاعدوں (مثال یا طئ مسافت کے ثابت کرنے) میں سے ایک پر مبنی ہے۔[1]

علامہ علاء الدین قونوی اپنی تالیف ''الاعلام'' میں فرماتے ہیں:

ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں، ملکی اور مقدس نفوس کو زندگی میں ایسی خاصیت اور قوت عطا فرمادے جس کی بنا پر وہ اپنے مخصوص بدن کے علاوہ دوسرے بدن میں تصرف کریں، باوجودیکہ ان کا تصرف پہلے بدن میں بھی جاری رہے---- جب جنات کا مختلف صورتوں میں متشکل ہونا جائز ہے، تو انبیاء کرام، ملائکہ اور اولیاء عظام کے لیے بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا، صوفیائے کرام نے عالم اجسام اور عالم ارواح کے درمیان ایک تیسرا عالم ثابت کیا ہے، جس کا نام انہوں نے عالم مثال رکھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ عالم، عالم اجسام کی نسبت زیادہ لطیف اور عالم ارواح کی نسبت کثیف ہے اسی بنا پر وہ روحوں کے مجسم ہونے اور عالم مثال کی مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کے قائل ہیں، اللہ تعالیٰ کے ارشاد: '' فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا '' (جبرائیل علیہ السلام تندرست، توانا انسان کی صورت میں مریم علیہا السلام کے سامنے آئے) سے اس نظریے کی تائید ہوتی ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ایک ہی روح ان کے اصلی پیکر اور اس مثالی پیکر میں تصرف کرنے والی ہوگی، اسی طرح انبیائے کرام علیہم

---

[1] عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (طبع، بیروت) ۱/۲۲۲

السلام ہیں اور اس میں کوئی بُعد نہیں ہے، کیونکہ جب ان کے لیے مردوں کا زندہ کرنا، عصا کو اژدھا بنا دینا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بعید مسافت، مثلاً زمین و آسمان کی درمیانی مسافت ایک لمحے میں طے کرنے کی قدرت عطا فرمادے تو یہ بھی محال نہیں ہے کہ انہیں دو یا دو سے زیادہ جسموں میں تصرف کی خصوصی اجازت عطا فرمادے، بہت سے مسائل اس پر بنی ہیں اور اس قاعدے کی بنا پر بہت سے اشکالات حل ہو جاتے ہیں----

اہل علم نے اس قاعدے پر مبنی بہت سی حکایات بیان کی ہیں اور ان کے نزدیک یہ اہم ترین قواعد میں سے ہے۔(کلام قونوی ملخصاً)

علامہ الوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انسانی روحیں جب مقدس ہو جاتی ہیں، تو کبھی اپنے بدنوں سے جدا ہو کر اپنے بدنوں کی صورتوں یا دوسری صورتوں میں ظاہر ہو کر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرح کہ وہ کبھی حضرت وحیہ کلبی یا بعض بدویوں کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے، جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، جاتے ہیں اور ان کا اپنے اصلی بدنوں کے ساتھ ایک قسم کا تعلق بھی باقی رہتا ہے، جس کی بنا پر روحوں کے افعال ان جسموں سے صادر ہوتے ہیں۔

جیسے کہ بعض اولیاء کرام قدست اسرارہم کے متعلق بیان کیا جاتا ہے: کہ وہ ایک ہی وقت میں متعدد مقامات میں دیکھے جاتے ہیں اور یہ صرف اس لیے ہوتا ہے کہ ان کی روحیں اعلیٰ درجے کا تجرد اور تقدس حاصل کر لیتی ہیں، لہذا وہ خود ایک شکل کے ساتھ ایک جگہ ظاہر ہوتی ہیں، اور ان کا اصلی بدن دوسری جگہ ہوتا ہے۔ ۵

لَا تَقُلْ دَارِهَا بِشَرْقِيِّ نَجْدٍ
كُلُّ نَجْدٍ لِلْعَامِرِيَّةِ دَارٌ

ترجمہ: تم یہ نہ کہو کہ محبوبہ کا گھر نجد کے مشرقی حصے میں ہے، بلکہ تمام نجد عامریہ (محبوبہ) کا گھر ہے۔[1]

علامہ سید محمود الوسی، صاحب تفسیر روح المعانی مزید فرماتے ہیں:

یہ امر اکابر صوفیاء کے نزدیک ثابت اور مشہور ہے اور طی مسافت سے الگ چیز ہے، جو شخص ان دونوں کمالوں (طی مسافت اور متعدد مقامات پر موجود ہونے) کا انکار کرتا ہے، اس کا انکار ایسی سینہ زوری ہے جو جاہل اور معاند ہی سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

علامہ تفتازانی نے ابن مقاتل ایسے بعض فقہاء اہل سنت پر تعجب کا اظہار کیا ہے، جنہوں نے اس شخص پر کفر کا حکم لگایا جو اس روایت کو مانتا ہے، کہ لوگوں نے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ کو ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو بصرہ میں دیکھا اور اسی دن مکہ مکرمہ میں بھی دیکھے گئے، انہوں نے کفر کا یہ فتویٰ اس گمان کی بنا پر دیا کہ بیک وقت کئی جگہوں پر موجود ہونا بڑے معجزات کی جنس سے ہے اور اسے بطور کرامت ولی کے لئے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

حالانکہ تم جانتے ہو کہ ہم اہل سنت کے نزدیک نبی کا ہر معجزہ ولی کے لیے بطور کرامت ثابت ہو سکتا ہے، سوائے اس معجزہ کے جس کے بارے میں دلیل سے ثابت ہو جائے کہ وہ ولی سے صادر نہیں ہو سکتا، مثلاً قرآن پاک کی کسی صورت کا مثل لانا۔

متعدد محققین نے بعد از وصال حضور نبی اکرم ﷺ کی روح اقدس کے

---

[1] محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع، بیروت) ۱۳؍۲۳

متمثل ہو کر ظاہر ہونے کو ثابت کیا ہے اور دعویٰ کیا جاتا ہے، کہ نبی اکرم ﷺ کی بیک وقت متعدد مقامات پر زیارت کی جاتی ہے، باوجودیکہ آپ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہیں، اس مسئلہ پر تفصیلی کلام اس سے پہلے گزر چکا ہے[1]

اس کے بعد علامہ الوسی آسمانوں پر حضور نبی اکرم ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کے ساتھ ملاقات کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ان انبیاء کرام کی قبریں زمین میں ہیں اور کسی عالم نے یہ نہیں کہا کہ انہیں زمین سے آسمانوں پر منتقل کر دیا گیا تھا۔[2]

کہنا پڑے گا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں بھی جلوہ فرماتھے اور آسمانوں پر بھی جلوہ گر تھے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں غروب آفتاب کے وقت حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مسجد میں تھا، آپ نے فرمایا: ابوذر! جانتے ہو، سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ بہتر جانتے ہیں، فرمایا: وہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔[3]

اس حدیث پر اشکال یہ ہے کہ امام الحرمین نے تصریح کی ہے: کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورج ایک قوم سے غروب ہوتا ہے، تو دوسری قوم پر طلوع ہوتا ہے، سوال یہ ہے کہ وہ ہر رات عرش مجید کے نیچے کیسے ٹھہرتا ہے اور سجدہ کرتا ہے؟ علامہ الوسی نے اس اشکال کا جواب دیا ہے:

یہ اس قبیلے سے نہیں ہے جسے حکماء نے محال قرار دیا ہے، یعنی ایک نفس کا

---

[1] محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع، بیروت) ۱۳/۲۳

[2] ایضاً: " " " " ۱۴/۲۳

[3] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری (طبع، دہلی) ۷۰۹/۲

متعدد جسموں کے ساتھ مشغول ہونا، بلکہ یہ اس سے ماوراء ہے، جیسے کہ اس شخص پر مخفی نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے نور بصیرت عطا فرمایا ہے، اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسانوں کے مقدس نفوس کی طرح سورج کا بھی نفس ہے، جو سورج کے دیکھے جانے والے جسم سے اس طرح جدا ہو جاتا ہے کہ اس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق باقی رہتا ہے، یہ نفس بلا واسطہ عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے، وہاں ٹھہرتا ہے اور اجازت مانگتا ہے، یہ سب کچھ، سورج کے معروف جسم کے محو سفر رہنے اور ساکن نہ ہونے کے منافی نہیں ہے، جیسے کہ علماء ہیأۃ وغیرہم دعویٰ کرتے ہیں، کیونکہ سورج کے نفس کا اپنے جسم سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق متشکل ہو کر سجدہ کرنا اور عرش مجید کے نیچے ٹھہرنا، اس کے معروف جسم کے سفر کے منافی نہیں ہے، اسی طریقے پر اس مسئلے کا حل نکالا جائے گا کہ کعبہ بعض اولیاء کی زیارت کرتا ہے، جیسے کہ بعض علماء نے بیان کیا، اس کا حل یہ ہے کہ کعبہ حقیقتاً اس چیز (پتھروں کی عمارت) کے علاوہ ہے، جسے عوام الناس پہچانتے ہیں، کعبہ کی وہ حقیقت بعض اولیاء کی زیارت کرتی ہے اور لوگ پتھروں کی عمارت کو اپنی جگہ پر برقرار دیکھتے ہیں۔[1]

ائمہ دین کے ارشادات

یہ مسئلہ از قبیل واردات ومشاہدات ہے، یا تو انسان خود روحانیت کے اس مقام پر فائز ہو کہ انبیائے کرام اور اولیاء عظام کی زیارت سے بہرہ ور ہو، یا پھر شریعت وطریقت کے جامع علماء دین کے بیانات کے آگے سر تسلیم خم کر دے، ایسا شخص جسے خود دکھائی نہ دیتا ہو اور بینائی والوں کی بات بھی ماننے کے لئے تیار نہ ہو، اسے کھلی آنکھوں سے نظر آنے والے سورج کے وجود کا بھی قائل نہیں کیا جا سکتا۔

---

[1] محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع بیروت) ۲۳/۱۳

آیئے دیکھیں کہ مستند علماء امت اس مسئلے میں کیا کہتے ہیں:

حضرت عمرو بن دینار جلیل القدر تابعی اور محدثین کرام کے امام ہیں، حضرت ابن عباس، ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: کہ امام شعبہ سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری ایسے عظیم محدث ان کے شاگرد ہیں، وہ فرماتے ہیں: جب گھر میں کوئی شخص نہ ہو تو کہو:

"اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه"

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس ارشاد کی شرح میں فرماتے ہیں:

اس لیے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی روح انور مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔[1]

حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام کا مختلف اوقات میں متعدد مقامات میں تشریف لے جانا عقلاً جائز ہے، جیسے کہ اس بارے میں خبر صادق وارد ہے۔[2]

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کو اختیار ہے کہ ارواح صحابہ کے ساتھ جہان کے جس حصے میں چاہیں تشریف لے جائیں۔[3]

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

کہ اہل بدعت وہ جو کرامات کا انکار کرتے ہیں، تو یہ کچھ بعید نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے نہ تو خود اپنی ذات سے کرامات کا صدور دیکھا اور نہ ہی اپنے ان مقتداؤں سے کرامت نام کی کوئی چیز صادر ہوتے دیکھی، جن کا گمان یہ

---

[1] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: شرح شفاء (مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ) ۲/۶۴

[2] ایضاً: مرقاۃ المفاتیح (مکتبہ امدادیہ، ملتان) ۳/۱

[3] اسمٰعیل حقی، امام: روح البیان (طبع، بیروت) ۱۰/۹۹

ہے کہ ہم بھی کچھ ہیں، حالانکہ انہوں نے عبادات کے ادا کرنے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کی، چنانچہ یہ لوگ اصحاب کرامت اولیاء اللہ پر نکتہ چینی میں مصروف ہوئے، ان کی کھال ادھیڑ دی اور ان کے گوشت چبائے، انہیں جاہل صوفیاء کا نام دیتے ہیں اور انہیں بدعتی قرار دیتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

تعجب تو بعض اہل سنت فقہاء سے ہے، حضرت ابراہیم بن ادھم کے بارے میں مروی ہے: کہ لوگوں نے ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو انہیں بصرہ میں دیکھا اور اسی دن انہیں مکہ مکرمہ میں دیکھا گیا، ان بعض سنی فقہاء نے کہا کہ جو اس کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھے، کافر ہے، اور انصاف وہ ہے جو امام نسفی نے بیان کیا، ان سے پوچھا گیا کہ کہا جاتا ہے کہ کعبہ بعض اولیاء کی زیارت کرتا ہے، کیا اس طرح کہنا جائز ہے، تو انہوں نے فرمایا: اہل سنت کے نزدیک بطور کرامت خلاف عادت کا واقع ہونا جائز ہے[1]

(یعنی اس طرح ایک شخص کا دو جگہ ہونا بھی بطور کرامت جائز ہے-۱۲، شرف قادری)

یہی بات علامہ محمود بن اسرائیل الشہیر بہ ابن قاضی سماونہ نے فرمائی، وہ فرماتے ہیں:

ایسا عقیدہ رکھنے والے کو، کافر اور جاہل نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ یہ کرامت ہے، معجزہ نہیں ہے، معجزہ میں چیلنج ضروری ہے، اس جگہ چیلنج نہیں ہے، لہذا معجزہ بھی نہیں ہے، اہل سنت کے نزدیک کرامت جائز ہے-[2]

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اولیاء کرام سے بعید نہیں ہے، ان کے لیے زمین سمیٹ دی گئی ہے اور

---

[1] مسعود بن عمر تفتازانی، علامہ: شرح مقاصد (مکتبہ مدنیہ، لاہور) ۲/۲۰۴

[2] محمود بن اسرائیل، قاضی: جامع الفصولین (مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ) ۲/۳۲

انہیں متعدد اجسام حاصل ہوئے ہیں، لوگوں نے ان اجسام کو ایک آن میں مختلف جگہوں پر پایا ہے۔[1]

امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے "اَلْمُنْجَلِیُ فِیْ تَطَوُّرِ الْوَلِیْ" (جو کچھ ولی کے مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہونے کے بارے میں ظاہر ہوا) ان کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا کہ دو شخصوں نے طلاق کی قسم کھائی کہ ہمارے شیخ نے ہمارے پاس رات گزاری ہے، کیا ان دونوں صورتوں میں سے کسی کی قسم جھوٹی ہوگی؟ اور وہ حانث ہوگا۔؟

امام نے جواب دیا کہ اس کی چند صورتیں ہیں:

(۱) ان میں سے ہر ایک گواہ قائم کرے۔

(۲) کوئی بھی گواہ پیش نہ کرے۔

(۳) ایک گواہ پیش کرے، دوسرا پیش نہ کرے۔

پہلی دونوں صورتوں میں ظاہر ہے کہ کوئی بھی حانث نہ ہوگا، تیسری صورت میں وہ شخص اختلاف کرے گا، جس کا گمان یہ ہے کہ ایک شخص کا ایک وقت میں دو جگہ ہونا ممکن نہیں، بلکہ محال ہے، حالانکہ یہ محال نہیں ہے جیسے کہ اس شخص کا وہم ہے، جلیل القدر ائمہ کرام نے تصریح کی ہے کہ یہ جائز اور ممکن ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کے ممکن ہونے پر بڑے بڑے ائمہ نے تصریح کی ہے، ان میں سے چند حضرات یہ ہیں، علامہ علاء الدین قونوی، شارح حاوی، شیخ تاج الدین سبکی، کریم الدین آملی، خانقاہ صلاحیہ سعید السعداء کے شیخ، صفی الدین بن ابو منصور، عبدالغفار بن نوح القوصی، صاحب الوحید، عفیف یافعی، شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ، سراج ملقن، برہان ابناسی، شیخ عبداللہ منوفی اور ان کے شاگرد خلیل مالکی، صاحب المختصر، ابو الفضل محمد بن

---

[1] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: مرقاۃ المفاتیح (امدادیہ، ملتان) ۴/۳۱

ابراہیم تلمسانی مالکی اور دوسرے بہت سے علماء[1]

اس کے بعد علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ائمہ نے اس کی توجیہ میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کا خلاصہ تین امور ہیں:

۱- ایک شخص متعدد شکلوں اور صورتوں میں ظاہر ہو جاتا ہے جیسے کہ جنوں میں ہوتا ہے۔

۲- زمین اور مسافت سمیٹ دی جاتی ہے اور ایک ہی شخص کو دو افراد، اپنے اپنے گھروں میں دیکھتے ہیں، حالانکہ وہ ایک ہی جگہ ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ زمین کو سمیٹ دیتا ہے اور پردے اٹھا دیتا ہے جو دیکھنے سے مانع ہوتے ہیں، اس طرح گمان کیا جاتا ہے کہ وہ شخص دو جگہوں میں موجود ہے، جبکہ وہ حقیقۃً ایک ہی جگہ ہوتا ہے، حدیث میں ہے کہ معراج شریف کی صبح نبی اکرم ﷺ قریش کے سامنے بیت المقدس کا نقشہ بیان فرما رہے تھے، اس وقت آپ کے سامنے بیت المقدس پیش کیا گیا، اس حدیث کا بہترین محمل یہ ہے (کہ زمین سمیٹ دی گئی اور پردے اٹھا دیے گئے)

۳- ولی کا جسم اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ تمام کائنات کو بھر دیتا ہے، لہذا اسے ہر جگہ دیکھا جاتا ہے، چنانچہ ملک الموت اور منکر نکیر کی بھی یہی شان بیان کی گئی ہے، فرشتہ ایک ہی وقت مشرق و مغرب میں مرنے والوں کی روح قبض کرتا ہے اور ایک ہی وقت میں دفن کرنے والوں سے سوال کرتا ہے —— تینوں جوابوں میں سے یہ بہترین جواب ہے۔[2]

ابن قیم لکھتے ہیں:

اس جگہ اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ جب اجسام ایک جگہ

---

[1] عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (طبع، بیروت) ۱/۷ ۲۱

[2] ایضاً: " " " ۱/۲۸-۲۱۷

ہوں تو دوسری جگہ نہیں ہو سکتے، یہی حال روح کا ہے اور یہ محض غلط ہے، بلکہ روح آسمانوں کے اوپر" اعلیٰ علیین "میں ہوتی ہے، اسے قبر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، وہ سلام کا جواب دیتی ہے اور سلام کرنے والے کو جانتی ہے، اس کے باوجود وہ اپنی جگہ پر ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ کی روح انور، رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبر کی طرف لوٹا دیتا ہے، وہ سلام کا جواب دیتی ہے اور سلام کرنے والے شخص کا کلام سنتی ہے[1]

حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں:

معراج کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ ایک جسم (شخص) ایک آن میں دو جگہ حاضر ہو گیا، جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے اولاد آدم کے نیک بخت افراد میں خود اپنی ذات اقدس کو بھی ملاحظہ فرمایا، جب آپ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوئے جیسے کہ اس سے پہلے گزرا، اسی طرح حضرت آدم و موسیٰ علیہم السلام اور دیگر انبیاء کرام کے ساتھ جمع ہوئے، بے شک وہ انبیاء کرام زمین میں اپنی قبروں میں بھی تشریف فرما تھے اور آسمانوں پر بھی جلوہ افروز تھے، حضور نبی اکرم ﷺ نے مطلقاً فرمایا: کہ ہم نے حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کو دیکھا، یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کی روح کو دیکھا، پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گفتگو اور مراجعت فرمائی، حالانکہ وہ بعینہٖ زمین پر اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، جیسے کہ (مسلم شریف) کی حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

پس اے وہ شخص، جو کہتا ہے کہ ایک جسم (شخص) دو مکانوں میں نہیں ہو

---

[1] ابن قیم جوزیہ، علامہ: کتاب الروح (طبع، دکن) ص ۱۷۳

سکتا، اس حدیث پر تیرا ایمان کس طرح ہو سکتا ہے؟ اگر تو مومن ہے تو تجھے مان لینا چاہئے اور اگر تو عالم ہے تو اعتراض نہ کر، کیونکہ علم تجھے روکتا ہے، تجھے حقیقت حال کا علم نہیں ہے، حقیقۃً یہ علم اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔

تم یہ تاویل بھی نہیں کر سکتے کہ جو انبیائے کرام زمین میں ہیں، وہ ان انبیائے کرام کے مغایر ہیں، جو آسمان میں ہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے مطلقاً فرمایا: کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، اسی طرح دوسرے انبیاء کرام، جنہیں آپ نے آسمانوں میں دیکھا، تو نبی اکرم ﷺ نے جن کو موسیٰ فرمایا، اگر وہ بعینہٖ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ ہوں، تو ان کے متعلق یہ خبر دینا کہ وہ موسیٰ ہیں، جھوٹ ہوگا۔[1] (نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک)

حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

پھر معترض اولیاء کرام کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کا منکر ہے، حالانکہ حضرت قضیب البان رحمہ اللہ تعالیٰ جن صورتوں سے چاہتے تھے، موصوف ہو کر مختلف مقامات پر ظاہر ہوتے تھے اور جس صورت میں آپ کو پکارا جاتا تھا، جواب دیتے تھے —— بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔[2]

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی (م ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

جسے دیکھا جاتا ہے وہ یا تو حضور نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک ہے جو تجرد اور تقدس میں تمام روحوں سے زیادہ کامل ہے، اس طرح کہ وہ روح مبارک ایسی صورت کے ساتھ متصف اور ظاہر ہوئی، جسے اس رؤیت کے ساتھ دیکھا گیا ہے، جبکہ اس روحِ انور کا تعلق حضور نبی اکرم ﷺ کے اس جسم مبارک کے ساتھ بھی برقرار ہے جو قبر مبارک میں زندہ ہے، جیسے

---

[1] عبدالوہاب شعرانی، امام: الیواقیت الجواہر (مصطفیٰ البابی، مصر) ۲/۳۶

[2] ایضاً: " " " ۲/۳۶

کہ بعض محققین نے فرمایا: کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی دوسرے شخص کی صورت میں ظاہر ہونے کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ (بیک وقت دونوں جگہ موجود تھے)

یا مثالی جسم نظر آتا ہے جس کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی مجرد اور مقدس روح متعلق ہے اور کوئی چیز اس امر سے مانع نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے اجسام بے شمار ہو جائیں اور روحِ مقدس کا ہر ایک کے ساتھ تعلق ہو، اللہ تعالیٰ کی لاکھوں رحمتیں اور تحائف ان میں سے ہر جسم کے لیے اور یہ تعلق ایسا ہی ہے جیسے ایک روح کا ایک جسم کے اجزاء سے ہوتا ہے۔

اس بیان سے اس قول کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے جو شیخ صفی الدین منصور اور شیخ عبدالغفار نے شیخ ابوالعباس طنجی سے نقل کیا، اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے آسمان، زمین اور عرش و کرسی کو رسول اللہ سے بھرا ہوا دیکھا۔

نیز اس بیان سے یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد لوگ ایک ہی وقت میں دور دراز مقامات پر رسول اللہ کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں؟ اس طرح کے ہوتے ہوئے اس جواب کی ضرورت نہیں رہتی، جس کی طرف بعض بزرگوں نے اشارہ کیا ہے، ان سے اس دیدار کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

كَالشَّمْسِ فِيْ كَبِدِ السَّمَآءِ وَضَوؤُهَا

يَغْشَى الْبِلَادَ مَشَارِقًا وَّ مَغَارِبًا

حضور نبی اکرم ﷺ آسمان کے وسط میں پائے جانے والے سورج کی طرح ہیں۔

جس کی روشنی مشرق اور مغرب کے شہروں کو ڈھانپ رہی ہے۔[1]

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جب جنات کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہو کر عجیب وغریب کام کر لیتے ہیں، اگر کاملین کی روحوں کو یہ قدرت عطا فرمادیں، تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے اور دوسرے بدن کی کیا حاجت ہے؟

اسی سلسلے کی کڑی وہ واقعات ہیں، جو بعض اولیائے کرام سے منقول ہیں کہ وہ ایک ہی آن میں متعدد مقامات میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام انجام دیتے ہیں، ان کے لطائف مختلف (مثالی) اجسام کی صورت میں مجسم ہو جاتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں۔

اسی طرح اس بزرگ کا واقعہ ہے جو ہندوستان کے رہنے والے ہیں اور کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں گئے، اس کے باوجود ایک جماعت مکہ مکرمہ سے آتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم نے اس بزرگ کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے اور ان سے یہ یہ باتیں ہوئی ہیں، ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ ہم نے انہیں روم میں دیکھا ہے، تیسری جماعت نے انہیں بغداد میں دیکھا۔

یہ سب اس بزرگ کے لطائف ہیں جو مختلف شکلوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس بزرگ کو ان تشکلات کی اطلاع نہیں ہوتی۔

اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور وصال یافتہ بزرگوں سے خوف اور ہلاکت کے مقامات میں امداد طلب کرتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی

---

[1] محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی (۳۵/۲۲)

صورتیں حاضر ہوتی ہیں اور ان سے مصیبت دور کرتی ہیں، بعض اوقات ان بزرگوں کو مصیبت دور کرنے کی اطلاع ہوتی ہے اور بعض اوقات نہیں ہوتی، یہ بھی دراصل ان بزرگوں کے لطائف متشکل ہوتے ہیں، اور یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں۔

چنانچہ ہزار افراد ایک ہی رات، خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف صورتوں میں زیارت کرتے ہیں اور بہت سے فائدے حاصل کرتے ہیں، یہ سب آپ کی صفات اور آپ کے لطائف ہوتے ہیں، جو مثالی صورتوں سے متشکل ہوتے ہیں۔

اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے فوائد حاصل کرتے ہیں اور پیران کرام ان کی مشکلات حل کرتے ہیں۔[1]

امام علامہ شیخ علی نورالدین حلبی مؤلف سیرت حلبیہ (م ۱۰۴۴ھ) نے ایک رسالہ لکھا ہے: "تَعْرِيْفُ اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَالْاِيْمَانِ بِاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلُوْ مِنْهُ مَكَانٌ وَّلَا زَمَانٌ" (اہل اسلام کو بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی زمانہ اور کوئی جگہ خالی نہیں ہے) — ہر جگہ آپ کی جلوہ گری ہے، یہ رسالہ امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی نے "جواھر البحار" کی دوسری جلد میں (ص ۱۱۱ سے ۱۲۵ تک) نقل کر دیا ہے۔

حضرت مولانا حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ جو علماء دیوبند کے بھی پیر و مرشد ہیں، فرماتے ہیں:

البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے، اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے، مضائقہ نہیں، کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے، لیکن عالم

---

[1] احمد سرہندی، امام ربانی، مجدد: مکتوبات فارسی (رؤف اکیڈمی، لاہور) دفتر دوم، حصہ ہفتم، ص ۲۷

امر دونوں سے پاک ہے، پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں[1]

یاد رہے کہ یہ کتاب مولوی اشرف علی تھانوی کی مصدقہ ہے۔

علامہ سید محمد علوی مالکی مکی اپنی معرکتہ الآرا تصنیف "الذخائر المحمدیہ" میں فرماتے ہیں:

حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی روحانیت ہر مکان میں حاضر ہے، آپ کی روحانیت، خیر اور فضیلت کے مقامات اور محفلوں میں حاضر ہوتی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ روح بحیثیت روح کے برزخ میں مقید نہیں ہے، بلکہ آزاد ہے اور ملکوت الٰہی میں سیر کرتی ہے، برزخ میں روح کے آزاد ہونے اور سیر کرنے کی دلیل صحیح حدیث میں حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

مومن کی روح ایک پرندے کی طرح ہے جہاں چاہتی ہے سیر کرتی ہے، یہ حدیث امام مالک نے روایت کی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک تمام روحوں سے زیادہ کامل ہے، اس لیے حاضر اور شاہد ہونے میں بھی سب سے زیادہ کامل ہے۔[2]

غیر مقلدین کے امام، "صحاح ستہ" کے مترجم نواب وحید الزمان کہتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ بیان سابق سے وہ شبہ دور ہو جاتا ہے جسے کم فہم لوگ پیش کرتے ہیں اور یہ کہ صالحین کی قبروں کی زیارت کر کے ان کی روحوں سے فیوض و برکات، دل کی ٹھنڈک اور انوار کس طرح حاصل کیے جا سکتے ہیں؟ جبکہ ان کی روحیں اعلیٰ علیین میں ہیں؟ جواب یہ ہے کہ روح از قبیل اجسام نہیں ہے، اجسام کی یہ صفت ہے کہ جب وہ ایک مکان میں ہوں، تو دوسرے مکان میں موجود نہیں ہو سکتے (بخلاف روح کے، کہ وہ دو مکانوں میں موجود ہو سکتی

---

[1] محمد امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا الحاج: شمائم امدادیہ (قومی پریس، لکھنو) ص ۳

[2] محمد بن علوی مالکی، علامہ سید: الذخائر المحمدیہ (مطبوعہ حسان، قاہرہ) ص ۲۵۹

ہے)اور اگر مان لیا جائے کہ روح ایک ہی مکان میں موجود ہو سکتی ہے، تو اس کی تیز رفتاری کی بنا پر اس کے لیے آسمان کی طرف چڑھنا اور پھر وہاں سے اترنا، اور زائر کی طرف متوجہ ہونا، پلک جھپکنے کی بات ہے۔[1]

دو سطروں کے بعد انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ روح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور ایک وقت میں دو جگہوں پر موجود ہو سکتی ہے۔

البریلویۃ کے مؤلف کی قساوت اور غلط بیانی

گزشتہ صفحات میں قرآن و حدیث اور ارشادات ائمہ کی روشنی میں مسئلہ حاضر و ناظر مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے، اگر زحمت نہ ہو تو ان ائمہ کرام کے اسماء مبارکہ پر ایک نظر ڈال لیجئے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، امام المحدثین حضرت عمرو بن دینار، امام بیہقی، امام غزالی، امام رازی، امام قرطبی، امام علاء الدین خازن، امام ابن الحاج، امام بدر الدین عینی، امام راغب اصفہانی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی، امام جلال الدین سیوطی، امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت ملا علی قاری، امام عبد الوہاب شعرانی، علامہ سید محمود الوسی بغدادی، علامہ اسمٰعیل حقی، شیخ علی نور الدین حلبی، شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، علامہ شیخ سید محمد علوی مالکی، علامہ عبد الحی لکھنوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) وغیرہم۔

ایک طرف ان حضرات کے ارشادات پیش نظر رکھئے اور دوسری طرف قساوت قلبی کا یہ مظاہرہ بھی دیکھئے ——— احسان الٰہی ظہیر کہتے ہیں:

یہ عقائد ہیں خرافات اور بدعت میں مبتلا مشرکوں کے، جنہیں پاک و ہند کے علاوہ اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں شیطان نے گمراہ اور اغوا کیا ہے۔[2]

---

[1] وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی (اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ) ص ۶۳

[2] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ (عربی) ص ۱۱۲

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ غیر مقلدین، بریلویت کی آڑ لے کر دنیا بھر کے مسلمانوں اور ملت اسلامیہ کے مسلم اور مقتدر ائمہ کرام کو اہل بدعت اور مشرک قرار دیتے ہیں، ان سے کوئی شخص اتنا ہی پوچھ لے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو تو امام تم بھی جانتے ہو اور مانتے ہو، کیا انہیں بھی مشرکین کی فہرست میں شامل کرو گے؟ نیز کیا نواب صدیق حسن خاں کو بھی مشرکین کی صف میں کھڑا کرو گے، جو یہ کہتے ہیں:

> بعض عارفوں نے فرمایا کہ یہ خطاب (اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَاالنَّبِی) اس بنا پر ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذروں اور افراد ممکنات میں جاری و ساری ہے، پس آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔[1]

نواب وحید الزمان کے بارے میں کیا کہو گے؟ جو یہ کہتے ہیں:

> روح از قبیل اجسام نہیں ہے، اجسام کی یہ صفت ہے کہ جب وہ ایک مکان میں ہوں تو دوسرے مکان میں موجود نہیں ہو سکتے۔[2]

کیا اس عبارت کا صاف مطلب یہ نہیں کہ روح ایک سے زائد جگہوں پر موجود ہو سکتی ہے؟ ان پر کیا فتویٰ لگاؤ گے؟

بریلوی اہل سنت کا علامتی نشان

احسان الٰہی ظہیر کے فتووں اور سب و شتم کا تمام تر رخ علماء اہل سنت و جماعت کی طرف ہے، البتہ مصلحت کے پیش نظر وہ انہیں بریلوی کا نام دیتے ہیں، درج ذیل سطور میں اہل سنت و جماعت کے ائمہ کرام کے وہ ارشادات پیش کیے جاتے ہیں، جنہیں ظہیر صاحب نے اہل سنت اور بریلوی کو ایک دوسرے کا مترادف سمجھتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ پاک و ہند میں اہل سنت و جماعت کے مخالفین نے انہیں بریلوی کا نام دیا ہے تا کہ ظاہر ہو کہ یہ نیا فرقہ ہے اور یہ لوگ آسانی کے ساتھ اہل سنت کو گالیں دے سکیں اور کوئی شخص ان

---

[1] صدیق حسن خان بھوپالی، نواب: مسک الختام شرح بلوغ المرام (طبع لکھنو) ۱/۲۴۴

[2] وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی (طبع سیالکوٹ) ص ۶۳

کے اس ظلم پر گرفت نہ کرے، حالانکہ بریلوی ہرگز کوئی فرقہ نہیں ہے، بلکہ یہ لوگ پوری استقامت کے ساتھ مسلک اہل سنت و جماعت پر قائم ہیں۔

ذیل میں ائمہ دین کے وہ ارشادات ملاحظہ ہوں جنہیں ظہیر صاحب نے بریلویوں کے اقوال قرار دیا ہے۔

۱- امام علامہ شیخ علی نورالدین حلبی (م ۱۰۴۴ھ) نے ایک رسالہ لکھا ہے، جس کا نام ہے: '' تَعْرِيْفُ اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَالْاِيْمَانِ بِاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَخْلُوْ مِنْهُ مَكَانٌ وَّلَا زَمَانٌ ''

اہل اسلام و ایمان کو بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے کوئی زمانہ اور کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔

(ملاحظہ ہو''جواہر البحار'' جلد دوم (عربی) ص ۱۲۵-۱۱۱)

۲- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ عالیہ پر حاضر ہوئے تو انہیں کشف میں حضور سرورِ عالم ﷺ کی زیارت ہوئی، ان کا بیان ہے:

یہاں تک کہ میں خیال کرتا تھا کہ تمام فضا رسول اللہ ﷺ کی روح مقدس سے بھری ہوئی ہے۔[۱]

۳- علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یا مثالی جسم نظر آتا ہے، جس کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی مجرد اور مقدس روح متعلق ہے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بے حد و حساب، مثالی اجسام ہو جائیں۔[۲]

۴- امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کو ارواحِ صحابہ سمیت تمام عالم میں سیر کرنے کا اختیار ہے،

---

۱ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: فیوض الحرمین (ایچ ایم سعید، کراچی) ص ۲۷

۲ محمود آلوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع، بیروت) ۲۲/ ۳۵

بہت سے اولیاء کرام نے آپ کی زیارت کی ہے۔[1]

۵- حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اولیائے کرام سے بعید نہیں ہے کہ ان کے لیے زمین لپیٹ دی گئی ہے، اور انہیں متعدد (مثالی) اجسام حاصل ہیں، جنہیں ایک آن میں مختلف جگہوں پر پایا گیا ہے۔[2]

۶- حضرت عمرو بن دینار کا ارشاد ہے:

کہ جب آدمی خالی گھر میں داخل ہو تو کہے: "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِی"

حضرت ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں: اس لیے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی روح مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔[3]

۷- امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے رسالہ مبارکہ "إنباء الأذکیاء" میں فرماتے ہیں کہ عالمِ برزخ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی کچھ مصروفیات اس طرح کی ہیں:

اپنی امت کے اعمال ملاحظہ فرماتے ہیں، ان کے گناہوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں، ان کی مصیبتوں کے دور ہونے کی دعا کرتے ہیں، زمین کے اطراف میں برکت عطا کرنے کے لیے تشریف لے جاتے ہیں، امت کے ولی فوت ہونے پر اس کے جنازہ پر تشریف لے جاتے ہیں، برزخ میں آپ کی بعض مصروفیات یہ ہیں، جیسے کہ اس سلسلے میں احادیث اور آثار وارد ہیں۔[4]

---

[1] اسمٰعیل حقی، امام: روح البیان (طبع، بیروت) ۹۹/۱۰

[2] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: مرقاۃ المفاتیح (طبع، مکتبہ امدادیہ، ملتان) ۳۱/۴

[3] ایضاً: شرح شفاء، (طبع، مدینہ منورہ) ۴۶۴/۳

[4] عبد الرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (طبع، بیروت) ۱۵۳/۲

۸- مفسر قرآن حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ملاحظہ فرمائی ـــــ آپ نے ان کی پیدائش، اعزاز و اکرام کا مشاہدہ کیا اور خلاف ورزی کی بنا پر جنت سے نکالا جانا ملاحظہ فرمایا۔[1]

یہ پوری عبارت گزشتہ صفحات میں پیش کی جا چکی ہے۔

۹- علامہ سید محمود الوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد اس امت کے بہت سے کاملین کو بیداری میں آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور انہوں نے آپ سے استفادہ کیا۔[2]

۱۰- امام علامہ جلال الدین سیوطی، پھر علامہ سید محمود الوسی اور علامہ عمر بن سعید الفوتی الطوری فرماتے ہیں:

ان نقول اور احادیث کے مجموع سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے جسم مبارک اور روحِ مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور اطراف زمین اور ملکوت اعلیٰ میں جہاں چاہتے ہیں تصرف اور سیر فرماتے ہیں[3] (پوری عبارت اس سے پہلے گزر چکی ہے-۱۲، شرف قادری)

۱۱- امام علامہ ابن الحاج، اور امام قسطلانی فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ اپنی امت کو ملاحظہ فرماتے ہیں، ان کے احوال، نیتوں، عزائم اور خیالات کو جانتے ہیں اور اسی سلسلے میں آپ کی حیات

---

[1] اسمٰعیل حقی، امام: روح البیان (طبع، بیروت) ۲/۱۸

[2] محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع، بیروت) ۲۲/۳۵

[3] (ا) عبد الرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (طبع، بیروت) ۲/۲۶۵

(ب) محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع، بیروت) ۲۲/۳۷

(ج) عمر بن سعید الفوتی، علامہ: رماح حزب الرحیم علی نحور حزب الرجیم (بیروت) ۱/۲۳۰

مبارکہ اور وصال شریف میں کوئی فرق نہیں [1]

یہ ہیں وہ اقوال جو احسان الٰہی ظہیر نے اپنی دانست میں اس انداز سے بیان کئے ہیں کہ بریلوی یوں کہتے ہیں، اپنے اماموں سے یوں نقل کرتے ہیں، اپنے جیسے لوگوں سے یوں نقل کرتے ہیں، پھر آخر میں کہا کہ یہ مشرکوں، بدعتیوں اور خرافات میں مبتلا لوگوں کے عقائد ہیں۔ [2]

اس کا کھلم کھلا مطلب یہ ہے کہ امام غزالی، امام ابن الحاج، امام سیوطی، حضرت ملا علی قاری، علامہ اسمٰعیل حقی، علامہ قسطلانی اور علامہ سید محمود الوسی بغدادی، جو مسلم امہ کے نزدیک مسلّم شخصیات ہیں، سب مشرک اور بدعتی ہیں، بلکہ غیر مقلدین کے نزدیک وہ تمام علماء اور ائمہ بدعتی اور مشرک ہیں، جن کے حوالے اس سے پہلے گزر چکے ہیں، سچی بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے سوا سب کو مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

ایک مغالطہ

گزشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ نظریۂ حاضر و ناظر نبی اکرم ﷺ کی بشریت اور خاص جسم اقدس کے اعتبار سے نہیں، بلکہ نورانیت اور روحانیت کے اعتبار سے ہے، احسان الٰہی ظہیر نے اس نکتے کو نہیں سمجھا اور یہ اعتراض کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حجرۂ شریفہ میں تشریف فرما ہوتے تھے اور صحابہ کرام مسجد میں آپ کا انتظار کیا کرتے تھے، اسی طرح فلاں جگہ ہوتے تھے اور فلاں جگہ نہیں ہوتے تھے۔ [3]

اسی طرح اس نظریئے کو قرآن پاک کے مخالف قرار دیتے ہوئے متعدد آیات پیش کی ہیں، مثلاً ارشاد ربانی ہے: "وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ" (القصص، ۲۸/۴۵)

ترجمہ! اور آپ طور کے کنارے پر نہ تھے۔

---

[1] (ا) ابن الحاج، امام: المدخل (طبع، بیروت) ۱/۲۵۲

(ب) احمد بن محمد قسطلانی، امام: مواہب لدنیہ مع الزرقانی (طبع، عامرہ، مصر) ۸/۳۴۸

[2] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ (عربی) ص ۱۱۲

[3] ایضاً: " " ص ۱۱۱

اور یہ نہ سمجھا کہ یہ سب کچھ خاص جسم اقدس کے اعتبار سے تھا، ورنہ آپ کی روحانیت ہر جگہ جلوہ گر ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی، بحث تکوین میں فرماتے ہیں:

صاحب عقل کو چاہیے کہ ایسے مسائل میں غور کرے اور راسخ العلم علماء اصول کی طرف ایسی بات منسوب نہ کرے جس کا محال ہونا بدیہی اور معمولی عقل وشعور رکھنے والے پر ظاہر ہو، بلکہ ان کے کلام کا ایسا محمل تلاش کرے، جس میں علماء اور عقلاء کے اختلاف کی گنجائش ہو۔[1]

مشہور مفسر علامہ احمد بن محمد صاوی (م ۱۲۴۱ھ) اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

یہ دشمن پر حجت قائم کرنے کے لیے عالم جسمانی کے پیش نظر ہے، روحانی عالم کے اعتبار سے تو آپ ہر رسول کی رسالت کے لیے اور جو کچھ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے جسم شریف کے ظاہر ہونے تک واقع ہوا، سب کے لیے حاضر ہیں، لیکن اہل عناد سے یہ بات نہیں کہی جائے گی۔[2]

امام احمد رضا سنی حنفی بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

جو شخص ایسے مسئلہ کو جو قرآن وحدیث سے صحیح وارشادات علماء سے ثابت ہے کفر کہے، وہ اپنے اسلام کی خبر لے۔[3]

اختلاف کی بنیاد

عوام وخواص "اَلتَّحِیَّاتُ" میں صیغہ خطاب کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے ہیں، نماز کے علاوہ مصائب کے وقت، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ پیش کرنے کے لیے "یارسول اللہ" کہتے ہیں، مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی

---

[1] مسعود بن عمر تفتازانی، علامہ: شرح عقائد (طبع لکھنؤ) ص ۵۴

[2] احمد بن محمد صاوی مالکی، علامہ: الصاوی علی الجلالین (مصطفے البابی، مصر، ۱۹۴۱ء) ۳/۲۰۶

[3] احمد رضا بریلوی، امام: فتویٰ نادرہ (غوثیہ کتب خانہ، لاہور) ص ۱۶

نے ان پر سخت رد کیا اور لکھا:

اور مشکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ حاضر ناظر سمجھنا اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی، سوان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ پھر اس کو اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور اس کا بندہ۔[1]

علماء اہل سنت نے اس کا رد کیا اور بتایا کہ عامۃ المسلمین کا مقصد کیا ہے، اس پر قرآن وحدیث اور سلف صالحین ائمہ کے ارشادات سے دلائل پیش کئے، جن میں کچھ دلائل گزشتہ صفحات میں پیش کیے گئے ہیں--- اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزاعطا فرمائے۔

آخر میں جمعیۃ العلماء اسلام کے جنرل سیکرٹری، مولانا فضل الرحمٰن کا بیان بھی ملاحظہ ہو، موصوف دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں، تاہم انہوں نے زیر بحث مسئلے کے متعلق بڑی معقول اور فیصلہ کن بات کہی ہے —— انہوں نے ایک انٹرویو میں کہا:

اگر حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا نور سمجھ کر ہر جگہ سمجھا جائے، تو کوئی جھگڑا نہیں، اور جسم مبارک کو ہر جگہ جانا جائے تو یہ مسئلہ علمائے بریلی بھی بیان نہیں کرتے، تو پھر جھگڑا کس بات پر ہے۔[2]

سچی بات یہ ہے کہ اگر اسی انصاف اور دیانت سے کام لیا جائے تو اہل سنت وجماعت کے تمام عقائد اور معمولات پر اتفاق ہو سکتا ہے۔

''وَمَاذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز''۔

---

[1] محمد اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان (مطبع فاروقی، دہلی) ص ۸

[2] پندرہ روزہ ندائے اہل سنت: شمارہ ۱۶ تا ۳۰ جون ۱۹۹۳ء، ص ۵



مصادر ومراجع


Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

قائمة المراجع

١- القرآن الكريم

٢- آب حيات : لمحمد قاسم النانوتوى ، ط : دهلى

٣- الابريز : للشيخ أحمد بن المبارك . ط : مصر

٤- الآثار المرفوعة : للعلامة عبدالحى اللكنوى ، ط : لاهور

٥- إحياء علوم الدين : للامام محمد الغزالى ، ط : بيروت

٦- أدلة أهل السنة والجماعة : للسيد يوسف الرفاعى ، ط : الكويت

٧- الاذكار : للامام يحيي بن شرف النووى . ط : مصر

٨- إرشاد السارى : للامام أحمد القسطلانى ، ط : بيروت

٩- الاستيعاب : للامام ابن عبدالبر النمرى . ط : بيروت

١٠- الاسلام فى عصر العلم : للعلامة محمد فريد وجدى، ط : بيروت

١١- أشعة اللمعات : للشيخ عبدالحق الدهلوى ، ط : باكستان

١٢- أطيب النغم : للشاه ولى الله المحدث الدهلوى . ط : دهلى

١٣- اقتضاء الصراط المستقيم : للعلامة ابن تيمية ،ط : لاهور

١٤- الامن والعلى : للامام أحمد رضا البريلوى ، ط : لاهور

١٥- الانتباه : للشاه ولى الله الدهلوى ، ط : فيصل آباد

١٦- أنفاس العارفين : للشاه ولى الله الدهلوى ، ط : ملتان

١٧- الأنوار فى مولدالنبي محمد : لأبي الحسن البكرى، ط : نجف أشرف

١٨- أنوار الانتباه : للشيخ أحمد رضا البريلوى ، ط : لاهور

١٩ـ البداية والنهاية : للحافظ ابن كثير ، ط : بيروت
٢٠ـ بركات الامداد : للشيخ أحمد رضا البريلوى ، ط : بريلى بالهند
٢١ـ البريلوية : لاحسان إلهى ظهير ، ط : لاهور
٢٢ـ براهين قاطعة : لخليل أحمد الأنبيتوى ، ط : ديوبند بالهند
٢٣ـ بستان المحدثين : للشاه عبدالعزيز الدهلوى ، ط : كراتشى
٢٤ـ البشرية والرسالة : لمحمد أنور الجيلانى ، ط : باكستان
٢٥ـ بغية الرائد : للنواب صديق حسن ، ط : كوجرانواله
٢٦ـ بهجة الاسرار : للشيخ أبى الحسن على اللخمى ، ط : مصر
٢٧ـ تاريخ الخميس : للعلامة حسين الديار بكرى ، ط : بيروت
٢٨ـ تاريخ دعوت وعزيمت : لأبى الحسن على الندوى ، ط : كراتشى
٢٩ـ تحفه اثنا عشرية : للشاه عبدالعزيز الدهلوى ، ط : لاهور
٣٠ـ تحفة الاحوذى : لمحمد عبدالرحمن ، ط : باكستان
٣١ـ تذكرة الأولياء : للشيخ فريدالدين العطار ، ط : لاهور
٣٢ـ تذكرة الرشيد : لمحمد عاشق إلهى الميرتى، ط : كراتشى
٣٣ـ التذكرة : للامام محمد القرطبى ، ط : المكتبة التوفيقية
٣٤ـ تحذير الناس : لمحمد قاسم النانوتوى ، ط : ديوبند
٣٥ـ تفسير ابى السعود : للامام محمد العمادى ، ط : بيروت
٣٦ـ تفسير البيضاوى : لعبدالله بن عمر البيضاوى ، ط هند
٣٧ـ تفسير الجلالين : للامام عبدالرحمن السيوطى ، ط : دهلى
٣٨ـ تفسير فتح العزيز : للشاه عبدالعزيز الدهلوى ، ط : دهلى
٣٩ـ تفسير فتح القدير : لمحمد بن على الشوكانى ، ط : بيروت
٤٠ـ التفسير الكبير : للامام محمد بن عمر الرازى ، ط : مصر

٤١ـ تفسير مظهرى : للقاضى محمد ثناء الله البانى بتى ، ط : دهلى
٤٢ـ تفسير النسفى : للامام عبدالله بن أحمد النسفى ، ط : بيروت
٤٣ـ التفهيمات : للشاه ولى الله الدهلوى ، ط : باكستان
٤٤ـ تقوية الايمان : لمحمد إسماعيل الدهلوى ، ط : دهلى
٤٥ـ التلخيص على هامش المستدرك : للامام الذهبى ، ط : بيروت
٤٦ـ تنوير المقباس : للامام محمد الفيروزآبادى ، ط : مصر
٤٧ـ تيسير القارى : للعلامة نورالحق الدهلوى ، ط : لكنؤ
٤٨ـ الجامع لاحكام القرآن : للامام محمد القرطبى ، ط : بيروت
٤٩ـ جامع البيان : للامام محمد بن جرير الطبرى ، ط : مصر
٥٠ـ جامع الفصولين : للعلامة محمود بن اسرائيل ، ط : مصر
٥١ـ جلاء الافهام : للعلامة ابن القيم الجوزية ، ط : فيصل آباد
٥٢ـ جمع الوسائل : للامام على بن سلطان محمد القارى، ط : كراتشى
٥٣ـ جواهر البحار : للعلامة يوسف بن إسماعيل النبهانى ، ط : مصر
٥٤ـ جواهر خمسة : للشاه محمد غوث الكواليارى ، ط : كراتشى
٥٥ـ الجوهر المنظم : للعلامة أحمد بن حجر المكى ، ط : لاهور
٥٦ـ حاشية على تفسير الجلالين : للعلامة أحمد الصاوى ، ط : مصر
٥٧ـ حاشية على ملا جلال : للعلامة السيد الزاهد الهروى، ط : لكنؤ
٥٨ـ حاشية الهمعات : لمحمد نورالحق العلوى ، ط : حيدر آباد
٥٩ـ الحاوى للفتاوى : للامام عبدالرحمن السيوطى ، ط : بيروت
٦٠ـ حدائق بخشش : للامام أحمد رضا البريلوى ، ط : لاهور
٦١ـ الحديقة الندية : للامام عبدالغنى النابلسى ، ط : فيصل آباد
٦٢ـ الحصن الحصين : للامام محمد بن محمد الجزرى ، ط : مصر

٦٣- حفظ الایمان : لمحمد اشرف علی التانوی ، ط : دیوبند
٦٤- حلية الأولياء : للامام احمد الأصبهانی ، ط : بیروت
٦٥- حیاة أعلی حضرت : للعلامة محمد ظفر الدین ، ط : کراتشی
٦٦- حیات النبی : للعلامة أحمد سعید الکاظمی . ط : ساهیوال
٦٧- خالص الاعتقاد : للامام أحمد رضا البریلوی ، ط : لاهور
٦٨- الخصائص الصغری : للامام السیوطی . ط : لاهور
٦٩- الخصائص الکبری : للامام السیوطی ، ط : مصر
٧٠- الدر المختار : للامام علاء الدین الحصکفی . ط : دهلی
٧١- دستور العلماء : للقاضی عبدالنبی أحمد نکری ، ط : بیروت
٧٢- دلائل النبوة : للحافظ أبی نعیم الأصبهانی ، ط : بیروت
٧٣- الدولة المکیة : للامام أحمد رضا البریلوی ، ط : کراتشی
٧٤- الذخائر المحمدية : للعلامة محمد بن علوی المالکی ، ط : قاهره
٧٥- رسائل ابن عابدین : للسید محمد أمین الشامی ، ط : لاهور
٧٦- الرسالة القشيرية : للامام عبدالکریم القشیری ، ط : مصر
٧٧- رسول الله فی القرآن الکریم : لحسن کامل ملطاوی ، مصر
٧٨- روح البیان : للعلامة إسماعیل الحقی ، ط : بیروت
٧٩- روح المعانی : للسید محمود الألوسی ، ط : بیروت
٨٠- الروض الانف : للعلامة عبدالرحمن السهیلی ، ط : ملتان
٨١- رماح حزب الرحیم : للعلامة عمر الفوتی ، ط : بیروت
٨٢- زاد المعاد : للعلامة ابن القیم الجوزیة
٨٣- الزبدة العمدة : للامام علی القاری ، ط : باکستان
٨٤- زرقانی علی المؤطا : للعلامة محمد بن عبدالباقی الزرقانی ، مصر

٨٥- سبل الهدى والرشاد : للعلامة محمد بن يوسف الشامى، ط مصر
٨٦- سر الاسرار : للامام السيد عبدالقادر الجيلى ، ط : لاهور
٨٧- السراج المنير : للعلامة أحمد عبدالجواد الدمشقى ، ط : دمشق
٨٨- السعاية : للعلامة محمد عبدالحى اللكنوى ، ط : لاهور
٨٩- السيرة الحلبية : للامام على الحلبى ، ط : بيروت
٩٠- السيرة النبوية : للامام عبدالملك بن هشام ، ط : ملتان
٩١- سيوف الله الأجلة : لمحمد عاشق الرحمن الاله آبادى، ط : هند
٩٢- سنن ابن ماجة : للامام محمد بن يزيد بن ماجة ، ط : كراتشى
٩٣- سنن الدارمى : للامام عبدالله الدارمى، ط : قاهره
٩٤- شرح جامى : للعلامة عبدالرحمن الجامى ، ط : لكنؤ
٩٥- شرح الشفاء : للامام على بن سلطان محمد القارئ ، ط : بيروت
٩٦- شرح الشمائل : للعلامة عبد الرؤف المناوى ، ط : كراتشى
٩٧- شرح العقائد : للعلامة مسعود بن عمر التفتازانى، ط : لكنؤ الهند
٩٨- شرح على الفقه الأكبر : للعلامة على القارى ، ط : مصر
٩٩- شرح مسلم : للامام يحيى بن شرف النووى ، ط : كراتشى
١٠٠- شرح مسندالامام الاعظم : للامام على القارى، ط: دهلى
١٠١- شرح المقاصد : للعلامة مسعود بن عمر التفتازانى ، ط : لاهور
١٠٢- شرح المواقف : للسيد على بن محمد الجرجانى، ط : إيران
١٠٣- شرح المواهب اللدنية : للعلامة محمد الزرقانى، ط : مصر
١٠٤- شرح نخبة الفكر : للعلامة أحمد بن حجر العسقلانى ، ط : ملتان
١٠٥- شرف النبى : للامام أبى سعيد عبد الملك ، ط : تهران
١٠٦- الشفاء : للامام القاضى عياض المالكى، ط: ملتان

— — —

١٠٧ـ شفاء السقام : للامام تقى الدين السبكى. ط : فيصل آباد
١٠٨ـ شمائم امدادية : للشيخ محمد امداد الله المهاجر المكى
١٠٩ـ شواهد الحق : للعلامة يوسف النبهانى. ط : مصر
١١٠ـ الصارم المسلول : للعلامة ابن تيمية ، ط : بيروت
١١١ـ الصحيح : للامام محمد بن إسماعيل البخارى، ط : دهلى
١١٢ـ الصحيح : للامام مسلم بن الحجاج القشيرى، ط : كراتشى
١١٣ـ صراط مستقيم : لمحمد إسماعيل الدهلوى ، ط : لاهور
١١٤ـ ضمان التكميل : لمحمد أشرف على التانوى . ط : دهلى
١١٥ـ الصواعق المحرقة : للعلامة إبن حجر المكى، ط : مصر
١١٦ـ الطبقات : للامام إبن سعد ، ط : بيروت
١١٧ـ طريق الهجرتين : للعلامة ابن القيم الجوزية . ط : قطر
١١٨ـ عرائس البيان : للعلامة روز بهان، ط : لكنؤ
١١٩ـ عرف الشذى : لمحمد أنور شاه الكشميرى . ط : ديوبند
١٢٠ـ عصيدة الشهدة : للعلامة عمر الخرپوطى ، ط : كراتشى
١٢١ـ عمدة القارى: للعلامة محمود بن أحمد العينى. ط : بيروت
١٢٢ـ عناية القاضى: للامام أحمد الخفاجى. ط : بيروت
١٢٣ـ غاية المأمول : للسيد أحمد البرزنجى . ط : لاهور
١٢٤ـ غرائب القرآن : للامام نظام الدين حسن ، ط : مصر
١٢٥ـ الفتاوى الحديثية : للامام أحمد بن حجر المكى . ط : مصر
١٢٦ـ الفتاوى الخيرية : للعلامة خير الدين الرملى . ط : قندهار
١٢٧ـ فتاوى رشيديه : لرشيد أحمد الجنجوهى ، ط : كراتشى
١٢٨ـ الفتاوى الرضوية (المجلد الثانى) للشيخ أحمد رضا البريلوى ،
ط : هند

١٢٩ـ الفتاوى الرضوية (المجلد الرابع) :
للشيخ أحمد رضا البريلوى ، ط : مباركفور بالهند
١٣٠ـ الفتاوى الرضويه (المجلد السادس) :
للشيخ أحمد رضا البريلوى ، ط : مباركفور بالهند
١٣١ـ الفتوحات الأحمدية : للعلامة سليمان الجمل ، ط : مصر
١٣٢ـ فتوح الشام : لمحمد بن عمر الواقدى ، ط : مصر
١٣٣ـ فتوح الغيب : للامام عبدالقادر الجيلى، ط : مصر
١٣٤ـ الفتوى النادرة : للشيخ أحمد رضا البريلوى ، ط : لاهور
١٣٥ـ فتح البارى : للامام أحمد بن حجر العسقلانى ، ط : بيروت
١٣٦ـ فردوس الاخبار : للحافظ شيرويه الديلمى ، ط : بيروت
١٣٧ـ فقه السيرة : للدكتور محمد سعيد رمضان البوطى ، ط : بيروت
١٣٨ـ فيض البارى : لمحمد أنور شاه الكشميرى ، ط : قاهره
١٣٩ـ فيض القدير : للامام محمد عبد الرؤف المناوى ، ط : مصر
١٤٠ـ فيوض الحرمين : للشاه ولى الله الدهلوى ، ط : كراتشى
١٤١ـ القصائد القاسمية : لمحمد قاسم النانوتوى ، ط : ملتان
١٤٢ـ القصيدة النعمانية : للامام أبى حنيفة ، ط : فيصل آباد
١٤٣ـ قلائد الجواهر : للعلامة محمد بن يحيى التاذفى، ط : مصر
١٤٤ـ القول الجميل : للشاه ولى الله الدهلوى ، ط : كراتشى
١٤٥ـ الكامل : للامام إبن الاثير ، ط : بيروت
١٤٦ـ كتاب التاريخ الكبير : للامام محمد البخارى ، ط : بيروت
١٤٧ـ كتاب الجرح والتعديل : للامام عبدالرحمن ، ط : بيروت
١٤٨ـ كتاب الروح : للعلامة ابن القيم الجوزية ، ط : دكن بالهند

١٤٩ـ كتاب المنقذ من الضلال : للامام محمد الغزالى ، ط : تركيا
١٥٠ـ الكشاف : لمحمد بن عمر جار الله الزمخشرى ، ط : تهران
١٥١ـ كشف الخفاء ومزيل الالباس ، ط : بيروت
١٥٢ـ كليات إقبال ، ط : لاهور
١٥٣ـ كنز العمال : للامام على المتقى البرهانفورى ، ط : حلب
١٥٣ـ لباب التأويل : للامام على بن محمد البغدادى، ط : مصر
١٥٥ـ مجمع بحار الأنوار : للعلامة محمد طاهر الفتنى، ط : لكنؤ
١٥٦ـ مجموعة الرسائل: للشيخ أحمد رضا البريلوى ، ط : لاهور
١٥٧ـ المجموعة النبهانية : للعلامة يوسف النبهانى ، ط : بيروت
١٥٨ـ مختصر الدسوقى على المختصر : لعلى الاقشهرى، ط : إيران
١٥٩ـ مختصر سيرة الرسول : لعبدالله بن محمد ، ط : لاهور
١٦٠ـ مدارج النبوة : للشيخ عبدالحق الدهلوى ، ط : سكهر
١٦١ـ المدخل : للامام ابن الحاج ، ط : بيروت
١٦٢ـ مرصاد العباد : للعلامة نجم الدين الرازى : ط : إيران
١٦٣ـ مرقاة المفاتيح : للامام على القارى ، ط : ملتان
١٦٤ـ المستدرك : للامام حاكم النيشابورى ، ط : بيروت
١٦٥ـ مسك الختام : للنواب صديق حسن ، ط : كانبور بالهند
١٦٦ـ مسند الامام أحمد بن حنبل ، ط : بيروت
١٦٧ـ مشارق الانوار : للعلامة حسن العدوى ، ط : مصر
١٦٨ـ مشكوة المصابيح: للامام محمد بن عبدالله ، ط : كراتشى
١٦٩ـ مصنف عبدالرزاق : للامام عبدالرزاق ، ط : بيروت
١٧٠ـ المصنف : للحافظ ابن أبي شيبة ، ط : كراتشى

١٧١ـ مطالع المسرات : للعلامة محمد مهدى الفاسى ، ط: مصر
١٧٢ـ المطول : للعلامة مسعود بن عمر التفتازانى ، ط : دهلى
١٧٣ـ معالم التنزيل : لحسين الفراء البغوى ، ط : مصر
١٧٤ـ مفاهيم يجب أن تصحح : للعلامة محمد بن علوى المالكى، دوبئى
١٧٥ـ المفردات : للامام حسين بن محمد الاصفهانى ، ط : كراتشى
١٧٦ـ مقالات يوم رضا : للشيخ عبد النبي كوكب ، ط : لاهور
١٧٧ـ مكتوبات : للإمام الربانى الشيخ أحمد السرهندى ، ط : تركيا
١٧٨ـ المكتوبات : للشيخ عبدالحق المحدث الدهلوى ، ط : سكهر
١٧٩ـ المواهب اللدنية : شهاب الدين أحمد القسطلانى ، ط : مصر
١٨٠ـ موسوعة أطراف الحديث: لمحمد سعيد زغلول ، ط : بيروت
١٨١ـ الموضوعات الكبير : للامام على القارى، ط : دهلى
١٨٢ـ المؤطا : للامام محمد بن حسن الشيبانى ، ط: كراتشى
١٨٣ـ مولد العروس : للعلامة إبن الجوزى ، ط : بيروت
١٨٤ـ المولد الروى فى المولد النبوى ، للامام على القارى
١٨٥ـ المهند : لخليل أحمد الانبيتوى ، ط : ديوبند
١٨٦ـ النبراس : للعلامة عبدالعزيز البرهاروى ، ط : بنديال باكستان
١٨٧ـ نسيم الرياض : للعلامة أحمد الخفاجى ، ط : بيروت
١٨٨ـ نشر الطيب : لاشرف على التانوى ، ط: لاهور
١٨٩ـ النعمة الكبرى على العالم : للعلامة أحمدالمكى ، ط: مصر
١٩٠ـ نيل الاوطار : للقاضى محمد بن على الشوكانى ؛ ط: مصر
١٩١ـ وجاؤا يركضون : لأبى بكر جابر الجزائرى
١٩٢ـ وفاء الوفاء : للعلامة على بن أحمد السمهودى ، ط: بيروت

١٩٣ـ الوفاء : للامام عبدالرحمن بن الجوزى ، ط : باكستان
١٩٤ـ يك روزه : لمحمد إسماعيل الدهلوى ، ط : ملتان
١٩٥ـ اليواقيت والجواهر: للعلامة عبدالوهاب الشعرانى ، ط: مصر
١٩٦ـ هداية الحيارى : للعلامة محمد بن القيم الجوزية
١٩٧ـ هدية المهدى : للنواب وحيد الزمان ، ط : سيالكوت
١٩٨ـ همعات : للشاه ولى الله الدهلوى ، ط : باكستان

الدوريات

١٩٩ـ الرابطة (مكة المكرمة) عدد جمادى الاولى ١٤٠٩هـ
٢٠٠ـ الاعتصام لاهور (مجلة اسبوعية) عدد ١٣ـ مارس ١٩٩٠م
٢٠١ـ الاعتصام لاهور (مجلة اسبوعية) ٢٣ـ مارس ١٩٩٠م
٢٠٢ـ لواء الاسلام (مجلة شهرية) : غرة ربيع الاخر ١٣٨٦هـ
٢٠٣ـ المدينة (جده) عدد ٦ـ صفر ١٤٠٢هـ
٢٠٤ـ نوائے وقت (لاهور) ٢ـ ديسمبر ١٩٩٣م

★ ★ ★

من عقائد اهل السنة

پر

پاک و ہند، بنگلہ دیش اور جامعہ از ہر شریف، مصر کے

اکابر ارباب علم و دانش کا خراج تحسین۔

مصنف اپنی تمام ذمہ داریوں سے بطریق احسن عہدہ برآ ہو چکے ہیں، اب یہ اہل سنت کے مخیّر حضرات کا فرض ہے کہ وہ اس کتاب کو خرید کر زیادہ سے زیادہ پھیلائیں۔

(قاضی عبد الدائم دائم، ہری پور)



ذاکٹر سید حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ أطال الله بقائه

استاذ کلیة اللغات والترجمه، جامعه ازهر شریف، قاهره، مصر

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے، یا سیدی یا رسول اللہ! آپ پر، آپ کی طیب وطاہر آل پر اور تمام صحابہ پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

اما بعد!

جب ہم ملت اسلامیہ کے موجودہ حالات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں ایسے ایسے حادثے دکھائی دیتے ہیں کہ ہماری آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو جاتا ہے اور جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ امت جو ایک جسم کی طرح تھی اسے کیا ہو گیا ہے؟

اس کے برعکس ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے بھائی کشمیر، بوسنیا، ہرسک اور چیچنیا میں اجتماعی طور پر قتل اور ہلاک کیے جا رہے ہیں، اسکے باوجود مسلم امہ اپنے بھائیوں کی امداد کے لئے حرکت میں نہیں آتی، بلکہ ہم جمعہ کے دن منبروں پر بیٹھ کر دعائیں مانگنے اور چندہ جمع کرنے کو کافی سمجھتے ہیں۔

ایک دوسرے خطے میں مسلمان کئی ملکوں خصوصاً افغانستان میں باہمی جنگ میں مصروف ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بھلائے ہوئے ہیں کہ جب دو مسلمان آپس میں اپنی تلواروں کے ساتھ ٹکرائیں تو قاتل اور مقتول آگ میں ہیں اور جب ملت اسلامیہ کے اندرونی حالات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں وہ افتراق اور انتشار دکھائی دیتا ہے، جہاں تک یہ امت پہنچ چکی ہے اور وہ مذاہب دکھائی دیتے ہیں جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں، انہوں نے ایسے طریقے نکال رکھے ہیں جن کے ساتھ اسی امت کا اس سے پہلے کبھی تعلق نہیں رہا اور اس طریقے کو بھلا چکے ہیں جس پر یہ امت حضور نبی اکرم ﷺ، خلفاء راشدین اور تابعین کرام کے دور سے متفق چلی آرہی ہے۔

یہ فرقے تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے نمودار ہوئے تھے، انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم حق پر ہیں، ان کا پروگرام یہ تھا کہ اسلامی عقیدے کو در آنے والی بدعات سے پاک کیا جائے۔

حالانکہ بدعات کے لانے والے یہ خود تھے، امت مسلمہ اپنے ابتدائی دور سے اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول اللہ ﷺ کی سنت اور جمہور علماء کے اجماع پر متفق رہی ہے۔

پھر نوبت بایں جارسید کہ ان لوگوں نے اہل سنت و جماعت کے بعض ان عقائد پر کفر کا فتویٰ لگادیا جن پر امت دوراول سے متفق چلی آرہی ہے، ان لوگوں نے قرآن کریم، نبی اکرم ﷺ کی سنت، صحابۂ کرام کے آثار اور جمہور کے اجماع کو زیبِ طاقِ نسیان بنا کر ان عقائد کے ماننے والوں پر کفر کا فتویٰ جڑ دیا۔

ان لوگوں نے پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش کے اہل سنت و جماعت کو مختلف ناموں سے منسوب کیا، مثلاً ایک نام "بریلوی" رکھا، تا کہ یہ ظاہر کیا جاسکے کہ یہ نیا فرقہ ہے اور خوفِ خدا سے آزاد ہو کر ان کے عقائد کو گالی دی جاسکے، امام اکبر مجدد شیخ احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء وفات ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں ان لوگوں کے مقابل کھڑے ہوئے تا کہ اہل سنت و جماعت کے صحیح عقیدے کا دفاع کریں، چنانچہ انہوں نے سینکڑوں کتب اور رسائل لکھ کر مخالفین کو وہ صحیح عقائد بتائے جن پر تمام عالم اسلام کا اتفاق ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے خطے میں اہل سنت و جماعت کی امداد کرنے پر بہترین جزا عطا فرمائے۔

یہ کتاب جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے، یعنی "**من عقائد أهل السنة**" ان صحیح عقائد کو واضح کرتی ہے جس پر اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے، اس کے مؤلف علامہ شیخ محمد عبدالحکیم شرف نے بلاشبہہ اس علمی اور لائق مطالعہ تحقیق میں بڑی محنت صرف کی ہے، ان کی یہ کوشش عربی لٹریچر کی لائبریری میں اضافہ شمار کی جائے گی، اللہ رب العزت حضرت والا کو اس کوشش پر ہر بھلائی عطا فرمائے۔

حضرت علامہ نے احسان الٰہی ظہیر پر رد کیا ہے جس نے اپنی کتاب "البریلویۃ" میں اہل سنت و جماعت کے عقائد پر افتراء کیا ہے، علامہ نے قرآن کریم کی آیات مبارکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی احادیث، اہل سنت و جماعت کے اجماع، ائمہ کے ارشادات سے

استدلال کیا ہے، مثلاً امام بیہقی، امام غزالی، امام رازی، امام قرطبی، علامہ ابن حجر عسقلانی، امام علامہ جلال الدین سیوطی، امام مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا خان رحمہم اللہ تعالیٰ۔

میں مخالفین کو اس دقیق اور علمی تحقیق کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہوں، جو اہل سنت و جماعت کے بعض عقائد کو واضح کرتی ہے، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں راہ راست کی ہدایت عطا فرمائے۔

۲۰ ر رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ — حازم محمد احمد

۲۱ ر فروری ۱۹۹۶ء — استاذ جامعۃ الازہر الشریف (مصر)

اور استاذ زائر شعبۂ عربی، پنجاب یونیورسٹی (لاہور)

فضیلة الشیخ حمدون احمد عبدالرحیم حفظه الله تعالیٰ

استاذ العلوم الشرعیة لجامعة الازهر الشریف، مصر۔

ہم علامۂ کبیر، استاذ الحدیث حضرت مولانا شیخ محمد عبدالحکیم شرف قادری کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تصنیف ''من عقائد اهل السنة'' میں قرآن و حدیث کے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جاسکتا ہے، اس کے علاوہ اہل سنت و جماعت کے متعدد عقائد کو موضوع بحث بنایا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور محبت پر مبنی ہیں، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک ہم اس کے نزدیک، باپ، بیٹے، اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں، یا سیدی رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) آپ نے سچ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ شیخ محمد عبدالحکیم کو اس کتاب پر جزائے خیر عطا فرمائے، جس میں انہوں نے اہل سنت و جماعت کے عقائد کی صحت اور درستی بیان کی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب، رسول اللہ ﷺ کی سنت اور کتاب مجید کے ذریعے نفع عطا فرمائے۔

۲۷ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

بین الاقوامی مبلغ اسلام، لسانِ اقبال علامہ بدر القادری مدظلہ العالی (ہالینڈ)

ذوالمجد والکرم حضرت علامہ شرف صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کی عظیم و قیع تصنیف ''من عقائد أهل السنة'' باصرہ نواز ہوئی، آپ کے محققانہ قلم سے جہاں تاریخی، سوانحی اور مذہبی کتابیں، مقالے اور مضامین منصۂ شہود پر آرہے ہیں عربی زبان میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کرتی ہوئی علم العقائد پر نہایت شاندار کتابیں بھی اہل علم و فضل کو دعوت مطالعہ دے رہی ہیں۔

مجھ جیسے کم مایہ کی کیا مجال کہ اس خالص علمی اور تحقیقی کتاب پر قلم جنبانی کر سکے[1]، بس اسی قدر عرض ہے کہ یہ سلسلۃ الذهب جاری و ساری رہنا چاہیے، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اس کاوش کا دارین میں بہترین صلہ عطا فرمائے اور ہم کم نصیبوں کی جانب سے بہترین جزا بخشے آمین۔

۱۶ر تا ۱۹ر ستمبر لیبیا میں عالمی پیمانے پر بعنوان ''التصوف الاسلامی'' کانفرنس تھی، اہل لیبیا کی خواہش پر میں نے دنیا بھر کے عظیم سکالرز اور محقق علماء و صوفیاء کی ایک فہرست انہیں فراہم کی تھی جس میں آپ کا اسم گرامی بھی تھا، مگر لگتا ہے ان لوگوں نے آپ کو دعوت نہیں دی، ۵۶ ملکوں سے وفود شریک ہوئے، مولانا شاہ احمد نورانی صاحب، مولانا شاہ فرید الحق صاحب، علامہ قمر الزماں اعظمی بھی تھے، میں اپنے ہمراہ ہالینڈ سے مولانا سید سعادت علی قادری کو بھی لے گیا تھا، ۲۲ر ستمبر کو واپسی ہوئی، اطلاعاً تحریر ہے۔

۲۶ر ستمبر ۱۹۹۵ء بدر القادری

---

[1] یہ حضرت کی تواضع اور انکساری کا کھلا ثبوت ہے، ورنہ خود اس مکتوب کے آخری حصے سے ان کا بین الاقوامی عالم اور صوفی ہونا واضح ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں سلامت با کرامت رکھے۔ ۱۲ اشرف قادری

سعودی عرب کے ایک عالم کا تاثر

عرب دنیا کے اکابر علماء کرام مفسرین، محدثین اور فقہاء کے ہاں یہ صورت حال رہی ہے کہ ان کی تحریریں مغلق اور اسلوب قدیم ہوتا ہے، علماء میں بہت کم ایسے افراد ہیں جن کی تحریر عام قاری کیلئے آسان، مؤثر، باحوالہ اور نئے اسلوب میں ہو، شیخ محمد زاہد الکوثری، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی تحریریں اس لئے مقبول ہوئیں کہ یہ آج کے قاری کی ضروریات پورا کرتی ہیں۔

''من عقائداهل السنة'' کا انداز تحریر یہ تمام تقاضے پورا کرتا ہے اور بے شک عرب دنیا میں طبقۂ اول کے علماء میں اس انداز میں لکھنے والے علماء کی تعداد معدودے چند ہے، لہذا اس تناظر میں شیخ محمد عبدالحکیم شرف غیر معمولی قلم کار ہیں، اور جہاں تک ان کی زیر تذکرہ تصنیف کا تعلق ہے یہ ''مفاهيم يحب ان تصحح'' پر فوقیت رکھتی ہے۔

جب موصوف سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا آپ ''من عقائد اهل السنة'' میں زیر بحث لائے گئے موضوعات میں کسی قسم کی تشنگی محسوس کرتے ہیں؟ اور کیا ان موضوعات پر مزید مواد کی نشاندہی کر سکتے ہیں؟ تا کہ مصنف اس کے دوسرے ایڈیشن میں اضافہ کر سکیں، تو انہوں نے جواب دیا: نہیں، اس کتاب میں موضوعات بالخصوص عقیدۂ توسل پر بھرپور مواد پیش کیا گیا ہے، کسی اضافہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

(مکتوب 18 ستمبر 2000ء)

مبلغ اسلام جناب اقرار خان دام مجدہ (فرانس)

آپ نے ''البریلویۃ'' کے جواب میں عقائد اہل سنت لکھ کر اہل سنت پر احسان عظیم کیا ہے، ہم کو فخر ہے کہ ہم نے ہی یہ جواب دیا ہے، کیونکہ ہم آپ کے عقائد سے وابستہ ہیں، شکر الحمدللہ! یہ کام بخوبی سرانجام پا گیا، آیندہ ایسا اور کوئی گستاخ آسانی سے دوبارہ جرأت نہ کرے گا۔

آپ کا ممنون ہوں کہ آپ یاد رکھتے ہیں، جب کہ علمائے کرام کو دنیادار لوگوں سے کنارہ کش ہی رہنا چاہیے، لیکن میرا خیال ہے کہ آپ تبلیغ کا اہم فریضہ اس طرح سے بھی ادا کرتے ہیں، آپ کی ان ہی مہربانیوں کی وجہ سے بندہ اس لائن میں آیا اور ان شاء اللہ رہوں گا۔

مجھے دل کے آپریشن کے بعد سے کافی اور کئی قسم کی تکالیف رہتی ہیں، بلڈ پریشر زیادہ رہتا ہے، خط لکھنے کا دل نہیں چاہتا، صرف وہابی حضرات جو الجزائر، مراکش، بانڈی چیمری، سری لنکن وغیرہ کو چن چن کر انگریزی میں بحث کرتا رہتا ہوں۔

آپ پہلے بھی دعا کرتے ہیں، کرتے رہا کریں مشکور رہوں گا، دعا صرف صحت کی اور اسلامی کام انجام دے سکوں اور بس۔

والسلام

آپ کا تابع فرمان

اقرار خان ہوشیار پوری

یکم فروری ۱۹۹۶ء

فاضل جلیل سید محمد سیف الرحمن نظامی شاہ مدظلہ العالی

صدر ''جمعیت اخوان المعرفت'' چٹاگانگ، بنگلہ دیش

سیدنا ونبینا محمد مصطفےٰ ﷺ کے اس دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد علماء اسلام دنیا بھر میں اسلام کا پیغام پھیلاتے رہے، انہوں نے حبیب مصطفےٰ کریم ﷺ، صحابۂ کرام اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں کی پیروی کی، وہ آپ میں مہربان اور کافروں پر سخت تھے، ان کا فروعی مسائل میں اختلاف ہوا لیکن فریقین میں باہمی احترام اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت برقرار رہی۔

امت مسلمہ ہمیشہ خیر کے ساتھ رہی، یہاں تک کہ جزیرہ عرب میں ایک تحریک اٹھی جو بعد میں ''تحریک وہابیت'' کے نام سے مشہور ہوئی، اس کا پہلا قائد ابن تیمیہ حرانی اور دوسرا قائد محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا، اس نئی فکر والوں نے بہت سے مسائل میں اجماع امت کی خلاف ورزی کی اور ان مسائل میں متشددانہ موقف اختیار کیا، انہوں نے امت مسلمہ کی اکثریت پر کفر، شرک اور بدعت کا حکم لگایا، اس لئے کہ دنیا بھر کے اکثر مسلمان نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیاء صالحین کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں، محفل میلاد منعقد کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ، کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے دور دراز سے سفر کرتے ہیں، اسی قسم کے دیگر مسائل۔

ہم دیکھتے ہیں کہ وہ خاص طور پر بعض اسلامی شخصیات کو ہدف تنقید بناتے ہیں، ان شخصیات میں سے پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے امام اہل سنت، امام احمد رضا خان ہیں جنہوں نے پوری زندگی مضبوط علمی انداز میں تحریک وہابیت کے افکار کا رد کیا، تو اس تحریک کے متبعین نے اس امام کی طرف ان تہمتوں، افتراؤں، اور عقائد کی نسبت کی جن سے وہ بری ہیں، کیونکہ وہ صرف اور صرف اہل سنت و جماعت کے عقائد، مذہب امام ابوحنیفہ اور طریقہ قادریہ کے پیروکار تھے۔

مولانا شیخ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ان عقائد کی وضاحت کا عزم کیا اور

اہل سنت و جماعت کے عقائد کو قوی دلائل یعنی قرآن وحدیث اور ائمۂ اسلاف کے اقوال سے ثابت کیا، بے شک انہوں نے اتحاد بین المسلمین کی اچھی اور پر خلوص کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کی تالیف سے اسلام اور مسلمانوں کو نفع عطا فرمائے۔

(ترجمہ عربی تقریظ-تحریر ۲۰ر جنوری ۱۹۹۸ء)

استاذ الاساتذہ پیر طریقت مولانا علامہ غلام رسول رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ (فیصل آباد)

(شارح بخاری ومفسرِ قرآن)

میں نے کتاب" من عقائد اهل السنة "کا اول و آخر سے مطالعہ کیا، تو ان مباحث کے اعتبار سے اسے بہترین کتاب پایا جن پر یہ مشتمل ہے، ہمیں اس میں عقائد اہل سنت مختلف ابواب میں مرتب اور کتاب وسنت اور ملت اسلامیہ کے علماء و مشائخ کے ارشادات سے ماخوذ ملتے ہیں، اہل سنت و جماعت کے عقائد کتاب وسنت اور سلف صالحین سے ماخوذ ہیں اس کتاب کے مصنف فاضل علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ان عقائد پر افتراء کرنے والوں کے شبہات کا رد کیا ہے اور ہر مسئلے پر اپنی طاقت کے مطابق داد تحقیق دی ہے اور ان عقائد کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلانے والوں کی زبان بند کرنے کے لئے اہل سنت و جماعت کے عقائد کا بہترین دفاع کیا ہے، یہ ان کا اہل سنت پر احسان ہے، اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کتاب کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے لئے مضبوط قلعہ بنائے اور اسے ہمارے (علمی و روحانی) بیٹے محمد عبدالحکیم شرف قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کی نیکیوں کے پلڑے میں شامل فرمائے۔

۲۸ مئی ۲۰۰۰ء (ترجمہ عربی تقریظ)

علامہ غلام جابر شمس مصباحی، ایم۔ اے

ادارہ افکار حق، بائسی بازار، ضلع پورنیہ، بہار (انڈیا)

مجھے آپ کی نئی تصنیف "من عقائد اهل السنة" رضا اکیڈمی، ممبئی کے ذریعے موصول ہوئی، میں نے اس میں بے شمار حقائق و دقائق اور معاندین کو عاجز کرنے والے دلائل دیکھے، نیز قیمتی فوائد اور مفید نوادر دیکھے، میری زبان اور قلم اس کا حسن و جمال بیان کرنے سے قاصر ہے، کیونکہ آپ نے اسے بڑی تحقیق اور جستجو کے بعد فصیح عربی زبان میں لکھا ہے، پاک ہے وہ ذاتِ کریم جس نے آپ کو بلیغ انداز میں کتاب لکھنے کی قدرت اور توفیق عطا فرمائی ہے، صلوٰۃ وسلام ہو اس ذات اقدس پر جن کے فیضان سے آپ کو تصنیف و تالیف کا عمدہ ذوق اور امام مجدد احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف کا وسیع مطالعہ حاصل ہوا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی لکھنے والی انگلیوں کو تادیر سلامت رکھے، دیکھنے والی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرمائے، آپ کو زیادہ سے زیادہ نادر اسالیب اور نئے نئے موضوعات پر لکھنے کی توفیق اور عمرِ خضر عطا فرمائے۔

ہمارے شیخ جلیل! آپ نے دور جدید اور قحط الرجال کے زمانے میں اہل سنت و جماعت پر احسان عظیم کیا ہے، آپ نے میرے افکار اور عرصۂ دراز سے میرے ذہن میں گردش کرنے والے خیالات کو جامۂ وجود پہنا دیا ہے اور اہل سنت و جماعت کے علماء کے کندھوں سے ایک اہم فریضہ کا بوجھ اتار دیا ہے۔

ہمارے شیخ ذکی! جب میں کوئی عمدہ کتاب یا رسالہ پڑھتا ہوں تو فرحت و مسرت سے میری آنکھیں نم ہو جاتی ہیں، میرا یہی حال آپ کی کتاب کی زیارت سے ہوا۔

(ترجمہ عربی مکتوب تاریخ ندارد)

تبصرہ ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور (انڈیا) شمارہ مئی ۱۹۹۶ء

تبصرہ نگار: مولانا مبارک حسین مصباحی

شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری بلند پایہ عالم اور مستند مصنف اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں صف اول کے استاذ ہیں ----- بے پناہ تدریسی اور تبلیغی مصروفیات کے باوجود کاروانِ اہلِ قلم کے بھی سرخیل و رہنما ہیں- مسلسل لکھ بھی رہے ہیں اور لکھوا بھی رہے ہیں- ایک درجن سے زائد (بلکہ تقریباً چھ درجن -۲۰۰۱ء) تصانیف، سینکڑوں مضامین و مقالات ہندو پاک میں سند قبولیت حاصل کر چکے ہیں ---- انتہائی تحقیقی اور دقیق مسائل و مفاہیم دل آویز اور پر کشش پیرایہ بیان میں اتنی خوبصورتی کے ساتھ اتار دیتے ہیں کہ قارئین فرط مسرت سے جھوم اٹھتے ہیں ---- فکر انگیز اور مدلل مباحث کے باوجود قلم کا بانکپن ایک لمحے کے لیے بھی متاثر نہیں ہوتا ---- اور مقام حیرت یہ ہے کہ زبان و بیان پر یہ دسترس اردو اور عربی میں یکساں طور پر حاصل ہے ----- اسی لئے آپکی تحریریں عوام وخواص اور علماء و ادباء میں وفور شوق اور کمال احترام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں ----

اس علمی گہرائی، فکری بصیرت اور زبان و بیان کی مہارت کے ساتھ دین وسنیت کے فروغ و ارتقاء کا جذبہ آپ کے دل و دماغ پر وارفتگی کی حد تک چھایا رہتا ہے- ایک جانب آپ نے مثبت اسلوب میں داعیانہ، دردمندانہ لٹریچر دیا ہے ----- تو دوسری جانب اسلام دشمن تحریروں کے خلاف دفاعی اور تردیدی نگارشات سے دل و دماغ روشن کر دیے ہیں ---

چند برس قبل پاکستان کے ایک غیر مقلد مولوی، احسان الٰہی ظہیر نے البریلویت، نامی کتاب لکھی جو عربی، اردو اور انگریزی میں برصغیر اور سعودیہ عربیہ میں شائع ہوئی اور سعودی پیٹرو ڈالر کے سہارے لاکھوں کی تعداد میں دنیا بھر میں مفت تقسیم کی گئی- اس کتاب میں اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات اور امام احمد رضا بریلوی کے احوال و نظریات

کو جس مضحکہ خیز اور غیر مہذب انداز میں بیان کیا گیا ہے، اس کے مطالعے سے یہ حقیقت پورے طور پر مبرہن ہوگئی کہ غیر مقلدیت اور وہابیت کی بنیادیں واقعی کذب بیانی اور بہتان تراشی اور رسول دشمنی پر کھڑی کی گئی ہیں۔۔۔۔۔۔وقت کی ضرورت اور دینی حمیت نے آواز دی اور حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ایک مرد مجاہد کی طرح قلم کی تلوار لے کر میدان میں اتر پڑے اور اردو میں ایک انتہائی پرمغز اور مدلل کتاب "اندھیرے سے اجالے تک" تصنیف فرمائی جس میں بہتان طرازیوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات کو قرآن و سنت کی روشنی میں ثابت کیا اور امام احمد رضا قدس سرہ پر وارد بے بنیاد الزامات کے تار و پود بکھیرتے ہوئے ان کی قد آور اور بلند پایہ شخصیت و فکر کا حقیقی تعارف پیش کیا (چند سال پہلے رضا اکیڈمی، لاہور نے "اندھیرے سے اجالے تک" اور شیشے کے گھر" کا مجموعہ "البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کے نام سے شائع کر دیا ہے-۱۲ قادری) اور اسی پس منظر میں ایک انتہائی وقیع عربی کتاب "من عقائد اهل السنة" تصنیف فرمائی جو اس وقت میرے پیش نظر ہے۔

یہ کتاب بڑے سائز کے ۳۸۸ صفحات پر مشتمل ہے جو اسلام کے مسلم، متوارث **عقائد و نظریات** کے اثبات میں محققانہ، فکر انگیز اور مستند دستاویز ہے۔۔۔۔ابتدا میں مصنف کے قلم سے ایک جامع تقدیم ہے جس میں سعودی اور وہابی پالیسیوں کا جائزہ لیتے ہوئے امام احمد رضا کی عبقری شخصیت پر قدرے روشنی ڈالی ہے۔۔۔۔۔

پوری کتاب اسلام کے سات اہم عقائد و معمولات پر مشتمل ہے۔ ہر بحث بجائے خود مستقل، تحقیقی اور مبسوط مقالہ ہے۔ ہر موضوع پر ناقدانہ اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔۔۔ بحث کے ہر رخ کو عقلی و نقلی دلائل و براہین سے اتنا واضح اور مستحکم کر دیا گیا ہے کہ کوئی بھی منصف مزاج قاری مصنف کے مدعائے نگارش پر سر تسلیم خم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مئی 1996

رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ تعالیٰ (انڈیا)
(مصنف زلزلہ و تبلیغی جماعت وغیرہ)

الزکی الذکی، مظہر الوصف الملکی، فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، حفظہ المولیٰ الجلیل وابقاہ

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ ایام اقبال واکرام مستدام!

''من عقائد اھل السنۃ'' کی زیارت سے مشرف ہوا۔ مثبت انداز میں جس علمی متانت و شائستگی اور باوزن شواہد و براہین کے ساتھ آپ نے اہل سنت کے سروں سے البریلویہ کا قرض اتارا ہے، اس کے لیے پوری دنیائے سنیت کی طرف سے آپ اور سماحۃ الشیخ حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی اور سارے رفقاء و معاونین صد ہزار شکریہ کے مستحق ہیں

آپ حضرات نے ہماری آنکھیں ٹھنڈی کر دیں۔ ہمارے بے چین دلوں کو مسرتوں سے لبریز کر دیا اور ہمیں اس قابل بنا دیا کہ ہم سر اٹھا کر چلیں اور سینہ تان کر بات کریں----اس فقیر قادری کو واضح طور پر محسوس ہو رہا ہے کہ امام احمد رضا کی روح پرفتوح پر بھی ایک انبساط کی کیفیت طاری ہے کہ حق کی طرف سے دفاع کا کام ان کے بعد بھی جاری ہے، فجزاکم المولیٰ الکریم الجلیل احسن الجزاء واتم الجزاء۔

''من عقائد اھل السنۃ'' نہ صرف البریلویہ کا جواب ہے بلکہ مذہب اہل سنت کی حقانیت کے ثبوت میں ایک ایسی علمی دستاویز بھی ہے جسے فخر کے ساتھ ہم مسلک اہل سنت کی اساسی کتاب کہہ سکتے ہیں۔

مواد اور طریقہ استدلال کا اگر تفصیلی جائزہ قلم بند کیا جائے تو یہ تبصرہ ایک مستقل رسالہ کی شکل اختیار کر لے گا لیکن اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی اس ہنر کا اعتراف ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ نے مسلک اہل سنت کی تائید میں غیر مقلدین و دیابنہ کے ائمہ فکر کی کتابوں کے اقتباسات نقل کر کے ان پر ایسی حجت قاہرہ قائم کر دی ہے کہ اب عرب و عجم

میں وہ منہ دکھانے کے لائق نہیں رہے۔ ان کا جھوٹ انہی کے قلم سے آپ نے فاش کر دیا۔

آپ کا معتقد　　　　　　والسلام مع الاحترام

۲رجولائی ۱۹۹۵ء　　　　　　ارشد القادری، جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء،

ذاکر نگر — نئی دہلی نمبر ۲۵ (انڈیا)

فقیہ ملت مولانا علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ (انڈیا)

(مصنف انوار الحدیث، خطبات محرم وکتب کثیرہ)

باسمہ وحمدہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الاعلیٰ

سرمایۂ سنیت، ماحیِ لامذہبیت حضرت علامہ شرف قادری صاحب قبلہ!

دامت برکاتکم!

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔ مزاج عالی بخیر باد۔

آپ کی ارسال فرمودہ کتاب ''من عقائد اهل السنة'' براؤن شریف کے پتہ پر موصول ہوئی، جسے دیکھ کر بڑی خوشی اور بے انتہا مسرت ہوئی اور اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہوا کہ ہر مسئلے کے اثبات میں آپ نے دلائل کے انبار لگا دیے ہیں اور اساطین امت کے علاوہ مخالفین کے بھی بہت سے حوالے پیش فرمائے ہیں۔

دو سے زائد کتابوں کے حوالوں سے عقائد اہلسنت کا عربی میں ایسا مستند ومعتمد، ایمان افروز اور وہابیت سوز مجموعہ تیار کرنا ہندو پاکستان میں صرف آپ کا حصہ ہے۔ خدائے عزوجل آپ کی اس محنت شاقہ کو بھی قبول فرما کر اجر جزیل وجزائے جلیل سے سرفراز فرمائے آمین۔

یہ کتاب مسلمان اہلسنّت کے ایمان کو جلا بخشے گی اور جن وہابیوں کے دلوں پر اللہ کی مہر نہ ہوگی، یقیناً ان کو ہدایت سے سرفراز کرے گی۔ بہتر ہے کہ اس کا ترجمہ بھی طبع ہو جائے تاکہ اردو دان طبقہ بھی اس سے مستفید ہو۔

۳رصفر المظفر ۱۴۱۶ھ　　　　　　جلال الدین احمد الامجدی

فاضل علامہ مولانا محمد احمد مصباحی مدظلہ

مدرس جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، انڈیا

محترمی زیدت افضالکم

تحیہ مسنونہ مزاج اقدس؟

"من عقائد اهل السنة" کی زیارت سے آنکھیں پرنور اور دل مسرور ہوئے۔ رب کریم اس فرض کی ادائیگی پر آپ کو اپنی بیکراں نعمتوں سے نوازے۔

زبان، حسن بیان، اختصار و وضوح، طرز استدلال، انداز رد و جواب، سبھی قابل ستائش ہے۔ اس کتاب کی تحریر پر آپ کو اور آپ کے ادارہ کو مبارکباد پیش ہے۔

والسلام

۶ر محرم الحرام ۱۴۱۶ھ محمد احمد مصباحی

جناب محمد سعید نوری صاحب بانی و جنرل سیکرٹری رضا اکیڈمی، بمبئی

جناب علامہ مولانا شرف قادری صاحب قبلہ!

السلام علیکم

کرام فرمائی کا شکریہ۔ "من عقائد اهل السنة" موصول ہوگئی۔ جس روز آپ کو خط لکھا تھا، اس کے ایک دو روز میں ہی کتاب آگئی۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب مصباحی نے فرمایا تھا کہ اس کتاب کو ضرور شائع کیا جائے۔ یہاں بمبئی میں حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی موجود تھے۔ ان سے مشورہ ہوا۔ آج بروز پیر ۱۰ر صفر یعنی ۱۰ جون کو انشاء اللہ کتاب چھپنے کے لیے دہلی روانہ کردی جائے گی۔

۹ر صفر المظفر ۱۴۱۶ھ اسیر مفتی اعظم

محمد سعید نوری، خادم رضا اکیڈمی، بمبئی

(مقام مسرت ہے کہ رضا اکیڈمی، بمبئی نے کتاب انڈیا پہنچتے ہی شائع کر کے مفت تقسیم کی، اللہ تعالیٰ اراکین رضا اکیڈمی کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ ۱۲۔ قادری)

مولانا علامہ محمد عبدالمبین نعمانی

مہتمم دارالعلوم قادریہ چریا کوٹ، انڈیا۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس

محب گرامی منزلت حضرت علامہ شرف قادری صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کل کی ڈاک سے آپ کا مرسلہ پیکٹ ملا۔ "من عقائداهل السنة"، "شفاعت مصطفی"، "در رسول کی حاضری"، "آستانہ محدث اعظم نمبر" اور دیگر بہت سی کتابوں پر مشتمل۔ اول الذکر کو دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ "البریلویہ" کا نہایت عمدہ اور مؤثر جواب ہے۔ میں اس کو تفصیلی جواب سے بہتر سمجھتا ہوں۔ انشاء اللہ العزیز یہ کتاب عالم عرب میں نجدیوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے اہم رول ادا کرے گی۔ اس اہم وضروری کتاب کو شائع کرکے آپ نے پوری سنی دنیا کے سر سے ایک قرض اتار دیا ہے۔ فجزاکم المولی تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔

یکم محرم ۱۴۱۶ھ

والسلام

محمد عبدالمبین نعمانی قادری

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد

سابق صدر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

مکرمی ومحترمی مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ

۲۶/جون کو آپ کی قیمتی کتاب "من عقائداهل السنة" کا ایک نسخہ رجسٹری سے موصول ہوا، ممنون ہوا اور اس کے مندرجات پڑھ کر مسرور ہوا۔ آپ نے بہت اچھے انداز میں، علمی اسلوب سے اس بات کی وضاحت کی ہے اور مخالفین اہل سنت وجماعت کا

مدلل رد کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اور علماء بریلی کے عقائد قرآن وحدیث اور عقل،
نقل سے علیحدہ اور منفرد نہیں، جزاك الله تعالى۔

ابتدا میں سید یوسف سید ہاشم رفاعی، علامہ محمد کرم شاہ الازہری، مفتی محمد عبدالقیوم
صاحب قادری اور ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی تحریرات جو آپ نے شائع کی ہیں مفید اور
متوازن ہیں۔

کتاب بہت خوبصورت، عربی ٹائپ میں چھپی ہے، اس طرح آپ کی یہ تصنیف
معنوی خوبیوں کے ساتھ ظاہری محاسن سے بھی آراستہ ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے اور بدستور علمی کاموں میں مصروف۔

۲۱رجولائی ۱۹۹۵ء والسلام

مخلص مختار الدین احمد

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جناب عالی!

اس کتاب (من عقائد اهل السنة) میں ندائے یارسول اللہ ﷺ اور توسل میں
کئی نئے حوالے تھے، استعانت اور حاضر ناظر پر بھی سیر حاصل بحث فرمائی، مگر حضرت بلال
بن الحارث رضی اللہ عنہ کی روایت پر جو آپ نے تحقیق فرمائی وہ ایسی تحقیق ہے جس کو اگر
نجدی عدالت میں پیش کیا جائے تو سو فیصد یقین ہے کہ کیس جیت جائیں گے، ہمارے
مخالف ایسی تحقیق اور دلائل کے طالب ہیں اور یہی اصل شفاء السقام (بیماریوں کا علاج) ہے
آپ کی جتنی کتب یا فتوے یا مضامین دیکھے ہیں، ان میں تحقیق کے میدان میں یہ نمبر 1 ہے۔
آپ کا ایک مضمون ''ضیائے حرم'' میں آیا تھا ''میلاد النبی ﷺ اور غیر مستند روایات''---
بلاشبہ وہ بھی ایک کھرا مضمون تھا تمہید ایمان کا مقدمہ مع حسام الحرمین ہے۔

اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ من عقائد اهل السنة میں سب آرٹیکل ستارے ہیں اور بلال بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پر تحقیق اس میں چاند کی مانند ہے۔

۲۱ رمئی ۱۹۹۶ء

عبدالمجید

برسٹل (انگلینڈ)

استاذ الاساتذہ ملک المدرسین

مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ (خوشاب)

کچھ عرصہ قبل فرقہ غیر مقلدین کے احسان الٰہی ظہیر نے ''البریلویہ'' نامی کتاب عربی میں لکھ کر شائع کی اور غیر ملکی سرمائے کی بنیاد پر کثیر تعداد میں شائع کر کے پوری دنیا میں تقسیم کی۔ اس کتاب میں غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کردار کشی کی اور اہل سنت و جماعت کے عقائد کو مسخ کر کے مکروہ صورت میں پیش کیا اور اس طرح علم و دیانت اور انصاف کا خون کیا۔

عزیز القدر فاضل علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ''من عقائد اهل السنة'' لکھ کر قرآن و حدیث اور ارشادات سلف کے ٹھوس حوالوں سے اہل سنت کے عقائد مثبت انداز میں پیش کیے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی غیر مقلدین اور علماء دیوبند کے مسلم علماء کے حوالوں سے اپنے عقائد کا ثبوت پیش کیا ہے۔ انداز بیان اتنا مدلل اور معقول ہے کہ انصاف پسند قاری کیلئے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ زبان اتنی شستہ اور سہل ہے کہ عربی زبان سے تھوڑی بہت واقفیت رکھنے والا بھی مطالب تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

اس سے پہلے وہ ''البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ'' اردو میں لکھ کر امام احمد رضا بریلوی پر لگائے گئے اتہامات کا شافی و کافی ازالہ کرنے کے ساتھ غیر مقلدین کو ان کے اکابر کا آئینہ دکھا چکے ہیں۔ بلاشبہ انہوں نے اہل سنت و جماعت کا قرض ادا کر دیا ہے

اہل سنت کی ذمہ داری ہے کہ ان کتابوں کی اشاعت کریں اور عربی کتاب عرب ممالک میں تقسیم کرنے کا اہتمام کریں۔

اللہ تعالی فاضل عزیز کے علم وقلم میں برکتیں عطا فرمائے۔ان کی تدریسی، تصنیفی، اشاعتی اور تبلیغی کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور نافع خلائق بنائے اور ان کی اولاد کو بھی علم وعرفان اور امن و عافیت کی دولت سے نوازے اور خادم دین و مسلک اہل سنت بنائے۔آمین یارب العالمین۔

۸رشوال ۱۴۱۶ھ	عطا محمد چشتی گولڑوی بندیالوی

۲۸رفروری ۱۹۹۶ء	ڈھمن پدھراڑ

پیر طریقت مولانا علامہ قاضی عبدالدائم دائم

مدیر ''جام عرفان'' خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ، ہری پور ہزارہ

واللہ! کیا عمدہ کتاب لکھی ہے۔عالی جناب شرف صاحب نے، جیسے چاندنی کی کرنوں کو سمیٹ دیا ہو یا صبح کے جاں فزا اجالے کو مجسم کر دیا ہو۔

نور وضیاء کی اس تجسیم کا نام ہے ''من عقائد اهل السنة''

عربی زبان کی دلپذیری و اثر انگیزی تو یوں بھی مسلم ہے، مگر فاضل مصنف کی فصاحت و بلاغت اور ان کے قلم کی روانی اور سلاست نے جو غضب ڈھایا ہے، اس کی صحیح کیفیت بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔یوں لگتا ہے جیسے دلائل و براہین کا مترنم آبشار گر رہا ہو اور اہل حق کے دلوں کو اپنی نغمگی و آہنگ سے مسحور کر رہا ہو، یا نقد و جرح کی جوئے خارا شگاف بڑھ رہی ہو اور باطل کے گھروندوں کو مسمار کرتی جارہی ہو۔فی الواقع اس کو جو کوئی پڑھے گا، بے ساختہ پکار اٹھے گا:

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا O

اہل عجم کی اکثریت تو اب بھی بحمد للہ عقائد اہل سنت کی پیروکار ہے۔ البتہ نجد سے اٹھنے والی سیاہ آندھی نے کچھ عرصے سے عرب ممالک کے ایک حصے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور ان کی آنکھوں کے سامنے گرد و غبار کی ایسی چادر تان رکھی ہے کہ انہیں اس سے آگے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ علامہ شرف صاحب نے یہ کتاب عربی میں لکھ کر اس تاریک چادر کو نہ صرف ہٹایا ہے بلکہ تارتار کر دیا ہے اور یوں عربی بولنے اور سمجھنے والے پر ایک بڑا احسان کیا ہے۔

تحقیق و تدقیق کے اس مرقع کو پڑھ کر بھی اگر کوئی عربی دان حقیقت تک رسائی حاصل نہ کر سکے اور اپنی سابقہ روش پر ڈٹا رہے تو پھر اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ:

من یھد اللہ فھو المھتد و من یضلل فلن تجدلہ ولیا مرشداO

انتہائی فصیح و بلیغ عربی میں ہونے کی وجہ سے اس شہہ پارے کی لذتوں کا بھرپور ادراک تو اہل زبان ہی کر سکتے ہیں تاہم میرے جیسا عربی سے معمولی شدبد رکھنے والا بھی اتنا ہی لطف اندوز ہوا کہ آنکھیں ٹھنڈی ٹھار ہو گئیں اور دل سیراب و شاداب ہو گیا۔

ایسا اچھوتا اور انمول شاہکار پیش کرنے پر اللہ تعالیٰ مصنف علامہ کو جزائے خیر اور ان کے زور قلم کو اور زیادہ کرے۔

آج کل ظاہری خوبصورتی بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ کتنی ہی بے وقعت و بے مایہ کتابیں محض حسن طباعت کی وجہ سے ہاتھوں ہاتھ بک جاتی ہیں اور بہت سی وقیع و قیمتی کتب غیر معیاری کتابت اور گنجلک چھپائی کی بنا پر مکتبوں میں پڑی رہ جاتی ہیں۔

الحمد للہ! کہ حقیقت آگاہ مصنف نے اس طرف بھی بھرپور توجہ دی ہے اور معنوی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری تزئین و آرائش کا بھی پورا خیال رکھا ہے۔ چمکتی دمکتی جلد سے آراستہ اس خوبصورت کتاب کا ہر صفحہ دیدہ زیب و دلکش ہے اور ذوق نظر کے لیے تسکین بخش ہے۔

غرضیکہ مصنف اپنی تمام ذمہ داریوں سے بطریق احسن عہدہ برآ ہو چکے ہیں۔

اب یہ اہل سنت کے مخیر حضرات کا فرض ہے کہ وہ اس کتاب کو خرید کر عرب ممالک میں زیادہ سے زیادہ پھیلائیں اور ہر پڑھے لکھے عرب تک پہنچائیں۔

واللّٰہ ولی التوفیق وھو المقلب للقلوب یقلبھا کیف یشاء اللّٰھم!قلب قلوب عبادك الی ھذاالکتاب واجعل افئدۃ من الناس تھوی الیہ وارزقھم من ثمراتہٗ لعلھم یشکرون–سبحان ربك رب العزۃ عمایصفونo وسلام علی المرسلینo والحمدللّٰہ رب العالمین۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ (کراچی)

محترم ومکرم زیدت عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوں گے–مناقب کا شگفتہ ترجمہ اور تالیف لطیف ''من عقائد اھل السنۃ'' اس وقت نظر نواز ہوئے جب کہ ایک گھریلو تقریب منعقد تھی۔خوشیوں کو دوبالا کر دیا۔اس کرم نوازی کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور وہ تحفہ محبت عطا فرمائے جس کا سورۂ مریم میں وعدہ فرمایا ہے۔آمین اللّٰھم آمین۔

کتاب نہایت مدلل ومحقق اور خوبصورت وحسین ہے۔اس کی ایک ایک کاپی سید محمد علوی مالکی، ڈاکٹر عبدہ یمانی اور ڈاکٹر رضوان اللہ قادری کو ضرور ارسال فرمائیں۔بلکہ ان سے تقاریظ کے لیے درخواست کی جائے–عربی رسائل میں بھی اس کتاب پر تبصرے شائع ہونے چاہئیں۔

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

یکم محرم الحرام ۱۴۱۶ھ